صدیوں کی پیاس
ایم اے راحت

سائنس دانوں نے ان لاکھوں سالوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کرلی ہیں جن میں انسان یا انسان سے ملتا جلتا وجود روئے زمین پر موجود چلا آتا ہے۔ انہوں نے چھان بین کی تو ان کے پاس مادی شہادتیں بہت ناقص اور نامکمل تھیں۔ البتہ جب سے انسان نے مردوں کو دفن کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو انسان کے بارے میں تحقیق میں آسانی ہو گئی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ طویل مدت تک دفن کا سلسلہ شروع ہی نہیں ہوا تھا اور دوسرے دودھ پلانے والے جانوروں کی طرح انسانی لاشیں بھی عناصر کے رحم وکرم پر چھوڑ دی جاتی تھیں۔ ان میں سے کچھ ہی اجزاء باقی رہ جاتے تھے، مثلاً کوئی دانت، جبڑے کی ہڈی یا کھوپڑی کا ٹکڑا۔

ہمارے ماہرین متعدد نسلوں سے ہئیت طبیعات ارض سے تحقیق کر کے جو نتائج اخذ کرتے ہیں اس سے ایک بات پر انہوں نے تقریباً اتفاق کرلیا ہے کہ دنیا کی عمر دو ارب سال سے کہیں زیادہ ہے۔ تاریخی دستاویزات ہمیں صرف چھ ہزار سال کے بارے میں بتاتی ہیں۔ اسی عرصے میں مذاہب کی تفصیل بھی سامنے آتی ہے۔ بے شمار عقائد، بے شمار مذاہب کی کوئی تفصیل نہیں ملتی لیکن قدیم پتھروں پر کھدی ہوئی بے معنی تحریریں بھی اگر سمجھ لی جاتی ہیں تو ان سے بڑے انکشافات ہوتے ہیں۔ زیر نگاہ داستان بھی اسی میں سے ایک تحریر کا شاخسانہ ہے جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

اس وقت ہم ہاشم عبداللہ فہادی کو دیکھتے ہیں جو اپنے نائب صمد الرضوانی کے ہمراہ ہے

اوراس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہے، جبکہ صمد رضوانی اس طرح پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا
ہے جیسے اس کے پیروں کی جان نکل گئی ہو۔

"تمہاری عمر کتنی ہے......؟ فہادی نے ٹھنڈی بے مزہ کافی کا ایک گھونٹ لے کر مگ
سے رضوانی کے پھینکے ہوئے مگ کا نشانہ لے کر کہا۔ دور پڑے ہوئے کانچ کے مگ سے
ی چیخ نکلی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

"بس اتنی...... رضوانی نے مگ کی طرف اشارہ کیا......اور فہادی ہنسنے لگا۔

"شیشے کے یہ برتن ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہیں۔ انسان کی تخلیق اس قدر
ناپائیدار ہو سکتی ہے، قدرت کی تخلیق نہیں...... میں نے یہ پوچھا تھا کہ تم عمر کی کتنی سیڑھیاں
چڑھ چکے ہو۔

"اس سوال کا جواب میری ہونے والی بیوہ، اخباری نمائندوں کو بہتر دے سکے گی......
رضوانی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اتنی سی مشقت سے نوجوانی کی اس عمر میں گھبرانا مناسب
نہیں ہے۔ پولیس کی نوکری مذاق نہیں ہوتی......ہم جب پولیس کی نوکری میں داخل ہوتے
ہیں تو پہلا حلف نامہ بھرتے ہیں...... پھر جب تربیت مکمل کر کے اپنے شانوں پر اپنا عہدہ
سجاتے ہیں تو ان اپنے افسران اعلیٰ کے سامنے حلف اٹھاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ جرم
کے خلاف اپنی آخری سانس تک جنگ کریں گے"۔

"اس کے بعد اپنے علاقے کے تھانے میں بیٹھ کر عیش کرتے ہیں، لاکھوں کماتے ہیں
اور اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ کر دیتے ہیں...... رضوانی نے کہا اور فہادی کا منہ بگڑ گیا......
چند لمحوں کی جو خوشگوار مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی تھی وہ یکلخت کافور ہو گئی۔

رضوانی نے فوراً چیف کے اس انداز کو محسوس کر لیا اور جلدی سے بولا"۔ جبکہ ہمیں
اپنے اس عمل پر شرم آنی چاہئے اور فرض کو فرض سمجھ کر پورا کرنا چاہئے...... اس کا یہ
پرمزاح جملہ فہادی کے ہونٹوں کی مسکراہٹ واپس نہیں لا سکا...... اب وہ کسی سوچ میں
ڈوب گیا تھا۔

رضوانی کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا...... فہادی ایک جنونی آفیسر تھا جس کا تجربہ
وانی کو بخوبی تھا۔ مجرم کے خلاف وہ اس وقت تک جدوجہد کرتا تھا جب تک اسے گرفتار نہ
لے......اور سزا نہ دلوادے...... محکمہ پولیس میں اس کی سروس آخری سالوں سے گزر رہی
اور شاید وہ واحد پولیس افسر تھا جس کے خلاف ایک بھی بد عنوانی کا واقعہ منسلک نہیں
......اس کے باوجود اس کا عہدہ کبھی نہیں بڑھا تھا......اس کے ریکارڈ میں ایک بھی کیس ایسا
ں تھا جس کا اصل مجرم بچ نکلا ہو...... قاہرہ کی اتنی بڑی شخصیتوں کو اس نے سزا دلوائی تھی
حکام بالا تک پشیمان ہو جاتے تھے، ان شخصیتوں کو بچانے کے لئے نہ جانے فہادی کو کیا کیا
ں کش کی جاتی تھیں، اس وقت اس کے کان بند ہو جاتے تھے......اور اسی بہرے پن نے
کا عہدہ نہیں بڑھنے دیا تھا، لیکن وہ اپنے کام میں مست تھا۔

رضوانی کو جب اس کی ماتحتی میں دیا گیا تھا تو اس کے گھر میں اس کے دوستوں نے ایک
تی جلسہ کیا تھا......اور اس سے ہمدردیاں جتاتے رہے تھے......انسپکٹر جنیدی نے کہا۔

"حسرت رضوانی پر ہے جو بن کھلے مرجھا گیا"۔

"آہ، ہمارے دوستوں میں ایک اچھا دوست کم ہو گیا......دوسرے دوست نے کہا۔

"رضوانی، تم کتنے حسین، کتنے سمارٹ تھے"۔ اب تم ایک خزاں رسیدہ پتے کی طرح
ب اور چڑچڑاتے ہوئے انسان بن جاؤ گے۔

"تم بکواس مت کرو...... فہادی وہ شخص ہے جس کے دشمن بھی اس کی عزت کرتے
......میں اس جیسے فرض شناس افسر کی ماتحتی کو فخر سمجھتا ہوں۔

اور اسے فخر تھا...... فہادی کسی بے گناہ کو الزام سے بری کرانے کے لئے اپنی جان کی
ی لگا دیتا تھا اور کسی گنہگار کو زمین کی گہرائی سے نکالنے کے لئے زمین کے آخری طبق تک
نے کی ہمت رکھتا تھا...... یہ وقت بھی ایسا ہی تھا۔ وہ قاہرہ سے صبر الخیمہ پہنچا تھا......اور اس
ت اس خونی ریگستان میں موجود تھا جس کا نام صحرائے مینا تھا اور جس کی خونفشانی کی
تانیں مصر کے ہر فرد کے علم میں تھیں۔ کتنی داستانیں فرض کی راہ میں رکاوٹ بنی
ں۔ یہ فہادی کا قول تھا اور اس قول کی تفسیر سامنے تھی......انہوں نے گرم صحرا میں

ریت کے آتش بگولوں کے ہمراہ پورا دن سفر کیا تھا اور آخر کار اس سیاہ جیپ کو تلاش کر لیا تھا...... جو اس وقت بھی جھکتی شام کے پس منظر میں نظر آ رہی تھی...... اس کے عقب میں، ریت میں مدفون کسی اہرام کی چوٹی نظر آ رہی تھی جو تند ہواؤں کی شرارت سے عریاں ہو گئی تھی، ورنہ ایسی نا جانے کتنی مدفون چوٹیاں ریت کے ٹیلوں میں چھپی ہوں گی۔

فہادی کی آواز نے رضوانی کو چونکا دیا، اس نے سوچ بھری آواز میں رضوانی کو پکارا تھا۔

"سر...... رضوانی مستعدی سے بولا"۔

"میں جانتا ہوں تم تھکے ہوئے ہو، کیپٹن میں تم سے ایک استفسار کرنا چاہتا ہوں"۔

"جی سر...... رضوانی نے کہا"۔

"کیا تم رات کے پر سحر موسم اور خوشگوار ہواؤں کے ساتھ ساتھ جیپ میں واپسی کا سفر کر سکتے ہو"۔

"کیا...... و...... واپسی سر"۔

"صبر الخیمہ تک"۔

"اگر یہ ضروری ہے سر، تو ضرور"۔

"رات کا سفر، دن کے سفر کی طرح مشکل نہ ہو گا"۔

"جی سر......"

"تو بس...... جیپ لو اور روانہ ہو جاؤ"۔

"صرف میں"۔

"صرف تم......"۔

"اور آپ سر"۔

"میں یہاں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا"۔

"واپسی کا؟"۔

"ہاں! تم میرا ایک پیغام لے کر جاؤ گے" علی باقری کو دو گے...... تمہاری واپسی کاپٹر سے ہو گی۔

"پیغام تحریری ہو گا"۔

"نہیں" زبانی...... "فہادی نے کہا...... اس کا لہجہ عجیب تھا، اچانک ہی رضوانی کو احساس تھا کہ بات وہ نہیں ہے جو فہادی کہہ رہا ہے اس کا کچھ اور مفہوم ہے...... اس کے ساتھ ں کے سامنے کافی وقت گزرا تھا اور اس کے مزاج سے آشنا ہو گیا تھا اور اس وقت اسے ے نہ صرف دور کرنا چاہتا تھا، لیکن اسے ان الفاظ کی سزا بھی دینا چاہتا تھا اور سزا ہی تھی رات میں ہی سفر کرے...... سو فیصدی یہی بات تھی، اس کا چہرہ اتر گیا۔

"کیا تم جا رہے ہو...... فہادی کی آواز ابھری"۔

"جی سر"۔

"تب میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں"۔

"سر...... میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں"۔

"کام کے وقت صرف کام، مسٹر رضوانی، پیغام نوٹ کرو"۔ فہادی کا خشک لہجہ ابھرا۔

تھوڑی دیر بعد رضوانی جیپ اسٹارٹ کر رہا تھا۔

ہاشم عبداللہ فہادی اسے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک جیپ کی عقبی روشنیاں نظر رہیں...... پھر اس کی نگاہیں اس جیپ تک اٹھ گئیں جو اہرام کی چوٹی کے پاس کھڑی ہوئی ...... کچھ لمحے وہ سوچتا رہا...... یہ حقیقت تھی کہ اس وقت رضوانی کو اس کے الفاظ کی سزا ئی تھی...... ورنہ "ضروری نہیں تھا...... لیکن یہی اس کا مزاج تھا۔

اور یہ برا نہیں ہے...... اس نے زیر لب کہا...... اور سیاہ جیپ کی جانب چل پڑا۔

اب میرے اور تمہارے درمیان ون ٹو ون مقابلہ رہے گا مسٹر باطش خماش"۔

☆......☆

باطش خماش کو اس کے شناساؤں میں جنونی کہا جاتا تھا...... اس میں کوئی شک نہیں
وہ بے حد پراسرار شخصیت کا مالک تھا...... تعلق لیبیا سے تھا...... محکمہ آثار قدیمہ میں ایک
عہدیدار کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا تھا، کسی دوسرے عہدیدار سے کسی بات
اختلاف ہو گیا...... کھڑے کھڑے نوکری چھوڑ دی...... اسے نوکری کی ضرورت بھی نہ
تھی...... طرابلس کے معززین میں اس کا شمار ہوتا تھا اور اس کی رہائش گاہ بذات خود ا
تاریخی حیثیت رکھتی تھی...... دنیا کے بیش قیمت نوادرات اس کے اپنے نوادر خانے
موجود تھے جن کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان میں کچھ زندہ نوادر بھی ہیں...... باطش ق
زبانیں پڑھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور اس سلسلے میں بین الاقوامی شہرت کا حامل تھا،
کے قریبی دوست تک اس کی عمر کا صحیح تعین نہیں کر پاتے تھے اور ان کا کہنا تھا کہ باطش
صحت و جوانی کا کوئی ایسا راز پالیا ہے جس کا اظہار وہ دوسروں پر نہیں کرتا...... بن غازی
ایک معزز خاندان کی لڑکی طاہرہ پہلی عورت تھی جس نے باطش کو متاثر کیا تھا اور پھر اس
حیات کے سفر کی شریک بن گئی تھی، دونوں کے درمیان بڑی یگانگت تھی، لیکن شاید ط
بھی اپنے پراسرار شوہر کے بارے میں پوری وضاحت نہیں کر سکتی تھی، وہ اپنی ذات
خول کو کبھی نہیں توڑتا تھا...... قدیم زبانوں اور پراسرار علوم سے اس کا لگاؤ جنون کی حد
تھا...... لیکن شرط یہ تھی کہ کوئی چیز اسے متاثر کرے اور اگر وہ متاثر ہو جاتا تو پھر صرف
کرتا تھا، خواہ وہ کسی بھی نوعیت کا ہو۔

موجودہ وقت بھی ایسے ہی ایک جنون سے متعلق تھا اور اس جنون کی داستان بھی

ل داستان تھی...... اس داستان کا آغاز ایک خوبصورت شام کو ہوا، جب باطش کے ایک
رے دوست عاطف خبیر نے اسے فون کیا۔

"ڈینیئل ہاش کا تعلق پیرو سے ہے، میرے بزنس پارٹنر اور صاحب ذوق انسان
ں...... اپنی کاروباری مصروفیات کے باوجود ہم خاصی مہم جوئی کر چکے ہیں، تمہیں یاد
وگا ترکی میں قدیم چینی تصاویر نیلام ہوئی تھیں جو تمام کی تمام پیرو کے ایک سرمایہ دار نے
ریدلی تھیں۔

"ہاں وہ ڈینیئل ہاش ہی تھا...... باطش نے جواب دیا۔

"پچھلے دنوں پیرو گیا تھا...... بہترین دوستوں میں تمہارا نام سرفہرست تھا اور باطش
اش کا نام مسٹر ہاش کے لئے بھی اجنبی نہیں تھا...... کہنے لگے کہ وہ تو نوادرات کے شہنشاہ
ں، کیا یہ نوادرات وہ کسی کو دکھانا پسند کرتے ہیں...... میں نے کہا ہیں جو ہوں بس مچل گئے
رکہنے لگے کہ وہ صرف ان نوادرات کو دیکھنے کے لئے تریپولی آئیں گے۔

"تو کیا وہ آئے ہوئے ہیں"۔

"ہاں...... نوادرات کے دیوانے کچھ اور دوستوں کے ہمراہ...... ملنا پسند کرو گے"۔

"ہاں کیوں نہیں، ہم ذوق لوگوں سے ملنا کون پسند نہیں کرتا...... باطش نے مسکرا کر
ن پر کہا"۔

"تو پھر کب آجائیں"۔

"کل ڈنر میرے ساتھ کرو"۔

"ڈنر کی بجائے اگر تم شام کی چائے پر مجھے مدعو کرو تو کیا زیادہ مناسب نہیں رہے گا"۔

"وجہ...... باطش خماش نے پوچھا۔

"نہیں کوئی اہم وجہ نہیں ہے...... اصل میں ذرا جلدی آجائیں گے اور تمہارے نوادر
انے کو سکون سے دیکھ لیں گے جبکہ ڈنر کے لئے ہمیں دیر سے آنا ہوگا"۔

"ٹھیک ہے...... ویسے ڈنر میں کوئی ہرج نہیں ہے...... تم لوگ جلدی بھی آسکتے ہو"۔

"تو پھر ٹھیک ہے...... عاطف نے کہا...... اور اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا"۔

"باطش نے طہارہ کو ان مہمانوں کے بارے میں بتایا اور اسے ہدایت کی کہ مہمانوں
کے لئے عمدہ کھانا تیار کروائے...... بہرحال باطش کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، اکثر
بہت سے ممالک سے سرکاری وفود بھی آتے تھے...... ان میں سے اگر کچھ لوگ نوادرات کے
رسیا ہوتے تھے تو باطش خماش سے خصوصی طور پر ملنا پسند کرتے تھے اور پھر سرکاری پیمانے
پر بھی باطش خماش سے درخواست کی جاتی تھی کہ مہمانوں کی پذیرائی کرے، لیکن ڈینیئل
ہاش کا معاملہ بالکل مختلف تھا...... وہ باطش کے اچھے دوستوں میں سے تھا...... ویسے بھی د
کے مختلف حصوں میں باطش کے دوست موجود تھے...... لیکن صرف وہی جو آثار قدیمہ ا
قدیم زبانوں وغیرہ سے دلچسپی رکھتے تھے...... باطش کا ان لوگوں کے درمیان ایک خاص
مقام تھا۔ مقررہ وقت پر اس نے اپنے مہمانوں کو خوش آمدید کہا...... ڈینیئل ہاش کے ساتھ
اس کی بیٹی شیما گیرن ہاش بھی تھی...... ایک خوبصورت سی، ہنس مکھ نوجوان لڑکی جو خاص
طور سے طہارہ کی جانب متوجہ تھی اور طہارہ نے بھی اپنی مزاج کے مطابق خوش آمدید
تھا...... دوسرے مہمانوں میں جو چند افراد تھے ان میں سب سے نمایاں شخصیت آسٹومن
تھی۔ مسٹر آسٹومن ایک دراز قامت اور کسی قدر ناہموار بدن کے مالک تھے...... شخصیت
بہت جاندار تھی...... لیکن اس کے نقوش کچھ اجنبی اجنبی تھے اور باطش خماش ہی نہیں
طہارہ نے بھی اس شخص کی عجیب کیفیت کو محسوس کیا تھا، وہ بہت کم بولتا تھا، پتلے پتلے
ہوئے ہونٹ، ویسے اس کی شخصیت میں کوئی خاص کمی تو نہیں تھی...... لیکن نجانے کیوں
محسوس ہوتا تھا کہ اس کے جسم میں خون کی روانی بالکل نہیں ہے، چہرہ اس طرح پھیکا پھیکا
مٹیالا تھا جیسے اس میں خون کا رنگ ہی موجود نہ ہو لیکن مختلف لوگ مختلف کیفیات کے حا
ہوتے ہیں...... اس لئے انہوں نے بھی اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی...... ڈینیئل
نے اپنے تمام دوستوں کا تعارف کرایا تھا، خصوصاً اس نے مسٹر آسٹومن کے بارے میں
بتایا۔

"مسٹر آسٹومن تمہاری ہی لائن کے آدمی ہیں...... بظاہر خاموش طبع، لیکن
بولتے ہیں تو بہت اچھا بولتے ہیں...... میری ان سے دوستی زیادہ پرانی نہیں ہے، لیکن

چند ہی ملاقاتوں میں انہوں نے اپنے لئے ایک جگہ بنالی ہے...... میرے دل میں، بہرحال
نشست بہت عمدہ رہی، ڈینیئل ہاش کی فرمائش پر اس کے دوستوں نے باطش خماش کا نوادر
خانہ دیکھا نہ صرف ڈینیئل ہاش بلکہ تمام لوگ ان نوادرات سے بہت زیادہ متاثر ہوئے تھے اور
ان کے بارے میں باطش خماش سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے...... انہوں نے
باطش خماش کے اس نوادر خانے کی اتنی تعریفیں کیں کہ باطش خماش کو اس سے بے پناہ
خوشی ہوئی...... آسٹومن بھی کبھی کبھی درمیان میں لقمہ دے دیتا تھا...... پھر ایک پر تکلف
ڈنر کے بعد ڈینیئل ہاش نے باطش سے اجازت مانگی، یہاں سے جاتے ہوئے بھی خصوصاً
شیما ہاش نے طہارہ سے گلے ملتے ہوئے کہا"۔

"آپ سے مل کر دلی خوشی ہوئی ہے...... مسز خماش، آپ یقین کیجئے، آپ کا
نوادر خانہ شاید زندگی بھر نہ بھولنے کی چیز ہے، مہمانوں کے جانے کے بعد طہارہ نے باطش
سے کہا۔

"یہ شخص آسٹومن اس کے بارے میں میرے ذہن میں عجیب سے تصورات ابھرتے
ہیں...... کیا تم اس کے سلسلے میں کوئی خاص بات محسوس کر سکے ہو"۔

"نہیں کیوں؟" باطش خماش نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"تعجب ہے، حالانکہ وہ شخص ایک غیر انسانی مخلوق محسوس ہوتا تھا، لگتا ہی نہیں تھا کہ
کوئی جاندار شخص ہمارے سامنے کھڑا ہے، اس کی آواز میں شاید میں الفاظ میں بیان نہ
کر سکوں، ایک ایسی کیفیت تھی جیسے یہ آواز جذبات سے عاری ہو، زندگی سے دور ہو، بالکل
اس طرح جیسے دو پتھر آپس میں ٹکراتے ہیں اور ان سے کوئی آواز بلند ہوتی ہے۔

"ہاں واقعی عجیب تھا...... مختلف لوگ مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں اور یہ ایسی
بات نہیں ہے، جس سے ہم حیران ہو جائیں...... طہارہ نے بھی اس سلسلے میں کچھ نہیں
کہا...... ڈینیئل ہاش کو باطش خماش نے دوسری ملاقات کی دعوت بھی دی تھی...... لیکن
ڈینیئل ہاش نے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ کچھ اس طرح کی مصروفیات میں ہے کہ
شاید اس سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے...... البتہ اس نے اپنے ہوٹل وغیرہ کا پتہ بتا دیا تھا......

لیکن بات وہی تھی، پتہ بتانے کے باوجود اس نے یہی کہا تھا کہ شاید وہ دوبارہ وقت نہ
سکے...... باقی لوگوں سے بھی دوبارہ ملاقات کا کوئی امکان نہیں تھا، لیکن دوسرے دن ر
آٹھ بجے باطش خماش کے ملازم نے ایک شخص کے آنے کی اطلاع دی۔

"کون ہے؟"۔

"سر آپ سے ملنا چاہتا ہے اور کل آنے والے مہمانوں میں سے ایک ہے"۔

"اوہ وہ کون ہو سکتا ہے، کیا ڈینئیل ہاش...... اس کے ساتھ اور کوئی ہے"۔

"نہیں سر تنہا ہے"۔

"خیر اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ...... خماش نے کہا اور پھر چند لمحوں کے ب
ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا...... ڈرائنگ روم میں اس نے اسٹومن کو دیکھا تھا جو اسے
کر کھڑا ہو گیا۔

"معذرت خواہ ہوں، مسٹر باطش خماش، لیکن میں آپ کے پاس آنے کیلئے مجبور

"تشریف رکھئے" خیریت کیا بات ہے...... باطش خماش نے اسے بیٹھنے کی پیش
کر کے خود بھی اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا...... آسٹومن نے گردن جھکالی تھی......
دیر تک وہ سوچ میں ڈوبا رہا، باطش خماش کو اس شخص کا اس طرح آنا پسند نہیں آیا تھا......
ڈینئیل ہاش کے حوالے سے یہاں پہنچا تھا...... ذاتی طور پر باطش خماش سے اس کی
ملاقات نہیں تھی اور نہ ہی کل کی ملاقات میں باطش خماش نے کسی ایسی دلچسپی کا اظہار ک
جس کی بناء پر یہ شخص اتنی بے تکلفی سے اس کے پاس پہنچ گیا...... اور اب وہ خاموش ر
باطش خماش کے قیمتی وقت کو ضائع کر رہا تھا۔

"آپ نے کچھ بتایا نہیں مسٹر آسٹومن؟"

"میں آپ سے ملنے کے لئے مجبور تھا، مسٹر خماش"۔

"یہ آپ دوسری بار کہہ رہے ہیں مجھ سے"۔

"ہاں میری مجبوری بہت عجیب ہے، ویسے شاید آپ کو یقین نہ آئے کہ میں نے یہ
صرف آپ کے لئے کیا ہے"۔

"آپ یقین دلانا چاہیں گے تو میں یقین کر لوں گا، لیکن بڑے تعجب کی بات ہے ہم
کبھی نہیں ملے"۔

"جی یقیناً، لیکن میرا مسئلہ بہت عجیب ہے، جو کچھ میں آپ کو بتاؤں گا آپ اسے سن کر
یقین بھی نہ کر پائیں گے...... بات اصل میں یہ ہے کہ مسٹر خماش میری شخصیت ایک
رہی ہے میں وہ شخص ہوں جو اپنے آپ کو نہیں جانتا، سمجھ رہے ہیں نا آپ، میں نے کہا نا
مجھے یا تو جھوٹا سمجھیں گے یا اداکار اور یہ بھی سوچیں گے آپ کہ شاید میری اس گفتگو
عقب میں کوئی ایسی بات ہو جو آپ کے لئے باعث مشکل ہو جائے...... لیکن ایسی بات
ہے۔

"آپ خود بخود سارے فیصلے کئے جا رہے ہیں، مسٹر آسٹومن آپ جو بھی کہنا چاہتے
صاف الفاظ میں کہیں...... خماش نے کسی قدر خشک لہجے کہا"۔

"میں اپنے وجود میں بھٹکا ہوا انسان ہوں، میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں، میں نے
سمجھ لیجئے کہ سرد ہواؤں اور آسمان کے نیچے زندگی بسر کی ہے...... ایک ایسے انسان کی
بات سے جو اپنے وجود کو نہیں پہچانتا...... میں نے یہ خود بھی سوچا ہے کہ ممکن ہے میں
ئی ہوئی یادداشت کا مریض ہوں، لیکن ایسا نہیں ہے، مجھے بہت سی باتیں یاد آتی ہیں، لیکن
اپنے آپ کو بھول گیا ہوں، صرف اپنے آپ کو بھول گیا ہوں...... میں نے کن لوگوں
درمیان پرورش پائی ہے ان میں کوئی بھی میرا اپنا نہیں تھا، لیکن میں ان کے درمیان کس
ح پہنچا...... یہ بات وہ بھی مجھے نہیں بتا سکے، ان کا کہنا تھا کہ کوئی اور تھا جس کے ساتھ مجھے
ما گیا تھا اور اس کے بعد میں ان کے درمیان پہنچ گیا جو شخص مجھے لے کر آیا تھا...... وہ گم
یا، میرا کوئی اور ٹھکانہ نہ تھا...... اس لئے میں یونہی زندگی گزار رہا ہوں، سمجھ رہے ہیں۔

"میں نہیں سمجھتا، مسٹر آسٹومن کہ آپ مجھے یہ کیوں سمجھانے کی کوشش
ہے ہیں"۔

"ہاں شاید میں تمہید میں چلا گیا ہوں اور آپ ان سے الجھ رہے ہیں، بات اصل میں یہ
کہ میرے پاس ماضی کا صرف ایک نقش تھا، صرف ایک ہی نقش چمڑے کا ایک موٹا سا

چوکور تعویذ جو نجانے کب سے میری گردن میں پڑا ہوا تھا...... نجانے کب سے میں نے ک
اس تعویذ کی جانب توجہ نہیں دی، جیسا کہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں اپنی ذات کا گمش
کردار تھا، کئی بار یہ تعویذ میں نے لاپرواہی سے ادھر ادھر ڈال دیا، لیکن یہ بھی ایک عجیہ
بات ہے کہ کہیں نہ کہیں سے وہ مجھ تک پہنچ گیا...... طویل عرصے تک نہ میں نے اور نہ
اور نے اس کی طرف توجہ دی...... جن لوگوں نے مجھے اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا وہ بے حد ا
لوگ تھے...... میرے لئے سب کچھ کرنے کو تیار، لیکن یہ بات انہوں نے مجھ سے صا
صاف کہہ دی تھی اور خود میرے ذہن میں بھی تھی کہ ان سے میرا کوئی تعلق نہیں
لیکن میں کب تک ان کی زندگی سے منسلک رہتا، بالآخر ایک دن میں نے انہیں چھوڑ دیا
میں بھٹکتا رہا...... میرے مشاغل بدل گئے...... ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے
نے جائز ذرائع نہیں اختیار کیئے، بس آپ یوں سمجھ لیجئے کہ میرا ذریعہ آمدنی جوا اور ر
وغیرہ تھا...... میں ہمیشہ جیت جاتا تھا، میں ریس کلبوں میں مشہور شخصیت بن گیا تھا......
کے ساتھ ہی جوا کھیلنے جب جاتا تو لوگ سوچ لیتے کہ آج ان کی جیبیں خالی ہو جائیں گی
لوگوں نے میرے سامنے آنا چھوڑ دیا...... ان تمام باتوں کے باوجود کبھی میری الجھی ہ
شخصیت میرے سامنے صاف نہیں ہو سکی تھی...... مجھے کوئی کمی محسوس ہوتی تھی اپنے
میں، اس بے نام الجھن کے احساس کو ختم کرنے کے لئے میں نے وہ ساری حرکتیں کی جو
مجھے فطری طور پر پسند نہیں تھیں...... مسٹر باطش میرا طرز زندگی بہت تبدیل ہو گیا۔
عمدہ کھانا، عمدہ پہننا اور عیش و عشرت میں ڈوبے رہنا میرا معمول بن گیا...... میں نے ا
لڑکی سے محبت کی تھی، مگر میں جانتا تھا کہ اسے مجھ سے نہیں، میری دولت سے م
ہے...... میں یہ سب جانتا تھا لیکن اس کے باوجود آرزو تھی کہ وہ میرے قریب آئے...
اس لڑکی نے ایک بار میری توجہ میری گردن میں پڑے ہوئے تعویذ پر دلوائی...... اس
کہ یہ میلا کچیلا تعویذ میری گردن میں بہت بُرا لگتا ہے...... میں اسے کیوں لٹکائے
ہوں...... لڑکی کے کہنے پر میں نے اسے اتار پھینکا...... لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ اس تعو
کھول کر دیکھوں کہ اس میں ہے کیا...... جب میری محبوبہ چلی گئی تو میں نے اسے اٹھایا اور

ر کھول کر دیکھا...... مسٹر باطش اس تعویذ کے اندر کسی جانور کی انتہائی پتلی کھال یا جھلی پر
ب نقشہ اور اجنبی تحریر لکھی ہوئی تھی...... مجھے یوں لگا کہ جیسے اس تحریر کا میری زندگی سے
ئی گہرا تعلق ہے، لیکن وہ تحریر میں پڑھ نہیں سکتا تھا، وہ میرے لئے اجنبی تھی...... یہ تعویذ
یری گردن میں کہاں سے آیا اور جھلی پر لکھی ہوئی تحریر کا کیا مفہوم ہے...... یہ میری سمجھ
ں نہیں آیا، لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ خلش پیدا ہو گئی کہ میں اس کے بارے
ں معلوم کروں...... سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میرے ماضی کا راز دار صرف یہی ایک
عویذ تھا، ویسے تو میرے پورے وجود پر جو کچھ بھی تھا وہ تبدیل ہوتا رہتا تھا...... لیکن یہ
عویذ اس وقت کی چیز تھی، جب میں نجانے کہاں سے کہاں پہنچا تھا، نجانے کیوں میرے دل
ں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ اس تعویذ سے میری زندگی کا کوئی گہرا تعلق ہے، لیکن اس کی
ریر نہ پڑھ کر میں اپنی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جان سکتا تھا...... اس کے بعد یہ میرا
ب سے بڑا مسئلہ بن گیا کہ میں اس تعویذ کی تحریر کی تفصیل کس طرح معلوم کروں......
بے شمار لوگوں سے میں نے رابطہ قائم کیا، لیکن مسٹر باطش کوئی ایک شخص بھی مجھے ایسا نہیں
لا جو اس تحریر کا راز مجھے بتا سکے، پھر آپ کا تذکرہ آیا...... میں چونکہ آج تک اس سلسلے میں
بھٹکتا رہا ہوں کہ آپ کے بارے میں تفصیلات سننے کے بعد میرے دل میں یہ خواہش ابھری
ہ میں اس سلسلے میں آپ سے رجوع کروں...... آپ سے ملاقات ہو گئی ہے...... پہلے میں
نے آپ کی شخصیت کا جائزہ لیا اور اس کے بعد ہمت کر کے یہاں تک پہنچ گیا۔
باطش نے خشک نگاہوں سے اسے دیکھا...... نجانے کیوں اس شخص سے اسے ایک
ہی کوفت سی محسوس ہو رہی ہے...... وہ چند لمحات خاموش رہا پھر بولا۔
"تو میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔
"صرف اور صرف یہ، مسٹر باطش کہ آپ اس تعویذ کی تحریر پڑھنے کی کوشش
کیجئے...... اور اگر میری رہنمائی کر سکیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا"۔
"افسوس میں اس کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں"۔
"کیوں مسٹر باطش؟"۔

"بس نجانے کیوں، میں ایسے معاملات میں اپنے دل کی آواز کا تابع ہوں...... کوئی چ
اگر مجھے متوجہ کرتی ہے تو میں اس پر کام کرتا ہوں اور اب تو خاصے عرصے سے میں نے یہ کا
کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس کی وجہ آپ کو بتاؤں مسٹر آسٹومن اس کی وجہ میری بیوی ہے....
شادی کرنے کے بعد میں نے دل میں یہی سوچا تھا کہ اب زندگی کو صرف گھریلو زندگی ک
حیثیت دوں گا اور ان ہنگاموں سے نکل جاؤں گا...... کیا آپ شادی شدہ ہیں۔

"نہیں...... آسٹومن نے افسردہ لہجے میں کہا، میں تو زندگی سے اس قدر دور ہوں ک
شاید آپ یقین نہ کر سکیں"۔

"تب آپ اس بات کو نہیں سمجھ سکیں گے جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، یوں سمجھ
لیجئے کہ اب میں نے اپنی زندگی کے بقیہ لمحات اپنی بیوی کو دے دیئے ہیں اور یہ بہتر بھی ۔
کیونکہ آپ کے اس تعویذ میں کوئی ایسا راز نکل آیا...... جس نے مجھے اپنی جانب متوجہ کر لیا
میں اپنی بیوی سے کئے وعدے کو توڑنے کا سبب بن جاؤں گا۔

"لیکن یہ تو سوچئے باطش کہ اس میں کسی انسان کی زندگی چھپی ہوئی ہے...... میں ۔
آپ پر بڑا بھروسہ کیا ہے۔

"معذرت کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں"۔

"کوئی گنجائش نکالئے"۔

"میں شرمندہ ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی گنجائش نہیں نکال سکتا...... میری زندگ
محور اب بدل چکا ہے اور میں نے باقی زندگی اپنی بیوی کو دے دی ہے اور جو کچھ کر رہا ہو
صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ اسے خوشیاں حاصل ہو سکیں۔

"مسٹر باطش اس پر میری پوری زندگی کا انحصار ہے اور اس الجھی ڈور کے سلجھنے ۔
میں بھی انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا باعث بن جاؤں گا"۔

"میں جانتا ہوں لیکن"۔

"یہ ظلم ہے مسٹر باطش خماش آپ کو اپنے فن سے انصاف کرنا چاہئے"۔

"مجھے اپنے اصولوں سے انصاف بھی کرنا چاہئے...... باطش نے خشک لہجے میں کہا"۔

"گویا میں آپ سے مزید کوئی درخواست نہ کروں"۔

" آپ میرے وطن آئے ہیں، میرے مہمان ہیں، میرے دوستوں کے ساتھ
آئے ہیں میں اس کے علاوہ آپ کی ہر خدمت کیلئے تیار ہوں...... وہ کچھ دیر باطش کو دیکھتا رہا
پھر وہ مایوسی سے ہونٹ سکوڑ کر اٹھ گیا۔

"مجھے سخت افسوس ہے، مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ آپ میری مدد نہیں کریں گے۔

"شرمندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

"بہتر...... وہ وہاں سے اٹھا اور باطش نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھا دیا۔

"نہیں مسٹر خماش ظاہر ہے میں خوش ہو کر یہاں سے نہیں جا رہا...... دوست ہاتھ
ملاتے ہیں، وہ نہیں جنہیں دوستی نہ ملے...... اس نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا"۔

☆ ☆

بالطش خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر اس نے شانے جھٹکے اور کمرے سے باہر نکل آیا...... دل ہی نہیں چاہا تھا کہ اس کے لئے کچھ کرے، بس اس کی شخصیت بالطش کو پسند نہیں آئی تھی...... طہارہ نے اس کے بارے میں سوال کیا"۔

"کیا مہمان چائے پیئے بغیر چلا گیا"۔

"ہاں طہارہ"۔

"کون تھا؟"

"وہی پراسرار شخص آشو من جسے دیکھ کر دل میں ایک تصور ابھرتا ہے"۔

"معاف کرنا بالطش، کیا اس تصور میں کراہت نہیں ہوتی۔

"ہوتی ہے"۔

"وہ شخص عجیب و غریب نقوش کا مالک ہے، تم یقین کرو اسے جتنی بار بھی دیکھو، کے چہرے میں ایک نئی بات نظر آتی ہے، ایک نیا چہرہ اور اس کا کوئی بھی چہرہ دلکش نہیں ہو

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو"۔

"اس وقت یہاں وہ کیوں آیا تھا؟"۔

"اپنی شکل و صورت کی طرح ایک انوکھی کہانی لیکر"۔

"کیسی کہانی"۔

"ایک دلچسپ اور پراسرار کہانی...... بالطش نے مسکراتے ہوئے کہا......

"ویسے اصولی طور پر اسے تنہا یہاں نہیں آنا چاہئے تھا...... مسٹر ڈینئیل باش کی بالکل مختلف تھی، خاص طور سے ان کی بیٹی مجھے پسند آگئی تھی...... میں نے سوچا تھا کہ اگر

بارہ ملاقات بھی کروں گی، بہت اچھی لگی تھی مجھے وہ لڑکی۔

"ہاں"۔

"ویسے اگر مسز ڈینئیل پاش کا قیام لیبیا میں ہے اور وہ اپنے طور پر مصروف ہیں تو ان کی تو اس مصروفیت میں شریک نہیں ہو گی"۔

"میں نہیں کہہ سکتا"۔

"اگر میں اسے پھر سے دعوت دوں؟"۔

"تم دے سکتی ہو، تم چاہو تو میں مسٹر ڈینئیل کو فون کر دوں گا"۔

"لیکن وہ شخص کیا کہانی لیکر آیا تھا...... طہارہ نے پوچھا۔

اور بالطش نے اسے وہ کہانی سنادی، طہارہ دلچسپی سے ساری کہانی سن رہی تھی، پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ویسے میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنی فطرت کے برعکس کام کیا ہے، اس سے پہلے پ کسی چیز سے اس طرح گریزاں نہیں ہو جاتے تھے۔

"یہ بات نہیں ہے طہارہ، میں نے درحقیقت ایک طویل عرصے تک یہ سب کچھ کیا ہے، اپنی مرضی اور اپنی پسند سے کام کرنے کا عادی ہوں...... بہت عرصے تک میرے وست مجھے شادی کے لئے آمادہ کرتے رہے لیکن میں نے سوچا کہ شادی میری زندگی میں ناسب نہیں ہو گی...... اور میں دونوں میں سے کسی کو مناسب وقت نہیں دے سکوں گا...... ثادی کیلئے میرے ذہن میں یہی بات تھی کہ جب شادی کروں گا، اپنی زندگی کا رخ تبدیل لردوں گا، طہارہ بہر حال تم سے شادی کرنے کے بعد میں نے زندگی کا باقی حصہ تمہارے نام لردیا ہے...... طہارہ مسکرادی...... اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

" آپ یقین کریں بالطش میں بھی آپ کے ساتھ زندگی گزار کر بہت مطمئن ہوں"۔

"اصل میں طہارہ مجھے زندگی میں عجیب و غریب تجربات ہو چکے ہیں...... ایسے کچھ لوگوں کے لئے بھی میں نے کام کیا ہے، لیکن بعض جگہ بڑے تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا...... مثلاً یہ لوگ کسی بھی کہانی کو انتہائی پراسرار بنا کر میرے سامنے لائے...... اور جب میں نے ان

کے لئے کچھ کرڈالا تو بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے مجھے دھوکا دیا...... وہ نقشہ وہ تحریر کس
دفینے کی تھی جو خاص انداز میں دفن کیا جاتا ہے...... وہ اپنی الجھی ہوئی کہانی سنا کر د
تفصیل جاننا چاہتے تھے ہوا ہے، ایسا کئی بار ہوا ہے۔

"لیکن ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص بھی، میری مراد آسٹو من سے ۔
طرح کا انسان ہوگا"۔

"لیکن ہم دعویٰ سے تو یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ اگر آپ صرف یہ تحریر پڑھ
اگر آپ کو اس سے کچھ معلومات ہو سکیں تو اسے بتادیں...... اگر اس سلسلے میں کوئی
کرے آپ کو تو انکار کر دیں۔

"میں بتا چکا ہوں طہارہ، میرے تجربات اس کی اجازت نہیں دیتے"۔

"خیر...... آپ اس سلسلے میں مناسب سمجھتے ہیں، طہارہ خاموش ہوگئی۔

پھر دوسرے ہی دن شیما گیرن ہاش خود طہارہ کے پاس پہنچ گئی، ڈینیئل ہاش
کے ساتھ آیا تھا اور ڈینیئل ہاش نے کہا تھا۔

"کچھ مصروفیات ایسی چل رہی ہیں کہ میں اپنی بیٹی کو پورا وقت نہیں دے پارہا، ش
مجھ سے فرمائش کی کہ اگر ممکن ہو سکے تو میں اس کو تمہارے پاس چھوڑ دوں...... میں
سوچا کہ تمہیں ٹیلی فون کرلوں، لیکن شیما اس کے لئے بھی تیار نہیں تھی۔

" آپ نے بہت اچھا کیا، مسٹر ڈینیئل ہاش، اتفاق کی بات ہے کہ طہارہ نے
بات کی فرمائش کی تھی"۔

"چلئے پھر تو یہ ٹھیک ہے...... پھر مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور اس
باطش نے خود ہی آسٹو من کا ذکر چھیڑ دیا تھا"۔

"مسٹر آسٹومن یہاں آئے تھے"۔

"اوہ کب"۔

"کل کی بات ہے کل رات کو"۔

"خیریت"۔

"ہاں بس ویسے ہی ان کا قیام کہاں ہے، کیا آپ کے ساتھ نہیں رہتے"۔

"نہیں، میں نے کہا تھا کہ میں اپنے مشن پر آرہا تھا اور میرے دوستوں نے مجھ سے
فرمائش کی تھی کہ وہ تمہارا انوادر خانہ دیکھنا چاہتے ہیں...... میں نے سوچا میں تو آ ہی رہا ہوں،
ان کی بھی یہ خواہش پوری کر دوں۔

"گویا ان کا قیام کہیں اور ہے؟"

"ہاں ایک دوسرے ہوٹل میں...... ڈینیئل ہاش نے اس ہوٹل کا نام بتادیا"۔

"ویسے مسٹر آسٹومن کے آنے کی وجہ کیا تھی؟"

"بس یونہی ملاقات کیلئے آگئے تھے...... پھر شیما گیرن ہاش طہارہ کی فرمائش پر اس کے
ساتھ ہی رک گئی...... وہ طہارہ کو بہت پسند آئی تھی...... اور طہارہ اسے مختلف مقامات کی سیر
کراتی رہی تھی...... اس دوران ڈینیئل ہاش سے بھی کئی ملاقاتیں رہی تھیں...... اس کے
دوست بھی یکجا ہو جاتے تھے...... ایک دن ڈینیئل ہاش نے اسے اپنے ہوٹل میں بھی مدعو کیا،
لیکن اس ملاقات میں آسٹومن موجود نہیں تھا، پھر غالباً نویں دن کی بات ہے۔

شیما گیرن ہاش طہارہ کے پاس آگئی...... دونوں کی سیر وسیاحت کا پروگرام تھا......
باطش خماش نے اپنی بیوی کو اجازت دے دی تھی اور دونوں خواتین دوستوں کی طرح اکثر
سیر وسیاجت کو نکل جاتی تھیں...... اس دن بھی ایسا ہی ہوا تھا...... شیما اور طہارہ چل
پڑیں...... طہارہ نے اسٹیرنگ سنبھال رکھا تھا...... وہ بڑے پر اعتماد انداز میں ڈرائیونگ کر رہی
تھی اور باطش کو اس کے بارے میں کبھی تشویش نہیں ہوئی تھی...... اصل میں ڈینیئل ہاش کا
پروگرام یہاں کچھ طویل ہو گیا تھا...... اس کے دوست بھی اس کے پاس ہی موجود تھے اور ان
کا ساتھ ہی جانے کا ارادہ تھا...... سب اپنی اپنی تفریحات میں مشغول رہے تھے...... البتہ اس
دوران ڈینیئل ہاش سے تو بہت سی ملاقاتیں ہوئی تھیں...... دوسرے دوست بھی ملتے تھے
لیکن آسٹومن شاید ناراض تھا اور جان بوجھ کر ان کے ساتھ نہیں آیا تھا...... شام رات میں
تبدیل ہوگئی تھی...... لیکن ابھی تک دونوں خواتین کی واپسی نہیں ہوئی تھی...... جب رات
کے آٹھ بج گئے تو باطش خماش نے ڈینیئل ہاش کو اس کے ہوٹل ٹیلی فون کیا...... ڈینیئل ہاش

سے رابطہ قائم ہوا تو باطش نے کہا۔

"طہارہ اور شیما کیا ہوٹل میں موجود ہیں"۔

"نہیں میں خود ان دونوں کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ شیما مجھ سے ساڑھے سات بجے آنے کے لئے کہہ گئی تھیں اور وہ ایک ذمے دار لڑکی ہے"۔

"یہی کیفیت طہارہ کی بھی ہے، میں نے اس لئے الجھ کر تمہیں ٹیلیفون کیا تھا"۔

"ہو سکتا ہے کسی تفریح میں مشغول ہو گئی ہوں، ویسے باطش خماش تمہاری بیوی بھی ایک زندہ دل خاتون ہے...... بہت اچھے مزاج کی مالک۔

"طہارہ بھی ایک ذمے دار عورت ہے اور جانتی ہے اگر اسے دیر ہو جائے تو مجھے پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔

"تو پھر"۔

"نہیں اب اس قدر تشویش کی بات بھی نہیں ہے...... میں انتظار کر رہا ہوں"۔ باطش نے فون بند کر دیا...... اس کے ذہن میں نجانے کیوں الجھنیں پیدا ہو رہی تھیں...... کچھ د کے بعد فون کی گھنٹی بجی تو اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھالیا۔

"باطش میں ڈینئیل بول رہا ہوں"۔

"ہاں ڈینئیل خیریت"۔

"ابھی چند لمحے قبل شیما واپس ہوٹل پہنچی ہے"۔

"ہاں تو پھر"۔

"وہ تنہا ہے اور تمہاری کار بھی ساتھ لائی ہے"۔

"کیا؟" باطش کسی قدر حیران ہو گیا۔

"ہاں شیما تمہاری کار لائی ہے اور اس نے ایک پریشان کن کہانی سنائی ہے"۔

"کیا......؟" باطش کی پریشانی عروج پر پہنچتی جا رہی تھی"۔

"وہ دونوں شہر کے مضافات میں نکل گئی تھیں...... کافی فاصلے پر شاید کچھ آثار قدیمہ موجود ہیں...... طہارہ شیما کو وہ آثار قدیمہ دکھانے لے گئی تھی...... کھنڈرات میں شیما

کے مطابق ان لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا...... لیکن جب وہ کھنڈرات کا اندر سے ہ لے رہی تھیں تو انہوں نے باہر گاڑی کے رکنے کی آواز سنی تھی...... یہ اندازہ نہیں کا تھا کہ اس گاڑی میں کون تھا"۔

شیما اور طہارہ کھنڈرات کے مختلف حصوں کو دیکھ رہی تھیں...... پھر وہ ایک ایسی جگہ گئیں...... جہاں راستہ کچھ بھول بھلیوں کی شکل رکھتا تھا...... شیما کا بیان ہے کہ وہ چند ت کے لئے آگے بڑھ گئی تھی...... اور طہارہ کیمرہ درست کرتی رہ گئی تھی...... شیما چونکہ یڑھیاں طے کر کے نشیب میں رہ گئی تھیں اس لئے وہ اوپر طہارہ کو نہ دیکھ سکی...... البتہ منٹ تک طہارہ نظر نہ آئی تو اس نے اسے آوازیں دیں اور پھر حیران ہو کر اوپر واپس ...... طہارہ کا کیمرہ زمین پر پڑا ہوا تھا...... اور وہ خود موجود نہیں تھی...... اس کے بعد وہ رہ کو زور زور سے آوازیں دینے لگی...... اس نے قرب و جوار میں اسے تلاش بھی کیا...... نجانے کب تک اسے تلاش کرتی رہی، لیکن اسے طہارہ کا نام و نشان نہیں ملا تھا...... وہ زیادہ پریشان ہو گئی تھی...... اور پھر وہ واپس کار تک آگئی"۔

کار کے قریب ہی کسی دوسری کار کے نشانات بھی موجود تھے، لیکن وہاں اور کوئی نہیں ...... شیما کو صحیح طور پر راستے نہیں معلوم تھے...... وہاں پر بھی اس نے طہارہ کو تلاش کیا اور سخت دہشت زدہ ہو کر وہاں سے واپس چل پڑی...... راستہ نہ جاننے کے سبب وہ کہیں سے ں نکل گئی تھی...... پھر کافی دیر تک وہ ماری ماری پھرتی رہی اور آخر کار لوگوں سے راستہ چھتی ہوئی ہوٹل واپس پہنچی ہے"۔

"کیا واقعی" باطش خماش کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

"جو حالات ظاہر کر رہے ہیں وہ یہ ہیں باطش کہ طہارہ کو کسی نے اغواء کر لیا ہے...... رے خیال میں تمہیں فوراً پولیس سے رابطہ کرنا چاہئے"۔

باطش پریشانی کے عالم میں بول بھی نہیں سکا تھا...... ڈینئیل کی آواز پھر سنائی دی۔

"باطش حوصلہ کرو...... میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں...... کچھ دیر کے بعد ڈینئیل پنے دو دوستوں اور شیما کے ساتھ باطش کی کوٹھی پر پہنچ گیا تھا...... شیما گیرن ہاش نے

باطش کو ایک بار پھر پوری کہانی سنائی، لیکن باطش کے سوچنے سمجھنے کی قوتیں مفلوج
جا رہی تھیں...... وہ سمجھ ہی نہیں پارہا تھا کہ ایسا کس نے کیا...... اگر یہ کوئی مجرمانہ عمل تھ
شیما گیرن ہاش کو بھی طہارہ کے ساتھ ہی اغواء کرنا چاہیئے تھا...... اغواء کرنے والو
خاص طور سے طہارہ ہی کو کیوں اغواء کیا۔

باطش معمولی شخصیت نہیں تھی...... پولیس ڈیپارٹمنٹ کا ایک افسر اعلیٰ اس کی
اس کے گھر پہنچ گیا اور باطش نے اسے پوری تفصیل بتادی...... پولیس افسر نے بھی و
کہے تھے کہ اگر یہ صرف مجرمانہ کارروائی تھی تو دوسری لڑکی کو کیوں چھوڑ دیا گیا...... لا
کا کوئی جواب کسی کے پاس نہیں تھا...... البتہ اب باطش نے افسر سے کہا۔

"سنو آفیسر...... میں نے تمہیں گھر پر اس لئے تکلیف دی ہے کہ میں اغواء
نہیں چاہتا کیونکہ اس سے میری حیثیت متاثر ہوگی"۔

"سر! آپ اطمینان رکھیں ہم ان کی رپورٹ بھی درج نہیں کریں گے...... لا
سمجھ لیجئے کہ محکمہ پولیس آپ کے ساتھ ہے"۔

"ٹھیک ہے آفیسر! بے حد شکریہ...... میں ساری رات آپ کی طرف سے کسی
انتظار کروں گا"۔

"ڈینیئل نے اپنے دونوں دوستوں کو تو واپس بھیج دیا تھا...... لیکن شیما کے ساتھ
وہیں رک گیا تھا...... باطش کو وہ تسلیاں دیتا رہا تھا۔

پھر صبح ہوگئی...... صبح کو ڈینیئل اور شیما اس سے اجازت لے کر چلے گئے تھے۔
باطش کے لئے زندگی عذاب ہوگئی تھی...... کچھ عرصے قبل وہ باطش نہیں آتش تھ
ہر عمل اس قدر برق رفتاری سے کر گزرنے کا عادی تھا کہ دوسرا سوچتا ہی رہ جائے
جب اس نے اپنی زندگی میں ایک ٹھہراؤ قائم کیا تھا...... تو اس کے ساتھ یہ واقعہ
تھا...... بظاہر کسی سے کوئی ایسی دشمنی بھی نہیں تھی...... جس کی بناء پر وہ یہ سوچے کہ
کا کوئی معاملہ ہے...... خود طہارہ کی زندگی بھی صاف ستھری تھی اور اس کے نام
بھی کوئی دشمنی کا رشتہ وابستہ نہیں تھا...... سارا دن وہ ٹیلی فون کے قریب بیٹھا رہا کہ

کے بارے میں اسے کوئی اطلاع حاصل ہو، لیکن ایسا نہ ہوا...... پھر اس وقت رات کے
ا دو بج گئے تھے، جب اچانک اس کے ذہن میں ایک اور خیال آیا، ایک شخص ایسا ہے جس
ں سے ہاتھ نہ ملاتے ہوئے کہا تھا کہ میں خوش ہو کر واپس نہیں جا رہا ہوں...... ہاتھ
وں سے ملائے جاتے ہیں اور یہ شخص ظاہر ہے آسٹومن تھا...... باطش کو فوراً یہ خیال آیا
نے آسٹومن کی ایک گہری پریشانی کو نظر انداز کر دیا تھا...... یقینی طور پر آسٹومن کو
پہنچی ہوگی...... باطش کے انداز میں اضطراب پیدا ہوگیا...... اس نے یادداشت پر زور
کر آسٹومن کا پتہ یاد کیا، غالباً ڈینیئل ہاش ہی نے اسے بتایا تھا کہ آسٹومن ایک اور ہوٹل
ہرا ہوا ہے...... ایک لمحے کے لئے اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ آسٹومن سے
ت کی جائے...... اس ملاقات کے لئے اس نے تنہا ہی جانا مناسب سمجھا تھا...... کیونکہ
الجھ بھی سکتا تھا...... کسی طرح بھی سہی لیکن ڈینیئل ہاش اس کو اپنے ساتھ لایا تھا۔

اس نے پھرتی سے لباس تبدیل کیا اور خصوصی طور پر پستول نکال کر جیب میں
...... پھر کار لے کر نکل آیا...... تھوڑی دیر کے بعد وہ مطلوبہ ہوٹل میں داخل ہوگیا
یہ شہر کے خوب صورت ترین اور اعلیٰ معیار کے ہوٹلوں میں سے ایک تھا، دن رات
وس تھی، گو اس وقت ہال بڑی حد تک سنسان تھا، لیکن باطش کو اوپر جانے میں دقت
ہوئی، وہ اوپری منزل میں پہنچ گیا۔

دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، نجانے کیوں دماغ میں کسی خطرے کا احساس بھی
ا تھا، جو کمرہ نمبر اسے بتایا گیا تھا اس کے سامنے پہنچ کر وہ رکا اور اندر کی آوازیں سننے کی
ش کرنے لگا...... کچھ لمحوں کے بعد اس نے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور پھر
ہ کھل گیا...... سامنے آسٹومن کھڑا ہوا تھا...... اس نے چونک کر باطش کو دیکھا جیسے
نے کی کوشش کر رہا ہو، پھر وہ حیران لہجے میں بولا۔

"اوہو مسٹر باطش خماش"۔

"جی مسٹر آسٹومن"۔

"آیئے آیئے خیریت، اتنی رات گئے، کیا آپ تنہا ہیں یا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"معاف کیجئے گا مسٹر آسٹو من، میں تنہا ہی ہوں"۔

" آیئے آیئے...... وہ اسے اندر لے گیا...... پھر اس نے بڑے خلوص سے اسے کی پیش کش کی۔

"وقت کوئی بھی ہو، دوستوں کے لئے تو ہر وقت دروازہ کھلا رہنا چاہئے، حالانکہ نے مجھے اپنے دوستوں میں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا...... آسٹو من نے کہا...... با گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا...... آسٹو من کا چہرہ تو ویسے ہی بے تکا تھا...... چہرے سے کوئی بات معلوم کر لینا واقعی بڑا مشکل کام تھا۔

"فرمایئے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں...... اصل میں آپ کی اس وقت اس طرح حیران کن تو ہے میرے لئے"۔

"حالانکہ ہونی تو نہیں چاہئے...... باطش نے پر اسرار انداز میں کہا۔

"چلئے اگر آپ کہتے ہیں تو میں تسلیم کئے لیتا ہوں"۔

"میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا ہے مسٹر آسٹو من"۔

"جی کیا"۔

"غالباً اس دن میرے انکار سے آپ اس حد تک بد دل ہوگئے کہ آپ نے دینے کا فیصلہ کر لیا......؟ آسٹو من مسکرایا، پھر آہستہ سے بولا۔

"ملک آپ کا، شہر آپ کا، لیکن ایک روایت ہوتی ہے مسٹر باطش خماش کہ کسی کے پاس آتا ہے تو اس کی تھوڑی بہت خاطر ضرور کی جاتی ہے، یہاں ڈے ا سروس ہے۔ ہم لوگوں کے لئے کافی اس وقت بڑی پر لطف رہے گی"۔

"براہ کرم تکلف نہ کیجئے...... میں چاہتا ہوں کہ آپ معاملے کی بات کریں...... طاقتور حربے استعمال کر رہا تھا"۔

"ہر معاملے کی بات ہو جائے گی...... سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ ذ وسعت رکھ کر بات کی جائے"۔

"سب سے پہلے آپ یہ بات تسلیم کر لیجئے کہ آپ نے واقعی......" باطش

ادھورا چھوڑ دیا...... آسٹو من اپنی جگہ سے اٹھا...... ٹیلی فون پر اس نے روم سروس کو کافی لانے کی ہدایت کی اور پھر آہستہ قدموں سے چلتا ہوا واپس اپنی جگہ آ بیٹھا۔

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں مسٹر باطش جن پر انسان کی زندگی کا انحصار ہوتا ہے...... آپ مجھے خود بتایئے ایک معمولی سا کام تھا بے حد معمولی سا...... اگر آپ دوستانہ طور پر میری مشکل کا حل تلاش کر لیتے تو کیا اس میں کوئی حرج تھا"۔

"اور اس کے نتیجے میں آپ نے...... باطش نے پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیا...... وہ اپنے الفاظ کے تاثرات آسٹو من کے چہرے پر تلاش کرنا چاہتا تھا اور یہی سب سے بڑی مشکل تھی...... آسٹو من کا اس بارے میں نہ چونکنا اور خاموشی اختیار کر جانا اسے اس بات کا یقین دلا رہا تھا کہ آسٹو من نے ہی طاہرہ کو اغواء کیا ہے۔

روم سروس نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا...... دروازے پر دستک ہوئی اور آسٹو من جلدی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا...... پھر باطش نے اسے ویٹر کو واپس جانے کی ہدایت دیتے ہوئے سنا...... آسٹو من کافی کی ٹرے لئے ہوئے خود باطش کے پاس پہنچ گیا تھا...... اس کے ہونٹوں پر ایک مدھم مسکراہٹ کی لکیر کھنچی ہوئی تھی...... اس نے خاموشی سے گردن جھکا کر کافی بنائی اور ایک پیالی باطش کے سامنے سرکا دی...... دوسری اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"براہ کرم کافی پیئں مسٹر باطش...... ہمیں فوری طور پر ذہنی سکون کی ضرورت ہے...... گفتگو تو ہوتی ہی رہتی ہے"۔

" آپ نے کہا تھا یہ میرا شہر ہے، میرا ملک ہے، اس کے باوجود مسٹر آسٹو من؟"

"پلیز غلطی ہر ایک سے ہو جاتی ہے...... آپ سے بھی مجھ سے بھی...... آپ بھی جذباتی ہو سکتے ہیں اور میں بھی جذباتی ہو سکتا ہوں"۔

"تو پھر آپ طاہرہ کے سلسلے میں ذمہ داری قبول کرتے ہیں" باطش نے اپنے ان الفاظ کا اثر دیکھنے کے لئے کافی کی پیالی اٹھائی اور اس کے گھونٹ لینے لگا...... اب نجانے کیوں اسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ وہ صحیح جگہ پہنچ گیا ہے...... اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ اپنا

کام نہ کرنے کے بخار میں مبتلا ہو کر آسٹو من نے یہ قدم اٹھایا ہے۔

کافی کے چند ہی گھونٹ لئے تھے اس نے کہ دفعتاً اُسے اپنی پلکیں بوجھل محسوس ہونے
لگیں...... اس نے چونک کر آنکھیں پھاڑیں اور آسٹو من کو دیکھنے لگا...... آسٹو من کا چہ
دھندلاتا جا رہا تھا...... باطش کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا...... لیکن صورت حال اب سمجھنے کے
قابل ہی نہیں رہی تھی...... اس کا ذہن آہستہ آہستہ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

آسٹو من ضرورت سے زیادہ چالاک انسان تھا...... یہاں تک کہ باطش کا سر ا
صوفے کی پشت سے ٹک گیا جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا...... کافی میں یقینی طور پر کوئی خواب آور د
ملائی گئی تھی...... آسٹو من ویٹر سے کافی کی ٹرے لینے کے لئے اٹھا تھا...... اس نے خود کافی
ایک گھونٹ بھی نہیں لیا تھا...... لیکن اب یہ تمام احساسات باطش کے ذہن میں نہ
تھے...... وہ دنیا سے بے خبر تھا۔

☆......☆

پھر نجانے کب اسے ہوش آیا تھا، لیکن اس وقت بھی اس کی آنکھوں کے سامنے
ین دائرے رقص کر رہے تھے...... وہ اپنے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس کر رہا تھا،
ے آ رہے تھے اور یوں لگ رہا تھا جیسے بدن ہل رہا ہو...... اس نے دونوں ہاتھوں سے
پکڑ لیا...... پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا، لیکن اتنا شدید چکر آیا اسے کہ اس نے گرنے
ے بچنے کے لئے میز کا سہارا لیا...... میز پر کوئی ڈیکوریشن پیس رکھا ہوا تھا جو گر کر ٹوٹ
...... ڈیکوریشن پیس کے ٹوٹنے کی آواز کمرے میں پھیلی تو دروازے پر آہٹ ہوئی......
ش نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دروازے کی جانب دیکھا تھا...... سادہ سے لباس میں ملبوس
ے لڑکی کھڑی ہوئی تھی، وہ باطش کے قریب آ گئی۔

"آپ براہ کرم بیٹھ جائیے"۔

"یہ...... یہ کمرہ ہل رہا ہے"۔

"اسی لئے آپ سے عرض کر رہی ہوں کہ بیٹھ جائیں...... باطش نے اپنے آپ کو
نبھالنے کی کوشش کی...... پھر بولا"۔

"تم کون ہو......"

"آپ مجھے ریشاء کے نام سے بلا سکتے ہیں"۔

"یہ...... یہ کمرہ کیوں ہل رہا ہے"۔

"کیونکہ یہ کوئی کمرہ نہیں ہے بلکہ ایک بڑے اسٹیمر کا کیبن ہے، جو سمندر میں لنگر انداز
ے...... لڑکی نے سکون سے جواب دیا اور باطش کے ذہن میں ایک بار پھر گرم گرم لہریں دوڑ

گئیں"۔

"لیکن مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے اور...... اور......"۔

"اس کے بارے میں مسٹر آسٹومن ہی آپ کو جواب دے سکیں گے...... لڑکی نے بے خوفی سے کہا اور باطش اچھل پڑا۔

"مسٹر آسٹومن......"۔

"جی...... لڑکی نے جواب دیا"۔

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں...... باطش نے خود کو سنبھال کر مکمل طور پر سنجیدہ لہجے کہا۔

" آپ تشریف رکھئے، میں انہیں آپ کے جاگ جانے کی اطلاع دیتی ہوں، ویسے آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو براہ کرم مجھے بتا دیجئے"۔

"نہیں شکریہ، بس آپ اتنا کریں مس ریشاء کہ آسٹومن کو فوری طور پر میرے بھیج دیں۔

"بہتر...... لڑکی باہر نکل گئی...... باطش نے محسوس کیا تھا کہ دروازہ باہر سے بند گیا ہے...... وہ پھر اپنی جگہ جا بیٹھا...... لیکن اب اس کا پورا وجود آگ میں جھلس رہا تھا... شخص اس قدر خطرناک نکلے گا اس نے سوچا بھی نہیں تھا...... بظاہر تو وہ بس ڈینئیل ہاش ساتھ آنے والا ایک شخص تھا، لیکن یہاں اس کے ایسے وسائل کہاں سے پیدا ہو گئے... اسے ایک بار پھر طہارہ کا خیال آیا اور وہ مضطرب ہو گیا...... اس خطرناک شخص نے طہار ساتھ نجانے کیا سلوک کیا ہو گا...... اس کے دل میں آسٹومن کے لئے نفرت کا ٹھاٹھیں مارنے لگا...... تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور اس نے آسٹومن کو دیکھا... ایک خوبصورت لباس میں ملبوس اس کے سامنے کھڑا تھا...... اندر آکر اس نے اپنے مخص لہجے میں کہا۔

"اپنی اس چھوٹی سی جھونپڑی میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں مسٹر باطش"۔

"تم مجھے بتا چکے ہو کہ تم نے اپنی زندگی مجرمانہ طور پر گزاری ہے...... لیکن انتہا

تم کا جرم کرتے ہو گے تم...... یہ انداز کسی پروقار شخصیت کے نہیں ہوتے"۔

"شاید...... لیکن آپ آرام سے بیٹھئے...... ہم لوگ جو کچھ بھی ہیں...... لیکن گفتگو سلیقے سے کرنا چاہتے ہیں۔

"طہارہ کہاں ہے...... باطش نے سوال کیا"۔

"میڈم اسی اسمیٹر پر موجود ہیں اور نہایت آرام سے ہیں...... میں نے ان کی عزت اور حترام میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔

"اسے یہاں لے آؤ...... باطش نے غرا کر کہا۔

"میں جانتا ہوں...... آپ کے ذہن میں اس وقت میرے لئے شدید غصہ اور نفرت وگی...... لیکن بہرحال جب انسان اپنے مسائل میں اس قدر الجھ جاتا ہے کہ اخلاقیات کھو یٹھے تو پھر اس سے کسی بہتری کی توقع رکھنا فضول ہوتا ہے۔

"تو تم اپنے کام کے لئے مجھے بلیک میل کرنے پر اتر آئے...... ویسے مسٹر آسٹومن اس سے پہلے بھی میرا واسطہ تم جیسے لوگوں سے پڑ چکا ہے...... تم پہلے انسان نہیں ہو، تم سے پہلے ے عجیب عجیب سر پھرے میرے پاس نقشے لے کر پہنچے ہیں...... میں نے ان میں سے چند امدد بھی کی ہے لیکن نتائج بہتر نہیں نکلے اور وہ میرے دشمن بن گئے...... انہوں نے میری ندگی کی زنجیر کاٹنے کی کوشش کی، اس خوف کے تحت کہ کہیں نقشے کا راز پا کر میں خود بھی ن خزانوں کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں جو زمین میں پوشیدہ ہیں...... یہ نقشے اس کے لاوہ اور کیا دلکشی رکھتے ہیں...... آسٹومن کا چہرہ رنگ بدلنے لگا...... پھر اس نے آہستہ سے ہا۔

"لیکن میری کہانی فریب نہیں تھی مسٹر باطش......"

"ان سب نے بھی یہی کہا تھا...... باطش نے جواب دیا...... آسٹومن خاموشی سے ے دیکھتا رہا...... پھر بولا۔

"بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ انہی لائنوں پر غور کرتے جن کے بارے میں میں نے آپ کو یا تھا...... میری پوری زندگی الجھی ہوئی ہے...... مسٹر باطش خماش اور میں اپنی اس زندگی کی

ڈور کو سلجھانا چاہتا ہوں...... تاہم اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ جو تعویذ میں آپ کو دَ
چاہتا ہوں وہ کسی خزانے کا نقشہ ہے...... تب اس خزانے کا تعلق بھی میرے ماضی
ہوگا...... میں ہر قیمت پر اسے تلاش کرنا چاہتا ہوں...... سوری مسٹر باطش بڑی امیدیں
کر آپ کے پاس آیا تھا...... آپ نے اپنے دوست ڈینیئل باش کا بھی خیال نہیں کیا
بہر حال اب میں آپ سے بالکل دوٹوک گفتگو کرنا چاہتا ہوں...... میں ہر حال میں آپ کی
چاہتا ہوں...... آپ کو ہر قیمت پر اس پر اسرار تحریر کا راز مجھے بتانا ہوگا اور اگر آپ نے اب
کیا تو معاف کیجئے گا...... پھر کسی بھیانک المیئے کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے"۔

"میری بات سنو...... اگر تم واقعی سچ بول رہے ہو تو شاید میں تمہاری مدد کر سکوں
لیکن دوسری صورت بھی ممکن ہو سکتی ہے"۔

"وہ کیا...... !

"طہارہ کو میرے حوالے کر دو...... میں اس تحریر کو پڑھنے میں تمہاری مدد کر
گا...... تمہیں اس کے بارے میں تفصیل بتا دوں گا...... ویسے طہارہ کے معاملے میں تم نے
کچھ کہا ہے وہ سچ ہے ناں...... !

"ہاں مسٹر باطش میں نے جھوٹ نہیں بولا...... میں نے اسے کھنڈرات سے اغواء کر
تاکہ آپ کو اپنی مدد پر آمادہ کر سکوں...... بہر حال آپ نے یہ تو بہت ہی اچھا کیا کہ تنہا ہی
تک آ پہنچے...... اگر آپ اپنی طاقت کا مظاہرہ قانون کے حوالے سے کرتے تو یقین کیجئے
زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرتے آپ...... یہاں تنہا آ کر آپ نے اپنے اور میر
درمیان گفتگو کے راستے کھلے رکھے ہیں"۔

"میں طہارہ سے ملنا چاہتا ہوں"۔

"نہیں یہ ابھی ممکن نہیں ہے...... آسٹومن نے سرد لہجے میں کہا"۔

"کیوں......"۔

"میں چاہتا ہوں مسٹر باطش کہ پہلے آپ میری مدد کریں...... اس نقشے اور تحر
پڑھیں...... اس کا اصل تلاش کریں...... آپ آخری آدمی ہیں میرے لئے اس کے بعد

ندگی میں، میں کسی اور شخص کو تلاش کرنے کی ہمت نہیں رکھتا اور آپ کو میں اس انداز میں
ہیں چھوڑ سکتا...... چاہے بقیہ زندگی اس جستجو میں گزر جائے۔

باطش نے کچھ لمحے سوچا...... پھر آہستہ سے بولا...... "ٹھیک ہے میں تیار ہوں لیکن
لہارہ کو مجھ تک پہنچا دو۔

"اس کے لئے میں معذرت چاہوں گا، وہ آپ کو اس وقت تک نہیں مل سکتی مسٹر
باطش جب تک کہ میرا مسئلہ حل نہ ہو جائے...... میں جانتا ہوں انسانی فطرت کے مطابق
آپ کے دل میں میرے لئے نفرت انتہا کو پہنچ چکی ہو گی...... آپ کو طہارہ کی طلب ہے اور
مجھے اپنے ماضی کی تلاش ہے...... لیکن میں اپنا ماضی تلاش کئے بغیر آپ کو طہارہ سے نہیں
ملنے دوں گا...... سوچ لیجئے اور غور کر لیجئے...... میں آپ کو وقت دے رہا ہوں...... وہ اچانک ا
پنی جگہ سے اٹھا اور کیبن سے باہر نکل گیا...... باطش منہ کھول کر رہ گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد باطش نجانے کیا کیا سوچتا رہا...... اس بات کا اسے یقین ہو چکا تھا
لہ طہارہ اس کے پاس ہے اور بہر حال اب اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی کہ اس سے
عاون کیا جائے...... پھر رات کو اسے کیبن سے نکال کر اسٹیمر ہی کے ایک حصے میں لے جایا
لیا، یہاں اس نے آسٹومن کو کھانے پر اپنا منتظر پایا...... لیکن ساتھ ہی یہاں کچھ اور افراد بھی
موجود تھے، جنہیں دیکھ کر ایک بار پھر اس نے سوچا کہ آخر یہ افراد اس شخص نے کہاں سے
جمع کر لئے...... یہ مقامی نہیں تھے بلکہ غیر مقامی لوگ تھے...... آسٹومن نے مسکرا کر کہا

"تشریف رکھئے مسٹر باطش، یہ تمام لوگ آپ سے متعارف ہیں اور امید ہے
آگے چل کر آپ بھی ان سے متعارف ہو جائیں گے۔

" آگے چل کر...... اس سے تمہاری کیا مراد ہے، باطش نے سوال کیا"۔

"میرا مطلب ہے ہر کام آہستہ آہستہ ہونا چاہئے۔

"ٹھیک ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں"۔

"بہتر یہ ہوگا مسٹر باطش خماش کہ آپ بھی ہم لوگوں کے ایک مخلص ساتھی بن
جائیں...... معذرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے ہمارا ساتھ دینے میں جس پس و پیش

سے کام لیا ہے اس نے ہمارے درمیان ایک خلاء پیدا کر دیا ہے۔

"خیر مسٹر آسٹومن خلاء پیدا بھی ہوتے ہیں اور پُر بھی ہو جاتے ہیں...... باطش نے جواب دیا۔

"ہاں یہ تو ہے"۔

"تو اب آپ کا کیا فیصلہ ہے مسٹر باطش"۔

"ان تمام لوگوں کے سامنے مجھے رسوا کرنا چاہتے ہو تو یہی سہی، میں ہتھیار ڈال ہوں۔

"نہیں مسٹر باطش، مجبوراً ایسا کرنا پڑا ہے لیکن اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون پر آ ہو گئے ہیں تو ہتھیار ڈالنے کا تصور ذہن سے نکال دیں، آپ ہمارے ایک معزز ساتھی ہیں اب ہم صرف دوستوں کی طرح گفتگو کریں گے...... کھانا شروع کیجئے...... میں آپ کے سے بے حد خوش ہوں...... آسٹومن نے سرد لہجے میں کہا...... اور سب نے کھانے کی جا ہاتھ بڑھا دیئے۔

ہر چند کہ باطش خماش کے ذہن میں نفرتوں کا لاوا ابل رہا تھا، کوئی شخص اگر کسی کو علمی کام لینے کے لئے اس طرح مجبور کرے تو علم رکھنے والے شخص کو اپنے آپ پر قا واقعی مشکل ہو جاتا ہے...... باطش جیسا شخص جو بڑے لطیف خیالات رکھتا تھا اس وقت عمل سے گزر رہا تھا وہ اس کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا...... لیکن اب اس نے اچھی محسوس کر لیا تھا کہ صورت حال بالکل مختلف ہے...... طاہرہ اس کی دیوانگی تو نہیں تھی بہر حال زندگی کے سفر میں اس کی ساتھی ضرور تھی، وہ ایک بہت ہی اچھی بیوی ثابت تھی...... اس کے لئے بہر حال کھانے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اسے واپس اس کیبن میں بھیج دیا گیا...... آسٹومن نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اب اس سلسلے میں اس کا دوسر کیا ہو گا...... باطش کو خود بھی سوچنے کا موقع مل گیا تھا...... کچھ عجیب سے احساسات دل آ رہے تھے...... ڈینیئل ہاش لیبیا میں آنے کے بعد اپنے معاملات میں مصروف ہو گیا پھر ویسے بھی اس کی شخصیت ایسی نہیں تھی جس پر شک کیا جائے...... لیکن آسٹومن

خصیت کو اپنے ساتھ لا کر باطش خماش کے لئے عذاب بنا دینے کے پس منظر میں کچھ اور بھی و سکتا تھا...... دنیا کے رنگ ذرا مختلف ہوتے ہیں بہت اچھے دوست کبھی کبھی لالچ میں آ کر ہت بڑے دشمن بن جاتے ہیں...... ممکن ہے ایسا ہی ہو...... اس کا اندازہ بعد میں با آسانی ہو جائے گا...... آنے والے وقت میں اگر ڈینیئل ہاش اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش بھی رے تو نہ چھپا پائے گا اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اس کام کو اپنا مقصد بنا لیا جائے...... آسٹومن یہاں تنہا نہیں آیا تھا، یہ تمام افراد جو اس کے ساتھ تھے غیر مقامی تھے وران کے حصول کے لئے اسے خاصی مشکلات سے گزرنا پڑا ہو گا"۔

نجانے کب تک وہ سوچتا رہا، پھر خاصی رات گئے آسٹومن اس کے پاس پہنچ گیا، اس کے جسم پر اس وقت بھی ایک خوبصورت لباس تھا اور وہ کامیابی سے مسکرا رہا تھا...... باطش خماش کے پاس بیٹھ کر اس نے کہا۔

"اور اب میں چاہتا ہوں مسٹر خماش کہ تم اپنے کام کا آغاز کر دو، میں اپنی زندگی کی سب سے قیمتی چیز تمہارے حوالے کر رہا ہوں لیکن یوں سمجھ لینا کہ اس قیمتی چیز کا بدل دوسری قیمتی چیز یعنی تمہاری بیوی ہے...... کسی قسم کا کوئی فریب یا مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش اپنے طور پر کر سکتے ہو اور شاید تم اس میں کامیابی بھی حاصل کر لو، لیکن نتیجے میں تمہیں اپنی ایک بہت ہی پیاری شخصیت کھو دینی پڑے گی۔

"دھمکیاں دے کر دوست بنانے کا طریقہ شاید آپ ہی کو آتا ہے مسٹر آسٹومن"۔

"نہیں...... تم نہیں سمجھتے مائی ڈیر باطش، کتنی ذہنی اذیتوں کا شکار ہوں میں...... ایک شخص جو اپنے آپ کو نہیں جانتا ہے یہ نہیں معلوم کہ وہ خود کون ہے؟ یہ جاننا چاہتا ہے کہ کیا اس تعویذ میں اس کی شخصیت کا کوئی راز پوشیدہ ہے یا پھر......"

"دیکھو میری جان میں نے زندگی میں بہت کچھ کیا ہے، ایسے کھیل درجنوں بار میرے سامنے آئے ہیں، تم اس تحریر کو ایک پر اسرار رنگ دے کر مجھ سے اس کی تفصیل جاننا چاہتے ہو، لیکن تمہارے دل میں کیا ہے اس کا بھی مجھے اندازہ ہے"۔

آسٹومن عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا...... پھر بولا...... "یہ تمہاری غلط فہمی ہے"۔

"اگر یہ میری غلط فہمی ہے تو کیا تمہارے ساتھ بیرونی دنیا سے آنے والے یہ تمام لوگ
بھی صرف تمہاری شخصیت کو جاننا چاہتے ہیں"۔

آستومن کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... پھر اس نے کہا..... "دنیا بہت بڑی
ہے اور میں اس بڑی دنیا کا ایک بڑا انسان ہوں، میں جانتا ہوں کہ جب تک کسی کو لالچ نہ د
جائے، کسی کو کسی بھی شکل میں مجبور نہ کر دیا جائے، کوئی کسی کے ساتھ ہمدردی سے کام
آمادہ نہیں ہوتا..... یہ لوگ بھی میرے ساتھ کسی لالچ میں آئے ہیں اور تم یقین کرو،
بڑے مضبوط اور توانا لوگ ہیں اور مستقبل میں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں جو میں ان سے
چاہوں..... کیا اس سے زیادہ اور کچھ کہنا میرے لئے ضروری ہے"۔

"لاؤ یہ تعویذ مجھے دے دو..... کاغذ قلم وغیرہ کا بندوبست بھی کرو..... لیکن ایک بار
کو ذہن نشین رکھنا، اس کی تحریر اس وقت تمہارے سامنے آئے گی جب تم طاہرہ کو میرے
حوالے کر دو گے۔

"بعد کی باتیں بعد کے لئے چھوڑ دو..... اس وقت تم مجھ سے سودا بازی کرنے
پوزیشن میں نہیں ہو..... اس لئے ایسا سب کچھ نہ کہو..... تم سے تو میری زندگی کے بہت
مسائل وابستہ ہیں..... میں تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گا"۔ پھر مختصر سی گفتگو
بعد وہ تعویذ باطش خماش کے حوالے کر کے چلا گیا..... باطش خماش نے تیز روشنی کا انتظ
کیا..... اور پھر قلم اور کاغذ لے کر بیٹھ گیا..... تعویذ کی جھلی کو کھول کر اس نے اس میں سے
بوسیدہ کاغذ نکالا..... جو کسی جھلی ہی کا بنا ہوا تھا اور اس پر ایک تحریر نمایاں تھی..... باط
خماش نے اپنی زندگی میں بہت سے راز حل کئے تھے..... یہ احساس بھی اس کے دل میں تھ
اگر وہ تعویذ کی تحریر نہ پڑھ سکا اور دوسرے لوگوں کی مانند اس نے آستومن سے یہی کہا
آستومن اس بات کو تسلیم کر لے گا اور اگر نہیں کرے گا تو اس کے بعد اس کا رویہ کیا ہ
بجائے اس کے کہ اب نئے نئے جھگڑے پیدا کئے جائیں، جب یہاں تک عمل ہو گیا۔
آستومن کو اس کاغذ کی تحریر کے بارے میں تفصیل معلوم ہو جانا چاہئے۔ باطش خماش
تحریر میں کھو گیا اور اس کے بعد وہ یہ بھول گیا کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے..... اس کا

پر چل رہا تھا..... تحریر بڑی عجیب تھی..... ناقابل یقین سی کیفیت کی مالک قدیم چینی
ں کو قدیم عربی زبان میں جوڑ کر جملے ترتیب دیئے گئے تھے..... نقوش بنائے گئے تھے اور یہ
خاص جگہ کی نشاندہی کرتے تھے..... لیکن ان جملوں کو مربوط کر کے اس میں سے چینی
ن کے ٹکڑے الگ اور عربی زبان کے ٹکڑے الگ کر دیئے جائیں تو کیا عجیب و غریب
یب بن جاتی تھی..... باطش خماش اس تحریر کو الگ الگ کرتا رہا..... بہت مشکل کام تھا
کو سمجھنا بھی..... لیکن باطش خماش جیسے تجربہ کار آدمی نے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ
ی زبان کے مخصوص الفاظ کو جن کے صرف نقوش ہوا کرتے ہیں..... عربی زبان سے جوڑ
یک انتہائی پراسرار تحریر بنائی گئی تھی اور یہ کسی عام انسان کا کام نہیں تھا..... اگر وہ بے پناہ
حیتوں کا مالک نہ ہوتا تو اس کے فرشتے بھی اس تحریر کو نہیں پڑھ سکتے تھے..... اس نے
یر کا راز حاصل کر لیا..... چینی زبان الگ اور عربی زبان الگ کرنے کے بعد اس نے جب یہ
یر پڑھی تو اس کے چہرے پر عجیب سی کیفیت پھیل گئی..... اس کے نقوش تبدیل ہو گئے
ے..... وہ انتہائی حیران نظر آ رہا تھا..... پھر اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

"ناممکن..... آہ، کیسی انوکھی بات ہے..... یہ کیسے ممکن ہے، اس کا مطلب ہے کہ
ٹومن ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ خود بھی اپنی حقیقت سے ناآشنا ہے۔ بالکل..... کم از کم یہاں
ٹومن کی سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا..... آستومن کی سچائی سے انکار نہیں کیا جا سکتا.....
ی طور پر نہیں کیا جا سکتا" اور پھر باطش خماش کے دل میں انتقام کی ایک لہر اٹھی..... اس
س نے اگر اپنے آپ کو بہت زیادہ چالاک سمجھ کر مجھے اس طرح اپنے قابو میں کر لیا ہے تو
میرے پاس وقت ہے..... اب یہ میں ہوں جو اس سے انتقام لے سکتا ہوں..... آہستہ
ستہ باطش خماش کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے آہستہ سے دانت بھینچ کر کہا۔

"اسے سزا ملنی چاہئے..... وہ اسی قابل ہے، یقینی طور پر وہ اسی قابل ہے"۔ باطش خماش کا
ہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اس سرخی میں ایک انتہائی پراسرار کیفیت نظر آ رہی تھی..... اس کی
کھوں میں ایک تیز چمک تھی۔ اس کے بعد اس نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالے جو اب تک اس نے
تیب دیئے تھے..... اس کے بعد اس نے ان کاغذوں کو جلا کر راکھ کر دیا..... اور صرف ایک

کاغذ کو پھیلا کر اس کی تحریریں لکھیں...... اور ان کے نشانات کو واضح شکل دینے لگا......
رات تک وہ اپنے کام میں مشغول رہا تھا اور اس کے بعد فارغ ہو گیا...... لیکن فارغ ہو
بعد جب اس نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذ پر نظر ڈالی تو اس کے ہونٹوں پر ایک پرا
مسکراہٹ پھیل گئی...... ایک پراسرار اور سفاک مسکراہٹ، وہ دیر تک اسی انداز میں
میں ڈوبا رہا...... پھر تمام چیزیں اپنی جگہ رکھنے کے بعد وہ اپنے بستر پر جا لیٹا اور اس
داستان پر غور کرنے لگا...... یہ ناقابل یقین داستان عقل و فہم سے بالاتر تھی...... لیکن
قدیمہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے ایسی پراسرار داستان کے وجود سے منکر نہیں
تھا...... عجائبات عالم میں نجانے کیا کیا کچھ بھرا پڑا تھا...... اکثر کا وہ مشاہدہ کر چکا تھا اور
اس کے لئے انتہائی متاثر کن تھی، لیکن...... لیکن...... اگر یہ تحریر عملی شکل میں آ جا
ایک بار شاید ایک بار پھر اسے مہم جوئی کے دور میں واپس لوٹنا پڑتا، ان ناقابل یقین واقعہ
اس طرح نظر انداز نہیں کر سکتا تھا...... اور اب یہ ضروری تھا کہ وہ آسٹو من کے سا
ہو کر اس مہم کو سرانجام دے اور آسٹو من کو طہارہ کے اغواء کی سزا دے اور یہی
مناسب ہے...... یقیناً یہی سب کچھ مناسب ہے...... ٹھیک ہے مسٹر آسٹو من تم نے
چالاکی سے اپنا کام مجھ سے سرانجام دے لیا...... لیکن آنے والا وقت تم پر جس طرح
گا...... وہ تم کیا اس دور کی تاریخ نہیں بھول سکے گی...... دوسری صبح آسٹو من اس کے
پہنچ گیا...... اس کے چہرے پر بے چینی نظر آ رہی تھی...... اس نے آتے ہی کہا"۔

"مجھے نا جانے کیوں یقین ہے مسٹر خماش کہ آپ ضرور اس تحریر کے بارے
نہ کچھ معلومات حاصل کر چکے ہوں گے"۔

"میں تو صرف اس بات پر متعجب ہوں کہ کیا تم نے اس سے پہلے اس تحریر کو
پڑھوانے کی کوشش نہیں کی"۔

"کیا مطلب؟"

"وہ اس قدر مشکل تو نہیں ہے"۔

" آہ...... یہ...... یہ صرف تمہاری مہارت ہے...... میرے دوست صرف

ت ہے...... ورنہ میں نے اس کے لئے کیا کچھ نہیں کیا...... براہ کرم مجھے بتاؤ کیا...... وہ
ر تم نے با آسانی سمجھ لی"۔ میں نے کہا نا وہ اس قدر مشکل نہیں تھی لیکن۔؟

"لیکن سے آگے کیا ہے......؟" آسٹو من نے بے چین لہجے میں کہا"۔

"مجھے اس کا پس منظر نہیں معلوم ہو سکا"۔

"خدا کے لئے...... خدا کے لئے مجھے واضح الفاظ میں سمجھاؤ...... میں سمجھ نہیں سکا"۔
و من کے لہجے میں عاجزی پیدا ہو گئی...... باطش خماش نے تعویذ اور اپنا لکھا ہوا کاغذ نکال
...... پھر بولا"۔

"اگر تم سمجھ سکو تو میں تمہیں سمجھاؤں...... یہ تحریر چینی اور عربی زبان کے قدیم الفاظ
ڑ کر بنائی گئی ہے" اور میں نے جو اس کی تفسیر لکھی ہے اسے تم با آسانی پڑھ سکتے ہو، دیکھو
نکیانگ کے نزدیک کا پہاڑی علاقہ ہے۔ کوہ قراقرم کے بائیں سمت تبت کے ساتھ ساتھ
پوش چوٹیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور وسیع و عریض برفانی میدانوں کا بھی، لیکن نہیں تم
سمجھو" باطش نے وہ تعویذ اس کے سامنے پھیلا دیا"...... اور بولا۔

"ممکن ہے دنیا کے مختلف مذاہب کے بارے میں تمہاری معلومات زیادہ نہ ہوں، یہ
ات بدھ مذہب کی علامت ہیں اور یہ قدیم تبتی زبان سے ترجمہ کئے گئے ہیں، قراقرم کے
ل ت یہ ان اس راستے کی نشاندہی کرتی ہے۔ گویا تمہارے اس نقشے میں اس طرف
رد کیا گیا ہے اور یہ اشارے مسلسل موجود ہیں اور پھر یہ گول دائرہ کسی بڑے میدان کا نشان
اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کوئی بہت بڑی چٹان جس کے نیچے کھودنے کا اشارہ کیا گیا
...... یہ تمام تحریر ٹکڑوں کی شکل میں ہے...... مثلاً اس نشان کے ساتھ ساتھ یہ جملہ
اس سمت سو قدم یہ دوسرا جملہ ہے۔ چٹان کے نیچے ایسے ہی چھوٹے چھوٹے اشارتی
...... لیکن اصل جگہ یہ میدان ہی ہے۔ خیر...... لیکن اس تحریر میں شاید کچھ نام بھی شامل
گئے ہیں...... یہ نام میری سمجھ میں نہیں آتے" آسٹو من بے اختیار ہو گیا...... وہ آگے
کر باطش خماش سے چمٹ گیا تھا...... اس نے کہا"

" آہ...... میں اگر مجبور نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ یہ سب کچھ نہ کرتا...... لیکن یقین

کرو...... جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ بالکل درست ہے اور میرا دل ان تمام باتوں کو قبول
ہے...... آہ...... مجھے تمہاری مسلسل رہنمائی کی ضرورت ہے...... باطش خماش خدا کے
اپنے دل سے میرے خلاف بدگمانی نکال دو...... تم...... تم میری رہنمائی کرو"۔

"اور اگر میں نے انکار کیا تو تم میری بیوی کو مارنے کی دھمکی دو گے" باطش
زہریلے لہجے میں بولا۔

"نہیں میرے دوست...... میں تمہاری محبت تمہاری مفاہمت چاہتا ہوں......
راستوں پر سفر کریں گے...... اور اختتام پر پہنچ کر ہمیں جو کچھ بھی حاصل ہوگا...... اس
تمہارا بھی ایک برابر کا حصہ ہوگا...... میں وعدہ کرتا ہوں، دیکھو میرے دوست کو
انسان جو اپنی زندگی سے بھٹک رہا ہو، اگر کسی ایسے مسئلے میں کسی کی مدد چاہتا ہے تو اس
میں خلوص ہوتا ہے...... میں...... میں یہ سمجھ لو کہ پوری زندگی تڑپتا اور ترستا رہا ہوا
آہ...... تم میری منزل تک مجھے پہنچا دو"۔

"ٹھیک ہے، اس کے لئے ایک شرط ہوگی"۔

"کیا؟"۔

"طہاہ کو میرے پاس پہنچا دو...... زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ اس سے ما
کر کے اسے گھر جانے کی ہدایت کر دوں گا...... اس کو ساتھ رکھنا بے شک ضرور
ہے...... باطش خماش کے ان الفاظ پر اس کے چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار نظر آ
تھے...... کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

"دیکھو مسٹر خماش...... زندگی اور موت کے مسائل اس قسم کی جذباتی کیفیات
نہیں ہونے دیتے...... میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کبھی تعاون نہ کرتے اور
مجبوری مجھے تمہاری بیوی کو اپنے قبضے میں کرنا پڑا...... اس کے ذریعے مجھے ایک نتیجہ
ہوا...... لیکن آنے والے وقت میں اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ شاید تم اس طر
ساتھ نہ دو...... اگر مسز خماش یہیں رہیں تو کیا حرج ہے...... آپ نے دیکھا ہوگا مسٹر
خماش میرے ساتھ اور بھی لڑکیاں ہیں...... میں مسز خماش کی عزت و آبرو......

، کا پورا پورا وعدہ کرتا ہوں اور آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں
...... لیکن یہ ضروری ہے تمہاری پوری توجہ حاصل کرنے کیلئے...... انہیں ساتھ رکھنا
ری ہے...... میں اپنے اس فیصلے پر شرمندہ ہوں...... لیکن یہ فیصلہ یوں سمجھ لیجئے کہ یہ
آخری فیصلہ ہے"۔

آستومن نے وہ کاغذ اور تعویذ اٹھایا...... اور کھڑا ہو گیا"۔

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ"۔

"میں اس وقت اجازت چاہتا ہوں، مزید دوسری ملاقات آپ سے فوراً کروں گا"۔
ر باطش خماش میری اپنی حالت جو کچھ ہو رہی ہے اس کا صحیح معنوں میں اظہار نہیں
کتا...... لیکن...... لیکن، براہ کرم خاموشی اور صبر کے ساتھ انتظار کرنا...... براہ کرم......
کرم" اس نے کہا اور دونوں چیزیں لے کر کیبن سے باہر نکل گیا...... باطش خماش کے
ے پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی...... اس نے آہستہ سے کہا"۔

"ٹھیک ہے، یہ وقت بے شک تمہارا ہے، لیکن آنے والا وقت میرا ہوگا...... مائی ڈیئر
و من" اس کے بعد باطش صبر و سکون سے وقت گزارتا رہا...... کئی دن گزر گئے...... اس
ان کوئی عمل نہیں کیا گیا تھا...... نہ تو اس کی ملاقات طہارہ سے کرائی گئی تھی اور نہ ہی
و من اس کے پاس پہنچا تھا...... ویسے باطش کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت چالاک آدمی
اور اس پر اعتماد نہیں کرنا...... لیکن بہر حال سب کچھ برداشت کرنا تھا...... اس کے آدمی
ر پر مستعد تھے...... باطش کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ لوگ آخر اس کے ساتھ کیوں
، ہوئے ہیں...... طہارہ کے لئے وہ کبھی کبھی سخت پریشان ہو جاتا تھا...... لیکن اتنا بھی جانتا
ہ آستومن اس پر طہارہ ہی کے ذریعے کنٹرول کئے ہوئے ہے...... پھر ایک شام اس نے
ول کے مطابق چائے وغیرہ پی لی تھی...... جو اس کے لئے کیبن میں پیش کی جاتی تھی......
ا چند ہی لمحوں میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ چائے میں اسے کوئی نشہ آور شے دی گئی
...... وہ آہستہ آہستہ بے حواس ہوتا چلا گیا۔

☆......☆

پھر جب اسے ہوش آیا تو اسے محسوس ہوا جیسے اب وہ اس اسٹیمر میں نہ ہو......
ہوش کا یہ وقفہ طویل نہیں تھا...... اسے اپنے بازو میں سوئی کی چبھن کا احساس ہوا تھا او
کے بعد وہی بے ہوشی...... غالباً آسٹو من نے سفر شروع کر دیا تھا...... وہ بار بار ہوش مے
اور عجیب عجیب سی کیفیات محسوس کرتا...... زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملتا تھا...... اس
اسے کوئی اندازہ نہیں ہو سکا، پھر آخری بار اس کی آنکھ ایک خیمے میں کھلی تھی اور ایک
کے لئے اس نے ان کھلی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر اس کے ذہن کو ایک
جھٹکا لگا تھا...... اگر اس کا اندازہ غلط نہیں تھا اور ہوش کے یہ لمحات خواب و خیال کے
نہیں تھے، تو طہارہ اس کے سامنے موجود تھی...... بہترین لباس میں ملبوس، سمور کا
سمور کی ٹوپی پہنے ہوئے اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی...... باطش جاگ گیا اور دو
لمحے اچھل کر بیٹھ گیا...... طہارہ جلدی سے اٹھ کر اس کے پاس آگئی۔

"کیسی کیفیت ہے تمہاری...... اس نے محبت بھرے انداز میں پوچھا"...... باطش
دیکھے جا رہا تھا، طہازہ کے چہرے کے نقوش اس بات کا اظہار کر رہے ہے کہ وہ کافی پریشان۔

"میں ٹھیک ہوں طہارہ، تم...... تم"۔

"میں بھی ٹھیک ہوں...... لیکن آخر ہم یہ کیسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں؟'

"کچھ نہیں طہارہ" زندگی میں کبھی کبھی ایسے موڑ بھی آجاتے ہیں...... ویسے کیا
ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہیں؟"۔

"ہاں" آسٹو من مجھ سے ملتا رہتا ہے، ایک طویل کہانی ہے"۔

"شاید مجھے اس کا کچھ حصہ معلوم ہے" "لیکن پھر بھی اگر تم بتانا چاہو تو" اور جواب میں
ہ نے ان دنوں کے بارے میں جو کچھ باطش کو بتایا وہی تھا، جس سے باطش بخوبی واقف
البتہ طہارہ نے کہا۔

"وہ لوگ مجھ سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں"...... بظاہر
لگتا ہے جیسے یہ شخص جس کا نام آسٹو من ہے...... برا آدمی نہیں ہے...... لیکن نجانے
لوگوں نے کیا چکر چلایا ہوا ہے؟"۔

"میں سب کچھ سمجھ رہا ہوں طہارہ اور مختصر الفاظ میں تمہیں یہ بتا دوں کہ جہاں تک
تعلق ہے تو یہ لوگ ایک خزانے کی تلاش میں ہیں...... خزانے کا جو نقشہ ان کے پاس
......وہ قدیم چینی اور عربی زبان میں ہے اور یہ مجھ سے اس کی تحریر پڑھوانے کے بعد ہم
وں کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے ہیں...... تاکہ ہماری مدد سے یہ خزانہ حاصل
یں...... ہم ان کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اور تم جانتی ہو طہارہ کے دولت کی چمک
ہی چیز ہے کہ انسان انسانیت سے بہت دور چلا جاتا ہے"۔

"ان لوگوں نے آپ کو دوران سفر مسلسل بے ہوش رکھا ہے اور مجھے آپ کی نگرانی
پ دی گئی تھی۔

"یقینی طور پر وہ لوگ یہ سوچتے ہوں گے کہ ہوش میں رہ کر شاید انہیں میری وجہ سے
مشکلات پیش آئیں"۔

"ہاں ایسا ہی ہے، انہوں نے مجھ سے کہا بھی تھا، ویسے راستے میں انہوں نے مجھے آپ
ے ساتھ ہی رکھا اور یہ بتایا کہ آپ کو ہوش میں آنے کے بعد اس وقت تک کچھ نہ بتایا جائے
ب تک وہ نہ کہیں"۔

" آسٹو من کافی چالاک آدمی ہے"۔

"وہ تو یقیناً ہے" ویسے طہارہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ دروازے سے آسٹو من جھک کر اندر
خل ہو گیا اور باطش کی طرف رخ کر کے بولا"۔

"سوری مسٹر باطش، ساری باتیں آپ کے ذہن میں ہوں گی، لیکن ایک سمجھدار

آدمی کی حیثیت سے آپ کو ان کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرنا چاہئے"۔
"ہاں" مائی ڈیئر آسٹومن...... میرے اس تعاون کو تم جس طرح مجھ سے حا
کر رہے ہو، وہ بھی ایک تاریخی عمل ہے۔
"میں جانتا ہوں تمہارے دل میں میرے لئے نفرت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا......
تمہیں شاید اس بات کا اندازہ نہیں کہ میرے دل کے تار اس تعویذ سے بندھے ہوئے
مجھے بتاؤ کہ اب تمہیں کوئی پریشانی ہے"۔
"سب سے بڑی پریشانی تو یہی ہے کہ میں ہوش و حواس سے دور رہتا ہوں"۔
"اب اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، ہم اپنی منزل کے قریب پہنچ چکے ہیں
اب میں چاہتا ہوں کہ نقشے کے ذریعے تم آگے کے سفر کا تعین کرو...... میں اب تمہیں
ہوش نہیں کروں گا...... یہاں تک آتے ہوئے تم یقینی طور پر راستے میں کہیں ہمیں بے
کر سکتے تھے، لیکن میرا خیال ہے کہ اب تعاون کے علاوہ تم کچھ اور نہیں کرو گے...... اگ
یہ کام مکمل ہو جاتا ہے مسٹر باطش تو آپ مجھے اپنے غلاموں میں پائیں گے"۔ آسٹومن
باطش ہی کا بنایا ہوا کاغذ اس کے سامنے رکھ دیا اور بولا۔
"اب ہمیں ان نئے نقشوں کا تعین کر کے دو جن پر ہمیں سفر کرنا ہے"۔ باطش
پُرخیال انداز میں گردن ہلا دی تھی، پھر باطش کے بتائے ہوئے راستے پر سفر کا آغاز
باطش صحیح راستوں پر ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور پر اعتماد تھا...... ان دنوں آسٹومن ا
کے درمیان خاصے بہتر تعلقات نظر آ رہے تھے، آسٹومن نقشے کے مطابق سفر جاری
سے بہت خوش تھا اور گھنٹوں باطش کے ساتھ باتیں کرتا رہتا تھا...... راستے کی
عورتوں کے لئے تو پریشان کن یقینی تھی لیکن آسٹومن نے اس سفر کے جو انتظام
تھے...... اس نے ان تکلیفوں کو کم کر دیا تھا...... اب وہ بلندیوں کو طے کر رہے تھے......
خوفناک راستے تھے...... دشوار گزار چڑھائیاں جن کے درمیان اور دوسری جانب سی
فٹ گہرے نشیب تھے...... اور ان گہرائیوں میں نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں......
باندھ کر راستے بنائے جاتے اور ان کے سہارے وہ لوگ بلندیوں پر چڑھتے...... رات

ی کبھی ایسی غیر مناسب جگہوں پر پڑاؤ کیا جاتا جہاں زندگی کسی بھی لمحے موت سے ہمکنار
کتی تھی...... خیمے لگائے جاتے جو ڈھلان پر لگے ہوئے اور گرنے سے بچنے کے لئے ان میں
صوصی انتظامات کئے جاتے...... باطش اور طہارہ کو ہر بار الگ ہی خیمہ دیا جاتا تھا...... طہارہ
بتہ اس سفر سے بہت خوفزدہ تھی...... باطش نے ایک بار اس سے افسردہ لہجے میں کہا۔
"مجھے افسوس ہے طہارہ...... میرے اس علم کی وجہ سے تم بھی مصیبت کا شکار ہوئی ہو"۔
"اس سفر کی منزل ہے؟"...... طہارہ نے سوال کیا اور باطش سوچ میں ڈوب گیا......
بر اس نے آہستہ سے کہا۔
"ہم منزل کے بہت قریب پہنچ گئے ہیں"۔
"میں تو تھک گئی ہوں" اور یہ محسوس کرتی ہوں کہ اگر یہ سفر اسی انداز میں جاری رہا تو
اید میں زندہ نہیں بچ سکوں"۔
"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے" میں تمہیں زندہ سلامت لے جاؤں گا اور واپس اپنی دنیا
پہنچ جاؤں گا، اس بات پر تو مجھے مکمل اعتماد ہے اور میری آرزو ہے کہ تم بھی مجھ پر اعتماد کرو"۔
"ظاہر ہے مجھے تم پر اعتماد ہے، لیکن اس ذلیل شخص نے کیا ہمارے ساتھ زیادتی نہیں
ہے...... اپنے مفاد کے لئے اس نے ہماری زندگی خطرے میں ڈال دی ہے...... خزانہ اسے
لے گا اور صعوبتیں ہم اٹھا رہے ہیں۔
"خزانہ" باطش کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی...... طہارہ سوالیہ انداز میں
سے دیکھ رہی تھی...... کچھ لمحوں کے بعد باطش نے مسکرا کر کہا۔
"وہ خود کو بہت چالاک انسان سمجھتا ہے...... وہ ان لوگوں کو بھی جو اس کے ساتھ ہیں
ھوکا دے رہا ہے...... طہارہ...... جو لوگ اس کے ساتھ صعوبتیں اٹھا رہے ہیں، اس خوش
ی کا شکار ہیں کہ ان کا سفر ایک عظیم الشان خزانے پر ختم ہوگا...... لیکن تعویذ کی تحریر......
بش نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا"۔
"ہاں" تعویذ کی تحریر"۔
"نہیں طہارہ تھوڑا سا انتظار کرلو...... میں اس سے انتقام لے رہا ہوں...... ایک ایسی سزا دینے

والا ہوں میں اسے جو شاید کائنات کی تاریخ کی سب سے اہم سزا ہوگی...... اس نے اپنی دانست
مجھے بے بس کر دیا تھا ..... لیکن آنے والا وقت...... باطش بدستور زہریلے لہجے میں بولا۔

"مجھے کچھ تفصیل تو بتاؤ"۔

"نہیں طہارہ ابھی نہیں...... بس اب تو تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا ہے...... انتظ
ہو جائے گا" طہارہ خاموش ہوگئی...... باہر برف کا طوفان آرہا تھا...... تیز ہوائیں چل
تھیں...... جو رات بھر چلتی رہیں...... لیکن صبح کی روشنی کے ساتھ برف باری اور تیز ہوائی
ہوگئی تھیں...... ویسے سردی بڑھ گئی تھی، پھر سردی میں سفر کا آغاز ہوا...... ایک عظیم
سلسلہ عبور کرنے کے بعد وہ ایک گہری کھائی کے نزدیک پہنچ گئے جسے عبور کرنے کے۔
کھاتے ہوئے لمبے نشیبی راستے سے گزرنا تھا...... فضا میں دھند پھیلی ہوئی تھی...... اگر کو
نیچے گرتی تو اس کا نام و نشان نہ ملتا...... ہر دل میں خوف بسا ہوا تھا لیکن وہ سفر ک
تھے...... ایک روشن امید ان کے دلوں میں چھپی ہوئی تھی جبکہ کسی بھی لمحے موت کسی
دبوچ سکتی تھی...... خطرناک راستہ طے کرنے میں پورا دن لگ گیا...... شام جھکنے لگی
سلسلے کے قریب پہنچے تو ایک چٹانی مینار نظر آرہا تھا...... نقشے کے مطابق باطش، آسٹومن
کے بارے میں بتا چکا تھا، آسٹومن اس کو دیکھ کر دیوانہ وار باطش کی جانب لپکا"۔

"مسٹر باطش...... مسٹر باطش، کیا نقشے میں اسی جگہ کی نشاندہی نہیں کی گئی......
وہی جگہ نہیں ہے"۔

"جی ہاں ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں مسٹر آسٹومن، یہیں پر خیمے لگا دیجئے
کے بعد زور و شور سے تیاریاں ہونے لگیں...... باطش اور آسٹومن نقشہ لے
گئے، پھر باطش آسٹومن کی رہنمائی کرنے لگا...... پھر وہ اندھیرے کی پرواہ کئے بغیر
ٹارچیں لے کر مینار کی بائیں جانب کے پہاڑوں کی طرف بڑھ گئے...... جو نقشے میں
تھے...... ان کے درمیان ایک سیاہ دھبہ نظر آیا جو ایک غار کا دہانہ تھا...... جس کے
ایک چٹان اس طرح کھڑی تھی، کہ غار میں داخلہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک
راستے سے نہ ہٹا دیں...... دونوں اس کا جائزہ لے رہے تھے، باطش نے کہا۔

"یہ چٹان ہٹا کر اندر جانے کا راستہ بنانا ہوگا؟"۔

"پھر کیا خیال ہے، کیوں نا یہ کام اسی وقت شروع کر دیا جائے"۔

"اگر تمہارے ساتھ تیار ہوں تو باطش نے کہا، آسٹومن واپس پلٹا، خزانے کی لالچ
نے تھکن دور کر دی تھی...... وہ لوگ گیس اور کیروسین لیمپ جلا کر چٹان کی طرف بڑھ
ئے...... بڑی بڑی کدالیں اور بیلچے چٹان کو توڑنے میں مصروف ہوگئے...... باطش زہریلی
مسکراہٹ کے ساتھ سوچنے لگا کہ انسان کس رفتار سے اپنے اختتام کی جانب بڑھتا ہے......
مجھے افسوس ان لوگوں پر ہے جنہیں زندگی کی سب سے بڑی مایوسی کا سامنا کرنا پڑے
...... اس نے طہارہ کے کان میں کہا"۔

"میں کچھ نہیں سننا چاہتی، بس میں سوچ رہی ہوں کہ اگر ہم اپنی کوششوں میں
کامیاب ہو بھی گئے تو ابھی تو ہمیں واپسی کا سفر بھی کرنا ہے"۔

"انسان کو ہمیشہ ہمت سے کام لینا چاہئے طہارہ یہ سب ہم نے اپنی مرضی سے نہیں کیا،
بلکہ ہمیں مجبور کر دیا گیا تھا...... سو واقعات کیسے بھی ہوں...... تم خوفزدہ نہیں ہوگی...... میں
تمہارے ساتھ ہوں...... ممکن ہے ہمیں کچھ ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے جو ہمارے لئے
سمجھ میں نہ آنے والے ہوں، او ہو دیکھو شاید وہ راستہ بنانے میں کامیاب ہوگئے، آسٹومن
اطلاع دینے آرہا ہے...... باطش نے کہا...... آسٹومن کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو رہا تھا، وہ
پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولا"۔

"چٹان کے پیچھے غار کا دہانہ موجود ہے۔ مسٹر خماش اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس
غار سے ہلکی ہلکی روشنی چھن رہی ہے...... کیا ہم اندر چلیں؟"۔

"ہاں" میرا خیال ہے کہ جب ہم ان کاموں پر آمادہ ہوگئے ہیں تو پھر ہمیں صبح یا رات کا
انتظار کرنا بیکار ہے" پھر باطش بھی آسٹومن کے ساتھ آگے بڑھ گیا...... انہوں نے
روشنیاں سنبھالیں اور غار میں داخل ہوگئے...... باطش ان کی رہنمائی کر رہا تھا...... ایک چھوٹی
سی سرنگ طے کرنے کے بعد وہ ایک وسیع و عریض غار میں پہنچ گئے جو انتہائی صاف ستھرا تھا،
لیکن اس کی ساخت سامنے سے بہت عجیب تھی...... پورے غار میں در بنے ہوئے تھے اور یہ

قطعی طور پر غیر قدرتی تھے...... انہیں انسانی ہاتھوں نے تراشا تھا اور ان دروں کے سر
میں ننھے ننھے پتھر نسب کئے گئے تھے، جن سے شعائیں خارج ہو رہی تھیں اور یہی شـ
پراسرار روشنی پھیلا رہی تھیں...... جو روشنیاں یہ لوگ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے
انہوں نے غار میں تیز روشنی پھیلا دی تھی اور اس تیز روشنی میں انہیں لکڑی کے بارہ صـ
نظر آ رہے تھے...... ان صندوقوں میں تالے نہیں تھے...... آستومن سحر زدہ نگاہوں سے
ماحول کو دیکھ رہا تھا...... اس کی آنکھیں مسرت سے پھٹی ہوئی تھیں...... اس کے ساتھیـ
کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں ہے...... بارہ صندوقوں کا خزانہ ان کے سامنے تھا......
آستومن لرزتے قدموں سے آگے بڑھا...... اس نے اپنے ساتھ تین افراد کو بھی
کر لیا تھا...... اس وقت اس نے باطش کی موجودگی نظرانداز کر دی تھی"۔

آستومن خزانہ حاصل کرنے کے جنون اور شوق میں اپنے بدن کی کپکپی پر قابو نہ
پا رہا تھا...... بالاخر ایک صندوق کے قریب پہنچ کر اس نے ساتھیوں کی مدد سے
اٹھایا...... باطش نے طہارہ کو اشارہ کیا اور وہ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صندوق
نزدیک پہنچ گئے...... لیکن اچانک ہی انہوں نے آستومن کی مسکراہٹ سکڑتے
تھی...... تب باطش نے بھی صندوق میں جھانک کر دیکھا تو صندوق میں ایک انسانی وجو
تھا...... گہری اور پرسکون نیند، اس کے نچلے بدن پر رنگین کپڑے پڑے ہوئے تھے......
بدن برہنہ تھا...... ہاں گردن میں چمڑے کا ایک ویسا ہی تعویذ موجود تھا جو خود آستوم
پاس تھا...... تیز روشنی سے سونے والے کی نیند میں خلل پیدا ہوا اور دفعتاً ہی اس کے بد
سانسوں کی آمد و رفت کا احساس ہونے لگا...... باطش اور آستومن سحر زدہ نگاہوں سے
سونے والے کو دیکھ رہے تھے اور جب انہیں یہ احساس ہوا کہ اس میں زندگی بیدار ہو گ
تو انہوں نے حیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھی...... سونے والا جاگ گیا تھا......
وہ اپنے تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس کے ہونٹوں سے آواز نکلی"۔

"کیا یہ کائنات کا آخری دن ہے"۔

☆......☆

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا...... تب اس نے زور سے کہا۔

"شاید، کائنات کا آخری دن آ گیا ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے ان لوگوں کو
ے پاگل کر دیا تھا...... تمام صندوقوں کے ڈھکن اٹھے...... صرف دو صندوق تھے جن
ڈھکن بند رہے تھے...... ان تمام صندوقوں میں سب اٹھ اٹھ کر بیٹھ گئے تھے...... سب
لئے یکساں تھے، اوپری بدن برہنہ، سر گھٹے ہوئے، آنکھیں نیم غنودہ اور چہرے عجیب
انداز میں چمکتے ہوئے...... سب کی گردنوں میں ویسے ہی تعویذ موجود تھے...... ایک بار
ن سب کے منہ سے آواز نکلی۔

"بتاؤنا...... آنے والو کیا یہ کائنات کا آخری دن ہے" تب باطش خماش آگے بڑھا اور
نے کہا"۔

"کون ہو تم لوگ اور یہاں کیا کر رہے ہو"۔

"تم سے جو پوچھا جا رہا ہے وہ جواب دو"۔

"میں تم سے پہلے یہ پوچھتا ہوں کہ تم کون ہو"۔

"بسما ساؤ کھناتے...... آتم سر دھارتی...... ہم نروان کی راہوں پر چل کر اعلیٰ صداقتوں
رج کر رہے ہیں...... چار اعلیٰ صداقتیں...... یعنی دکھ موجود ہے...... اس کی وجہ بھی
ہے...... دکھ سے چھٹکارا بھی مل سکتا ہے اور اس سے چھٹکارہ پانے کے لئے نروان کی
اپنانی پڑتی ہیں...... آٹھ خوبیاں انسان کو نروان کی راہوں پر ڈالتی ہیں، یعنی صحیح نظریہ،
زم، صحیح گفتار، صحیح کردار، صحیح زندگی، صحیح کوشش اور صحیح دھیان...... نروان کے
دنیا کے جھمیلوں میں نہیں...... اس کے لئے خاموشی اور سکون ضروری ہے اور نروان

کی ہر راہ اس طرف سے گزرتی ہے...... سو ہم بسما ساؤ کھناتے، اس غار میں دنیا کو چھو
آ چھپے اور دنیا سے کنارہ کش ہو گئے، ہمارے درمیان طے پایا تھا کہ ہم یہیں پر سوتے ہو
زندگی کا عمل جاری رکھیں گے اور دنیا کی کثافتوں سے دور رہیں گے...... یہیں پیدا ہوں
اور یہیں مر جائیں گے اور اس وقت تک یہ عمل جاری رکھیں گے جب تک دنیا کا آخری
نہ آ پہنچے...... یوں اس تفصیلی رشتے کا پتہ چلے گا جس کا خاص مظہر کرما ہے...... یعنی کائنا
ہر شے فانی ہے اور روح مادۂ مجازی ہے...... انسان روح ودانہ، سنکا اور سنکارا اور کنٹانہ کا
ہے...... ہم اسی کھوج میں دنیا ترک کر کے یہاں آ بسے تھے۔ ہمارا تعلق جگہ جگہ سے
ہم ایک دوسرے سے پوری طرح طے کرنے کے بعد یہاں آ کر لیٹے تھے، بسما ساؤ کھ
ہمارے مذہب کا نام ہے اور ہم کھناتی کہلاتے ہیں"۔

"تمہارے گلے میں یہ تعویذ کیسے پڑے ہوئے ہیں"۔

"تم لوگوں کے لئے ہی ہم نے یہ کام کیا تھا کہ ہم سونے والوں کا مقصد تمہاری
میں آ جائے...... اور اگر تم میں سے کوئی یہاں پہنچے تو ہمیں پریشان نہ کرے...... اس کے
اگر ہم میں سے کوئی گم ہو جائے تو تم دوبارہ اسے ہمارے پاس پہنچا دو کہ ہم ہر دور میں
نمود کے عمل سے گزرتے رہیں گے...... لیکن ہم پہچانے جائیں گے، اپنے مقصد
تعویذوں میں ہمارا مختصر مقصد درج ہے۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ تمہارا ایک ساتھی تم سے جدا ہو گیا تھا"۔

"ہاں...... ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو کوئی ایسا سر پھرا سیاح لے گیا تھا
تحقیق کرنا چاہتا تھا...... ہمیں نہیں معلوم کہ اس کی تحقیق کا کیا انجام ہوا...... لیکن ہم
ہیں کہ وہ دونوں صندوق جو خالی رکھے ہوئے ہیں، آباد ہو جائیں"۔

"دونوں......"

"ہاں......"

"دوسرا کون ہے......"

"وہ بھی ایک کھناتی ہے...... بسما ساؤ کھناتے کا پیروکار لیکن وہ گناہگار ایک

نق میں گرفتار ہو گیا جو کبھی اس جگہ آئی تھی اور اس نے اس کا یہ صندوق کھول کر دیکھا
...... اس کی کہانی تو ہمیں نہیں معلوم، لیکن وہ اپنا سنسکار بھول گیا تھا...... اور پھر وہ یہاں
ے چلا گیا تھا...... اس کے بارے میں صرف ایک تفصیل ہمیں معلوم ہے کہ اس کا تعلق
ب کی سرزمین سے تھا"۔

"اس کا کیا نام تھا......؟" باطش اب اپنی دلچسپیوں میں مصروف ہو گیا تھا...... یہ بھول کر
باقی لوگوں کی کیا کیفیت ہے...... "سادھان سارتی اور وہ ہم سب سے قابل تھا...... اس کے
ں نجانے کیسے کیسے عمل موجود تھے جو اسے انسانوں سے دور کرتے تھے، لیکن اس نے یہ
اسے تلاش کئے تھے...... پھر خود ہی اپنی موت مارا گیا...... صدیاں یہاں گزاری تھیں اس نے،
لین پھر عشق و محبت کا جال اس سے لپٹ گیا اور اب پاپی نجانے کہاں کہاں مارا مارا پھر رہا ہے"۔

"گویا تم بارہ افراد میں سے دس یہاں رہ گئے"۔

"ہاں اور گیارہواں...... گیارہواں...... گیارہواں"...... اچانک ہی اس کی نگاہیں
ستومن کی جانب اٹھ گئیں۔

"یہ آ گیا ہے نا...... یہ آ گیا"۔

"ہاں میں اسے تمہارے لئے لے آیا ہوں...... اس کے گلے کا یہ تعویذ میری رہنمائی کا
عث بنا ہے"۔

"چل...... آ جا عہد شکنی نہیں کرتے"۔

"کک...... کیا بکواس ہے، کیا بکواس کر رہے ہو تم......؟"

"اپنی حقیقتوں کو بھول گیا پاپی، بھولنا تو تھا ہی تجھے، سنسار ایسی ہی منحوس جگہ ہے......
س کی گردش میں آ کر منش اپنا سب کچھ بھول جاتا ہے...... پر پاپی تو بسما ساؤ کھناتے ہے او
نیرا دھرم یہ نہیں ہے جو اس سنسار میں رہنے والوں کا ہے...... تجھے تیری تقدیر واپس لے
آئی تو اپنی جون میں آ جا...... یہاں سے باہر کی دنیا تیرے لئے بیکار ہے"...... پھر بھونچال سا
آ گیا...... آستومن وہاں سے پلٹ کر بھاگا تھا...... لیکن اچانک ہی اس شخص نے آواز لگائی۔

"پکڑو...... اسے پکڑو...... یہ بدعہد ہے...... یہ دنیا کے پھیر میں پڑ گیا ہے...... اسے

پکڑو...... اسے واپس لاؤ...... یہ جانے نہ پائے"۔

اور اس کے بعد وہ سب آستومن کے پیچھے دوڑ پڑے تھے...... ایسا روح فرسا منظر کہ بدن کی جان ہی نکلی جارہی تھی...... وہ جو آستومن کے ساتھ آئے تھے تھر تھر کانپ رہے تھے...... ان میں سے دو تو زمین پر ہی بیٹھ گئے تھے...... غالباً ان کے اعصاب جواب دے گئے تھے...... ان سب نے مل کر آستومن کو پکڑ لیا اور اسے گھسیٹتے ہوئے لے آئے...... پھر انہوں نے زبردستی اسے اٹھا کر صندوق میں ڈال دیا...... آستومن چیخ رہا تھا۔

"بچاؤ مجھے بچاؤ...... باطش خماش مجھے بچاؤ...... مجھے ان وحشیوں سے بچاؤ...... آہ نروان نہیں چاہتا...... آہ...... میں، میں"۔

"تم بہت چالاک تھے آستومن، تم نے طہارہ کو اغواء کر کے مجھے بے بس کرنے کی کوشش کی تھی...... یہ میرا انتقام ہے تم سے...... یہ میرا انتقام ہے"۔

"یہ نروان کا راستہ چھوڑ رہا ہے...... پتہ نہیں کون اسے یہاں سے لے گیا تھا اور اس نے اسے دنیا کی ہوا کھلا دی تھی...... بڑا ہی برا کیا اس نے، لیکن ہم میں سے کوئی اس عہد کو نہیں بھول سکتا...... اسے صندوق میں بند کر دو"۔

گفتگو کرنے والے نے اپنے آدمی کو حکم دیا اور بالآخر انہوں نے صندوق کا ڈھکنا سے بند کر دیا...... تب وہ شخص باطش سے بولا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ...... مل سکے تو ہمارا بارہواں ساتھی بھی تلاش کر کے ہم تک پہنچا دو...... یہ تمہارا احسان ہوگا"۔

"وہ کہاں موجود ہے...... کیا تم اس کے بارے میں کوئی نشاندہی کر سکتے ہو؟"۔

"ہاں...... سادھان سارتی کو تلاش کرنے کے لئے ہم تمہیں کاغذ کا ٹکڑا دیتے ہیں یہ خود بخود تمہاری رہنمائی کرے گا اور جب تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے تو تم اس کے پابند ہو گے...... اسے تلاش کرنا اور اس سے کہنا کہ نروان کے راستے مشکل ہوتے ہیں، ان کا اتنا آسان نہیں ہوتا جتنا اس نے سمجھا تھا...... بارہواں صندوق خالی پڑا ہوا ہے، وہ اسے کرے۔ عشق و محبت کا تعلق تو صرف زندگی کے ان لمحات سے ہے جب انسان اپنی

منزل سے گزر رہا ہوتا ہے، لیکن یہ عمر بے حد مختصر ہوتی ہے...... اس مختصر سے لمحے کے لئے وہ صدیوں کا طلسم نہ توڑے...... ہم نے تو نجانے کب سے دنیا تیاگ رکھی ہے، اب تم جائی...... کاغذ کا یہ ٹکڑا اپنے ساتھ لے جاؤ"۔

اس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا باطش خماش کے ہاتھ میں دیا اور باطش خماش اسے دیکھنے لگا سادہ سا کاغذ تھا اور اس پر کوئی نقش نہیں بنا ہوا تھا، لیکن اس کے بعد ان سب نے اپنے آپ کو صندوقوں میں لٹا کر صندوقوں کے ڈھکنے اپنے ہاتھ سے بند کر لئے تھے...... پھر پہلی چیخ آستومن کے ایک ساتھی کے منہ سے نکلی تھی اور اس نے غار کے دہانے سے باہر چھلانگ لگا دی تھی...... اس کے ساتھ ہی باقی لوگ دوڑ پڑے تھے...... باطش خماش نے مسکراتی نگاہوں سے طہارہ کو دیکھا اور بولا۔

" آؤ طہارہ...... اب ہم بھی واپس چلیں...... یہ کھیل ختم ہو گیا...... میں نے اس سے تمہاری ان تمام تکلیفوں کا انتقام لے لیا ہے"۔

طہارہ نجانے کس طرح باطش خماش کے ساتھ غار کے دہانے سے باہر آئی تھی...... پھر اس نے دور دور تک بکھرے ہوئے ان لوگوں کو دیکھا جو زندگی بچانے کے لئے پاگلوں کی طرح دوڑ رہے تھے...... حالانکہ انہیں دوڑنے کی ضرورت نہیں تھی...... خزانہ تو بے شک انہیں نہیں مل سکا تھا، لیکن اب اس طرح دوڑتے ہوئے وہ زندگی کھو سکتے تھے اور ایسا ہی ہوا...... ان میں سے دو پہاڑوں کی بلندیوں سے گرے اور ریزہ ریزہ ہو گئے...... تب باطش نے چیخ کر کہا۔

"بے وقوفو! اپنی زندگی کیوں کھو رہے ہو...... یکجا ہو جاؤ...... جمع ہو جاؤ، اب تمہیں اسی محنت کر کے واپسی کا سفر اختیار کرنا ہے اور تم جانتے ہو کہ واپسی اسی طرح ممکن ہے کہ سب یکجا رہیں اور اس کے لئے مشکلات کا اجتماعی طور پر مقابلہ کریں" سو بات ان کی سمجھ میں آ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد وہ سب یکجا ہو گئے تھے...... ان کے چہرے پر مایوسی کے نقش تھے اور وہ سب یوں محسوس ہوتا تھا جیسے زندگی سے بیزار ہو گئے ہوں...... شدید تھکن کا شکار تھے اور سب سے بڑی تھکن ذہنی تھکن تھی...... اس احساس کے ساتھ کہ اب تک جو کرتے رہے ہیں...... بے صلہ ہی رہا...... سو باطش خماش نے کہا۔

"اور تم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ وہ بدبخت مجھے بھی مجبور کر کے یہاں تک
تھا...... اور اس نے ہر وہ عمل کر ڈالا تھا جو ایک غیر شریفانہ عمل کہا جا سکتا ہے...... نا
مجھے بلکہ میری بیوی کو بھی اس نے برفانیوں میں پریشان کیا...... آہ کاش! میں اپنے ہاتھوا
اس کے بدن کے ٹکڑے کر سکتا...... لیکن تمہیں اندازہ ہے کہ یہ میرے لئے ممکن نہ
اور اس وقت تم بھی اس کے شریک کار تھے...... لیکن وقت ہی سب کچھ سمجھا سکتا ہے کہ
چل کر کیا کرنا ہے...... میں اگر تم سے کہتا کہ دوستو ایسی دولت کے خیال سے باز آجا
میں زندگی باقی نہ رہے تو تم سب میرے دشمن ہو جاتے اور میں بھلا یہ کیوں چاہتا، لیک
بھی اگر تم چاہو تو مجھ سے دشمنی پر آمادہ ہو سکتے ہو، ہاں میں تمہیں یہاں سے زندہ
نکال کر لے جانے کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں کیونکہ میں نے ان راستوں کو ذہن می
ہے جس سے گزر کر ہم یہاں تک پہنچے ہیں...... اور ممکن ہے تم میں سے کچھ لوگوں
ایسا ہی کیا ہو، لیکن اب جب کہ ہمارے درمیان سے مخالفت کی جڑ نکل گئی، یعنی وہ
شخص جو اپنی منزل پر جا پہنچا تو پھر ہمارے درمیان برائی کا کوئی تصور باقی نہیں رہا اور
سب کا ایک ہی مقصد ہے۔ زندگی کا تحفظ کرنا...... دوستو میں چاہتا ہوں کہ زندگی بچ
کوشش کرو اور کسی اختلاف کو دل میں جگہ نہ دو تو سب ہی نے کہا"۔

"ہمیں افسوس ہے باطش خماش کہ ہم خود اپنی حماقتوں کا شکار ہوئے، در
زندگی سب سے بڑی دولت ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم واپسی کے سفر میں ہماری
کرو، باطش نے گردن ہلا دی تھی۔

سو اس کے بعد یہ سفر پھر سے جاری ہو گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ باطش
جنونی تھا اور اس کے جنون نے یہ رنگ تلاش کئے اور وہ بالآخر آسٹومن کو اس کی آخر
تک لے آیا کہ اگر آسٹومن کو وہ تحریر بتا دیتا اور صحیح صورت حال سے آگاہ کر دیتا تو
نہ تاکہ وہ پراسرار شخص خود کو تابوت کا قیدی بنا دیتا، دنیا تو بہت وسیع ہے اور وہ اس
اپنے لئے کوئی نہ کوئی مقام تلاش کر لیتا، لیکن باطش نے اسے سزا دی اور اپنے
ہاتھوں مجبور ہو کر وہ سزا پا گیا...... لیکن اب باقی افراد اس کے ہمنوا ہو گئے تھے اور باطش

حکم کی تعمیل کر رہے تھے، لیکن چاہتا باطش بھی یہی تھا کہ اب بخیر و خوبی اپنی منزل کو پہنچ
جائے...... سنکیانگ پہنچنے کے بعد واپسی کے لئے انتظامات کئے گئے...... اور بالآخر یہ طویل اور
تکلیف دہ سفر اختتام کو پہنچا...... باطش نے اپنے ساتھ آنے والوں کو خدا حافظ کہا اور اپنی بیوی
کے ساتھ اپنے گھر کی جانب چل پڑا کہ اس طویل سفر نے ان لوگوں کو زندہ درگور کر دیا تھا،
جس کا تعلق جہاں سے تھا...... اس نے وہاں واپسی کے لئے رخت سفر باندھا...... واپس آنے
کے بعد اچانک ہی طاہرہ بھی بیمار پڑ گئی...... برفانی علاقوں میں اس نے جو وقت گزارا تھا...... وہ
اس کی نزاکت کے خلاف تھا...... لیکن مجبوریوں نے اسے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنے پر
مجبور کیا تھا اور جب یہ احساس دل تک پہنچا کہ اب زندگی محفوظ ہے تو وہ تمام خرابیاں ابھر
آئیں جو اس سفر کا عطیہ تھیں...... باطش پریشان ہو گیا...... بیوی کا علاج کروانے لگا...... خود
بھی اعصابی طور پر تھک گیا تھا...... لیکن خوشی یہ تھی کہ جس شخص نے اسے اپنے زیر اثر
کر لیا تھا؛ وہ اب خود تبت کے ایک غار میں پڑا زندگی گزار رہا تھا...... وہ طاہرہ کی بیماری سے
پریشان تھا...... ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ سخت سردی کے اثرات بدن پر تھے اور آہستہ آہستہ ظاہر
ہو رہے تھے، لیکن ایک اندرونی خلفشار طاہرہ کو سکون نہیں لینے دیتا تھا...... باطش اپنے
ہولناک سفر کے اثرات کم از کم اپنے ذہن سے زائل کر چکا تھا، ایک دن وہ اپنا سامان چیک
کر رہا تھا کہ اسے کاغذ کا سفید ٹکڑا نظر آیا...... جو اس پراسرار غار میں کھنائیوں کے پیروکار نے
اسے دیا تھا...... جس نے اس سے درخواست کی تھی کہ ان کا ایک رکن سادھان سارتی ان سے
بچھڑ گیا ہے، اسے تلاش کر کے اس غار تک پہنچا دیا جائے تو مہربانی ہو گی...... اس نے تو اسی
وقت اس درخواست پر لعنت بھیج دی تھی...... بھلا میرے جوتے کو کیا غرض پڑی ہے کہ میں
کسی مشکل کا شکار ہونے کے لئے باعمل ہوں...... کھناتی مذہب کے پیروکار اگر اپنے طور پر
کچھ کرنا چاہیں تو کرتے رہیں...... یہ بھی ایک پراسرار داستان ہے...... بے شک میرے نوادر
خانے میں کسی نئی چیز کا اضافہ نہیں ہو سکتا...... لیکن میرے ذہن میں ایک اور نئی کہانی آ گئی
ہے...... لیکن بے مقصد اور بے سود...... کاغذ کے اس ٹکڑے کو اس نے مسل کر ڈسٹ بن
میں ڈال دیا تھا۔

لیکن اس رات اس کے ذہن میں بسما ساؤ کی سنائی ہوئی کہانی گردش کرتی رہی
سادھان سارتی جو نروان کی تلاش میں دنیا کو ترک کر چکا تھا...... کسی لڑکی کی محبت میں گر
ہو گیا اور یہ نجانے کتنی قدیم بات ہو گی...... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جن حالات کا
ہو کر باطش خماش تبت کے اس دور دراز علاقے میں پہنچا تھا...... اس میں اس کی ذہنی د
زیادہ تعلق تھا...... انتقام کی آگ اس کے سینے میں سلگ رہی تھی...... اس نے اس آگ
بالآخر ٹھنڈا کر لیا، لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ ایک محقق کی حیثیت سے اس نے بسم
سے کچھ معلومات حاصل نہیں کیں، جبکہ کھناتیوں کے مذہب کے بارے میں تھوڑ
معلومات دلچسپیوں کا باعث ہو سکتی تھیں...... رات اس انداز میں گزاری کہ اس کا
مسلسل انہی سوچوں میں گم تھا...... پھر اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر کھناتی مذہب
بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل ہو سکیں تو یہ ایک دلچسپ تجربہ ہوگا اور اس
اس نے نا جانے کس دلچسپی کے تحت کھناتیوں کے بارے میں معلوم کرنے کی کوش
شروع کر دیں...... لائبریریوں سے رابطے کئے...... لیبیا میں اسے اس کے بارے میں
مل سکا تو اس نے امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی لائبریریوں سے تعلقات قائم کئے......
کے کئی ملکوں میں اس کے دوست موجود تھے...... تب مصری نژاد امیر عادل ثقفی
سے رابطہ قائم کیا...... یہ بھی ایک بڑا محقق تھا اور اس نے قدیم مذاہب کے پیروکاروں
مقاصد پر کئی کتابیں لکھی تھیں...... باطش خماش کو اس نے اس سلسلے میں تفصیل لکھ
پوچھا کہ کھناتی مذہب کے بارے میں وہ کیا جاننا چاہتا ہے"۔ باطش خماش نے اس کے ج

واب میں اسے تفصیل سے خط لکھا اور نتیجے میں امیر عادل ثقفی نے اسے اپنے پاس مدعو کیا
ر کہا کہ اگر وہ اس مذہب کے بارے میں جاننا چاہے تو عادل ثقفی اس کی مدد کر سکتا ہے۔
ادل ثقفی نے یہ بھی پوچھا تھا کہ چونکہ کھناتیوں کے بارے میں کوئی مستند کتاب موجود
ہیں اور یہ مذہب تاریخ کی قدامت میں نجانے کب کا سو چکا ہے تو اسے اس سے دلچسپی کیسے
یدا ہوئی...... بہرحال یہ تمام تفصیل باطش خماش کو ملی تو وہ چونک پڑا...... اس نے سوچا کہ
علا اسے کیا پڑی ہے جو ایک بار پھر اپنی زندگی کو مشکل میں ڈال دے...... وہ تو بہت پہلے ہی
ہد کر چکا تھا کہ اپنی مہم جوئی کی زندگی کی ہنگامہ خیزیوں سے ہٹ کر اپنی بیوی کے ساتھ
سکون زندگی گزارے گا...... پھر بلا وجہ وہ اپنے سر پر الجھن کیوں مول لے رہا ہے اور اس
نے اپنے ذہن سے اپنے اس منصوبے کو جھٹک دیا...... بہتر یہی ہے کہ اب وہ انہیں بھول
ائے اور اپنی بیوی کی دلجوئی کرے۔ طاہرہ کو کوئی بیماری نہیں تھی...... وہ جسمانی طور پر بالکل
رست تھی، لیکن نجانے کیوں، بس وہ بستر نشین ہو گئی تھی...... وہ کہتی تھی۔
"میں نہیں جانتی کہ مجھے کیا مرض لگ گیا ہے...... ڈاکٹر اس کی تشخیص نہیں کر پاتے،
ن میں تم سے پورے وثوق سے کہہ رہی ہوں کہ میں اندر سے بیمار ہوں"۔ باطش بہت
چتا رہا، لیکن کوئی حل اس کے ذہن میں نہیں آیا...... اس دن وہ اپنے نوادر خانے میں موجود
ادرات کی صفائی کر رہا تھا کہ کاغذ کے ایک ٹکڑے کو دیکھ کر حیران رہ گیا...... یہ وہی ٹکڑا تھا
اسے غار میں فراہم کیا گیا تھا اور اس نے مسل کر ڈسٹ بن میں ڈال دیا تھا...... اور اس کے
ر کوڑا لے جانے والی گاڑی اس تمام کوڑے کو لے گئی تھی...... کاغذ کے اس ٹکڑے کو دیکھ کر
حیران رہ گیا...... اس نے اسے اٹھایا تو اس پر ایک تحریر درج تھی۔
"جب تم نے ہمارے عہد کو مجروح کیا ہے تو پھر جو ذمہ داری تم پر عائد کی گئی ہے......
کی تکمیل بھی تمہارا فرض ہے اور اگر تم یوں نہ کرو گے تو تباہی سے دوچار ہو گے...... ہمارا
ہوا مفرور تلاش کر کے ہمارے حوالے کرو...... یہ تمہاری ذمہ داری ہے"۔ باطش
ش ششدر رہ گیا...... کاغذ کے اس ٹکڑے کو اس نے بغور دیکھا اور پھر اس کے دل میں
وت کا طوفان اُمڈ آیا۔

"میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں کہ تمہارے لئے اپنی پر سکون زندگی کو چھو
سر گرداں ہو جاؤں اور اس نے اس کاغذ کے ٹکڑے کو کچن کے اندر لا کر چولھے پر رکھا
اسے خاکستر کر دیا...... لیکن زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بار اسے اپنے پرس میں مو
چھوٹی چھوٹی یادداشتوں کے درمیان کاغذ کا وہی ٹکڑا دستیاب ہوا اور اس بار اس کے حو
جواب دے گئے...... ٹکڑا وہی تھا اور تحریر مختلف تھی۔

"تو اب تم اپنی تباہیوں سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔

باطش خماش دیوانہ ہو گیا...... یہ پراسرار کاغذ اس کے پاس بار بار کہاں سے آ
ہے...... وہی تحریر، وہی انداز، وہی زبان لیکن لیکن...... اب مجھے کیا کرنا چاہئے...... یہ ت
سحر زدہ ہو گیا ہوں...... تب اس نے اپنی بیوی سے تذکرہ کیا اور اس کا ردعمل بھی جو ہوا و
کے لئے ناقابل یقین تھا...... طاہرہ آتش بگولہ ہو گئی...... اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہ

اور میں جانتی ہوں، بلکہ یہ احساس تو مجھے بہت دن سے ہے کہ میں نے ایک ایسے
سے شادی کر لی ہے جسے مجھ سے نہیں اپنی ذات سے دلچسپی ہے اور تم کیا سمجھتے ہو......
جوئی، یہ نوادرات کی تحقیق، یہ اس پاگل خانے میں تمہارا وقت گزارنا کیا ایک عورت کے
قابل قبول ہو سکتا ہے...... بات صرف اتنی ہے باطش خماش کہ تمہیں مجھ سے نہیں
ذات سے محبت ہے، جو تحقیق تم کرتے ہو، کیا اس کا صلہ تم دنیا کو دے جاؤ گے......
صرف تمہارے سکون کے لئے ہے"۔

"تم نے ایک ایسی بات کہی ہے طاہرہ جو اب تک میرے اور تمہارے درمیان
کے طلسم کو توڑ دیتی ہے"۔

"اس طلسم کا قائم ہونا ہی میرے لئے مشکوک ہے" میں نے شروع سے تمہیں
طرح پڑھا ہے...... باطش خماش، تم اپنی ذات میں زندہ رہنے کے عادی ہو"۔

"میں الزامات پسند نہیں کرتا طاہرہ، اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کرو تم"۔

"ہاں" پچھلے کافی دن سے میں اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کرنے کے بارے م
رہی ہوں"۔

یا سوچ رہی ہو"۔

یں لندن جا رہی ہوں" اس نے کہا۔

یا مطلب؟" "اس بات کا اس گفتگو سے کیا تعلق؟"۔

"تم جانتے ہو، میرے اہل خاندان لندن میں رہتے ہیں...... میں یہ سمجھتی ہوں کہ ان
میان میری زندگی بہتر گزرے گی"۔

"گویا مجھے چھوڑ کر"۔

"ہاں...... میں یہ فیصلہ بہت بار کر چکی ہوں" لیکن...... لیکن، اپنے آپ سے لڑ رہی
...ایک کشمکش کا شکار تھی۔

"طاہرہ، کبھی کسی مرحلے پر تم مجھ سے اس انداز میں گفتگو کرو گی"۔ "مجھے علم نہیں
تم جانتی ہو کہ میں نے اپنی زندگی کا محور چھوڑ دیا ہے اور اب تمہاری ذات میں گم ہو گیا
۔

"تم کیا سمجھتے ہو باطش خماش، میں کوئی جاہل عورت نہیں ہوں، ہمارے درمیان کوئی
طہ آج تک کیوں نہیں قائم ہو سکا"۔

"کوئی اور رابطہ"۔

"ہاں......"

"مثلاً......"

"مثلاً اولاد"۔

"کیا...... اس میں بھی تم مجھے ہی قصوروار قرار دیتی ہو"۔

"میں نے کہا نا، تم سے کہ میں جاہل نہیں ہوں...... مرد کا جب عورت سے ذہنی
ہوتا ہے تو اولاد بھی تخلیق ہوتی ہے...... یہ ایک دوسرے کا باہمی تعاون ہے، ایک
رے سے لگن اور لگاؤ کا نتیجہ ہوتا ہے"۔

"بکواس کر رہی ہو تم" یہ کون سی طب میں ہے؟"۔

"میرے علم میں ہے یہ بات...... تم اسے نہیں سمجھ پاؤ گے"۔

”دیکھو طہارہ“ بات حد سے آگے بڑھ رہی ہے“۔

”بڑھ رہی ہے نہیں“۔ بلکہ بڑھ چکی ہے، باطش خماش میں تیاریاں بھی کر چکی ہو

”کیا مطلب“...... گویا تم خفیہ طور پر میرے خلاف اپنے دل میں سازش بنتی رہی

”نہیں“...... یہ سازش نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو مجھے بہت پہلے پہنچا دینا چاہئے تھا“۔

”تم ٹھیک کہتی ہو“ واقعی تم ٹھیک کہتی ہو...... میں ہی بھٹک گیا تھا...... میں تو ع
ہوں، ہم جیسے لوگوں کی منزل نہیں ہوتی...... منزل نہیں ہوتی ہماری...... میر
خانے میں مستقبل کی ایک کتاب تھی...... اس کتاب پر میرا مستقبل تحریر تھا...... لیٖ
نے کتاب پر بھروسہ نہیں کیا...... میں نے اس کتاب سے اپنے آپ کو منحرف کیا او
کتابیں تو کبھی کبھی اختراعی بھی ہوتی ہیں اور ان کی اختراع بے مقصد نکل آتی ہے......
اوقات...... لیکن حقیقت یہ ہے طہارہ کہ میری زندگی کی کتاب میں یہی تحریر تھی“۔

”کیا“...... طہارہ نے سوال کیا۔

”یہ کہ ایک عقدۂ کشاد، عقدۂ کشائی کے ہاتھوں ہی اپنی آخری منزل پر جا پہنچے
میرے لئے میری اس کتاب میں آخری تحریر تھی“۔

”تو پھر تم اپنی منزل تلاش کرو اور میں تمہیں خدا حافظ کہتی ہوں“...... باطش
ایک زبردست تازیانہ تھا وہ خواب و خیال میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ طہارہ ایک
طرح طوطا چشمی کرے گی، لیکن عورت کی کہانی بھی عجیب سی ہے...... گو اس پر
کوئی تحقیق نہیں تھی...... لیکن اب ہو رہی تھی اور اس وقت یہ تحقیق مکمل ہو گئی
طہارہ اسے اطلاع دیئے بغیر لندن روانہ ہو گئی...... اس نے یہ انتظامات کیسے کئے...
خماش سے الگ ہٹ کر اس نے، یہ سب کیوں کیا...... یہ باطش کی سمجھ میں بے شک
آیا...... لیکن وہ تحریر باطش کے لئے ایک مکمل تحریر تھی جس میں طہارہ نے اسے لکھ

”یہ اور بھی بہتر تھا...... باطش...... واقعی تم ایک محقق ہو اور تمہاری زندگی
میں جو کچھ تحریر ہے، میں نہ اسے مٹا سکتی ہوں اور نہ ہی شاید تم...... سو باطش خداح

ہے، ہم احمقوں کی جنت میں نہیں رہتے، ہم حقیقتوں کے علم بردار ہیں اور ہم جیسے
کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ تم مجھ تک دوبارہ آنے کی کوشش کرنا...... یہ فیصلہ جو میں
یا ہے...... میرا خیال ہے خاصے غور و خوض کے بعد کیا ہے...... میری طرف سے اس
ئی گنجائش نہیں ہے...... تم اگر اپنے وقت کا زیاں چاہتے ہو تو یہ تمہاری مرضی، میں
نہیں روکوں گی“۔ خدا حافظ کہتی ہوں۔

”طہارہ“۔

اور باطش نے شدید طیش کے عالم میں اس کاغذ کے پرزے کر دیئے...... واقعی طہارہ
ہی کہتی ہے، میں اپنے راستے سے بھٹک گیا تھا...... میرا راستہ ایک عورت اور اس کے
ایک گھر میں ایک احمق مرد کی طرح زندگی گزارنا نہیں تھا، بلکہ میرے راستے تو بالکل
ہیں...... البتہ جب کسی کا ساتھ ہو جاتا ہے تو اسے بھلانے میں ایک عرصہ لگتا ہے......
لش نے لیبیا چھوڑ دیا اور اس کے بعد وہ دنیا کے کئی ملکوں میں سیر کرتا رہا...... وہ صرف
آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش تھی...... لیکن کاغذ کے اس پرزے نے یہاں بھی اس کا
نہیں چھوڑا...... جبکہ وہ بار بار اس کا ساتھ چھوڑتا رہا...... اس پر درج شدہ تحریریں اسے
تی رہیں کہ اس کے سپرد جو ذمہ داری کی گئی ہے وہ اس کی تکمیل کرے اور پھر جب اس
علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ وہ اس کاغذ کے پرزے کی تحریر کی تکمیل کرے تو اس نے
طور پر اپنے آپ کو تیار کیا، زندگی کا اور مقصد تو ہے نہیں جس طرح زندگی کا آغاز کیا اور
راستوں پر طویل سفر طے کرنے کے بعد زندگی یہاں تک پہنچی ہے تو پھر کیوں نہ اسی
مطابق بقیہ عمر بھی بسر کر لی جائے اور چونکہ اس سلسلے میں صرف ایک ہی جگہ سے اسے
ب موصول ہوا تھا...... اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ مصر واپس جائے اور جس طرح بھی
سکے...... امیر عادل ثقفی سے رابطہ قائم کرے...... سو وہ قاہرہ کے لئے چل پڑا...... اسرار
وز کی سرزمین، قاہرہ میں وہ پہلے بھی کئی بار آ چکا تھا...... فرعون کے مقبرے، اہرامین اور
ر کی قدیم ثقافت، جدید و قدیم کا امتزاج رکھتی ہے...... آج کا مصر، ماضی کی قدیم داستانوں
، بے حد مختلف ہو گیا ہے...... لیکن ابوالہول اور صحرا میں بکھرے ہوئے اہرام سیاحوں کے

لئے آج بھی ان ہی صدیوں پرانی داستانوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور جو لوگ قدامت پر
اور قدیم تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے تہذیب کا گہوارہ مصر آج بھی اتنا ہی پر ک
ہے...... یہاں آنے کے بعد روح ایک پراسرار سحر میں گرفتار ہو جاتی ہے...... یہ محسوس ہ
ہے جیسے ہواؤں میں فرعون کی خوشبو اور ان کی آوازیں شامل ہوں...... لاکھوں داستا
کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہوں...... یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں داخل ہونے وا
داستانوں کو اپنے سینے میں سجائے آتے ہیں اور ان میں اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ ا
سب کچھ سچ محسوس ہوتا ہے...... جدید مصر کی رنگینیاں اپنی جگہ ایک منفرد حیثیت
تھیں...... امیر عادل ثقفی کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ضروری تھا...... بے شک
سے ملاقات پہلے بھی ہو چکی تھی...... لیکن اتنی مختصر کہ اسے بس اتنا ہی علم تھا کہ عادل
ایک بہترین محقق ہے اور اس کی کتابیں دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں مقبولیت کا درجہ
ہیں...... چنانچہ عادل ثقفی کو تلاش کرنا، اس کے لئے مشکل نہ ہوا...... ایک مخصوص
وساطت سے اس نے عادل ثقفی کا پتہ معلوم کیا اور جب مصر کے ایک متمول لوگو
علاقے میں داخل ہوا تو عادل ثقفی کی شاندار رہائش گاہ اس کی توجہ کا مرکز بن گئی......
سامنے ہی سے مصر کے قدیم ماحول سے ہم آہنگ کیا گیا تھا...... پھر باادب ملازموں
اندر پہنچایا اور جس ڈرائنگ روم میں اسے بٹھایا گیا اسے دیکھ کر ہی باطش خماش کو یہ
ہو گیا کہ وہ کسی معمولی شخص کے پاس نہیں آیا ہے...... عادل ثقفی اس قدر دولت
اور اس کا مزاج اس قدر شاہانہ ہو گا یہ باطش نے پہلے کبھی نہیں سوچا تھا...... پھر عاد
زمانہ قدیم کے ایک لبادے میں ملبوس اندر داخل ہوا تو خوشبوؤں کا ایک طوفان امنڈ
باطش خماش غیر اختیاری طور پر اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا تھا...... عادل ث
آگے بڑھ کر اس سے معانقہ کیا اور اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"تم سے ملاقات مجھے یاد ہے...... باطش خماش...... لیکن اس وقت ہماری زیا
ملاقات نہیں ہوئی تھی، کیونکہ بے شمار افراد راہ میں تھے...... میں تمہیں یہاں دیکھ ک
خوش ہوں اور ایک معزز اور قابل احترام مہمان کا درجہ دیتا ہوں"۔

باطش خماش نے شکر گزار لہجے میں کہا"۔

"جبکہ میں اس حیثیت کا حامل نہیں ہوں"۔

"حیثیتوں کا تعین جن بنیادوں پر کیا جاتا ہے، میرا نظریہ اس کی نفی کرتا ہے...... ہر
علم باحیثیت ہوتا ہے...... اور اس کا تعین انسان کو کرنا پڑتا ہے، میں نے تمہارے
خانے کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے اور اس کا جائزہ لوں، یہ میری خواہش ہے"۔

"اچھا"۔

"ہاں"۔

"ویسے یہ ایک صاحب علم کی بڑائی ہوتی ہے اور در حقیقت جسے اپنے نظریات سے
ہوتا ہے" وہ حیثیتوں کو نظر انداز کر کے ان کی جستجو کرتا ہے۔

"کب آئے"۔

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ کچھ گھنٹے ہوئے ہیں"۔

"قیام کہاں ہے؟"۔

"ایک ہوٹل میں"۔

"خیر میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ تمہیں سیدھا میرے پاس آنا چاہئے تھا، ہر انسان کے
نظریات ہوتے ہیں۔ تاہم میرے لئے تم ایک معزز مہمان کی حیثیت رکھتے ہو......
بھی اس رہائش گاہ میں پراسرار قوتوں کا بسیرا ہے...... باہر سے آنے والوں کو تو یہ سب
سا لگتا ہے۔

باطش خماش نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا کہ عادل ثقفی ایک خود پرست انسان
...... وہ دوہری گفتگو کرنے کا عادی ہے...... یعنی اپنے آپ کو بہت مہمان نواز ظاہر کرتا
لیکن یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے فن میں یکتا ہے...... تاہم باطش خماش نے اس کا
ر نہیں کیا...... عادل ثقفی نے کہا۔

"اور کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ تم ڈنر میرے ساتھ کرو...... آج رات تم میرے
ز مہمان کی طرح میرے ساتھ رہو"۔

"میری دلی خواہش ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے، امیر عادل ثقفی کہ میں صرف
سے ملاقات کے لئے یہاں پہنچا ہوں۔۔۔ لیبیا سے مصر تک کا فاصلہ ہے ہی کتنا، لیکن دیکھو
اتفاق ہے کہ نہ تم میرے پاس آسکے اور نہ میں تمہارے پاس آسکا"۔

"ویسے اس وقت میں ناروے سے آرہا ہوں، ظاہر ہے تمہاری مصروفیات اپنا الگ
رکھتی ہوں گی...... عادل ثقفی نے اس کی خاطر مدارت کی، کچھ عجیب سا ماحول تھا...... اس
کی ملازمائیں، خادمائیں، مرد، عورتیں، مصر کے قدیم لباسوں میں ملبوس تھے، جبکہ مصر
ملک ہے، لیکن قدامت پرست وہاں بھی اپنا ایک طریقہ کار رکھتے ہیں...... بہر حال دنیا میں
مزاج کے لوگ ہوا کرتے ہیں اور عادل ثقفی کا اپنا ایک مزاج تھا، باطش خماش نے اس پر
خاص توجہ نہیں دی...... اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے وہ اس شخص کو برداشت کرنے
لئے دل سے تیار تھا...... بشرطیکہ اسے کھناتیوں کے بارے میں تفصیلات کا علم ہو جائے۔

☆......☆

پھر یوں ہوا کہ ڈنر پر باطش خماش عادل ثقفی کے پاس پہنچ گیا...... اس نے محسوس کیا
ادل ثقفی نے اس کے لئے خصوصی انتظام کیا ہے...... لیبیا کے ایک ایسے شخص کے لئے
ود بھی ایک ایسے نوادر خانے کا مالک تھا، جس کی شہرت دنیا کے مختلف ملکوں میں پائی جاتی
...... عادل ثقفی اس پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کا خواہش مند تھا...... چنانچہ بہت لمبی میز پر
سرے سے دوسرے سرے تک مختلف قسم کے کھانے چنے ہوئے تھے...... چاندی کے
نوں میں کھانوں کا انتظام کیا گیا تھا...... خوبصورت لباسوں میں ملبوس لڑکیاں مصر کے
یم پس منظر کے ماحول میں مجسموں کی مانند کھڑی ہوئی تھیں اور پھر انہوں نے سروس کرنا
وع کردی...... باطش خماش نے تمام چیزوں کا نوٹس لیا تھا اور وقفے وقفے سے عادل ثقفی
ذوق کی تعریفیں کرتا رہا تھا...... عادل ثقفی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ
ت خوش ہے اور اس وقت باطش خماش جو کہ اس شخص کے لئے اپنے دل میں تھوڑا سا کینہ
تا تھا، مطمئن تھا کہ وہ مدمقابل کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہو گیا ہے...... پھر باطش
اش کی فرمائش پر عادل ثقفی اسے گفتگو کے لئے اپنی مخصوص لائبریری میں لے گیا...... جو
یرزمین تھی، باطش خماش لائبریری کو دیکھ کر حیران رہ گیا...... ناقابل یقین حد تک دنیا کی
ب ترین کتابیں موجود تھیں...... سفید رنگ کی خوبصورت میز کے گرد بیٹھ کر عادل ثقفی
نے کہا"۔

"تو کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ اب ہم اس موضوع پر گفتگو کریں جس کے لئے ہم نے
یک دوسرے سے رابطہ قائم کیا ہے۔

باطش خماش نے پوری لائبریری کا جائزہ لیا، ایک خوبصورت، آتش دان میں صن
کی لکڑیاں مدھم مدھم سلگ رہی تھیں اور ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ ان کی خوشبو کمرے میں پھ
کر ماحول کو قدیم مصر کے ماحول سے ہم آہنگ کر دے اور دھوئیں کا نام ونشان نہ رہے......
اس نے گردن خم کر کے کہا۔

"ہاں معزز عادل ثقفی...... آپ نے تو مجھے حیران کر دیا ہے...... لگتا ہے کسی زمانہ ق
کے کسی دربار میں بیٹھا ہوا ہوں، کسی بہت بڑے انسان کے سامنے عادل ثقفی
مسکرا کر کہا"۔

یہ سب کچھ ترتیب دینے کے لئے دنیا کی بیش قیمت دولت خرچ ہوئی ہے۔ مم
حکام میرے سامنے سرنگوں رہتے ہیں اور میرا اتنا اثر ہے ان پر کہ یوں سمجھ لو حکومتِ مم
میری مٹھی میں ہے، اگر میں کسی چیز کی خواہش کر دوں تو یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس خوا
پس منظر کیا ہے...... مجھے جواب دیا جاتا ہے اور میری خواہش پر عمل کیا جاتا ہے۔

"یقیناً مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ اس قدر حیثیت کے مالک ہوں گے...... عادل
مسکرا کر خاموش ہو گیا...... پھر اس نے کہا"۔

"ہاں تو تم نے جو مجھ سے تذکرہ کیا تھا ایک مذہب کے بارے میں، حقیقت یہ
میں اس بات پر حیران ہوا تھا"۔

"کیوں...... باطش خماش نے سوال کیا"۔

"نہیں میرے دوست یہ سوال اس وقت تمہاری زبان سے ادا نہیں ہونا چاہئے
حقیقت تو یہ ہے کہ تم مجھے بتاؤ کھنوتی مذہب کے بارے میں تمہارے علم میں کیا ہے یا
اس کی تفصیل کہاں سے معلوم ہوئی؟"۔

"پہلا سوال میں آپ سے یہ کروں گا عادل ثقفی کہ کیا اس مذہب کے بارے میں
کے ذہن میں کوئی ایسا خاص تاثر ہے جس سے یہ اظہار ہو کہ آپ اس میں بہت زیادہ دلچسپ
رہے ہیں۔ باطش خماش کے اس سوال پر عادل ثقفی چند لمحات سوچتا رہا...... پھر اس نے کہ

"شاید تمہاری معلومات اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ ہوں...... لیکن جہاں تک م

ں سمجھ لو کہ کھنوتی نظریہ بہت مختصر وقت کے لئے منظر عام پر آیا اور اس کے بعد
وں میں گم ہو گیا، لیکن بہرحال وہ ایک نظریہ تھا اور اس سلسلے میں ایک خاص عمل کیا گیا
کے بارے میں اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو میں تمہیں اس کی تفصیل بتا دوں گا۔ اصل چیز جو
نہیں بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے لئے ایک کتاب لکھ رہا
......اس کتاب کی فرمائش مجھے نجانے کب موصول ہوئی تھی...... یہ کتاب دنیا کے قدیم
ب اور ان کے نظریات پر مشتمل ہے اور شاید جب یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی کے
ب میں شامل ہو جائے تو اسے دنیا کی عظیم کتاب کہا جا سکے...... تم ایک بات اچھی طرح
ہو باطش خماش کہ جب کوئی انسان کسی خاص نظریئے پر کام کرتا ہے تو اس کی خواہش
ہے کہ وہ نظریۂ اس وقت تک دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے جب تک وہ اس کی تکمیل
ے اور تم وہ پہلے شخص ہو جس نے کھوتی مذہب کے بارے میں مجھ سے بات کی ہے، تو یہ
بھو تم کہ مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ یہ سمجھو کہ میں اس دن سے تمہارے
ے میں غور کرتا رہا ہوں جس دن سے تم نے مجھ سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا تھا۔ ہاں
ب بات ہے کہ میں اس تجسس کا اظہار نہ کر سکا جو میرے دل میں پیدا ہو چکا تھا...... تاہم
بھ اور عرصے تمہارے اور میرے درمیان ملاقات نہ ہوتی تو میں تم سے رجوع کرنے کی
ش کرتا۔

"یہ آپ کی محبت اور عزت افزائی ہے عادل ثقفی کہ آپ جیسی عظیم شخصیت نے مجھے
قابل سمجھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا کام ہے...... اور کتاب کی شہرت آپ کو
ن پر پہنچا دے گی...... عادل ثقفی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... وہ باطش خماش کا
دیکھ کر بولا"۔

"اور مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے اس شہرت میں تھوڑا سا حصہ تمہاری تقدیر میں بھی
نے والا ہے"۔

"میری تقدیر میں؟"

"ہاں یہ تو تقدیر کی بات ہے کہ وہ کیا کہتی ہے"۔

"خیر میں اتنی بڑی شخصیت کا مالک نہیں ہوں"۔

"نہیں باطش خماش میرے پاس تمہاری پوری فائل ہے" کہو تو تمہارے سامنے
کردوں بلکہ دیکھ ہی لو تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ میرا کام کس طرح ہوتا ہے...... عادل ثقفی
اٹھا اور اس نے دیوار میں چاروں طرف بنے ہوئے شیلفوں میں سے ایک شیلف کے نچلے
کے نمبر والا تالا کھولا اور اس کا سلائیڈنگ ڈور ہٹا کر اُس میں سے ایک فائل تلاش کر
سرخ رنگ کے کور میں ایک خوبصورت فائل تھا، وہ فائل لے کر باطش کے سامنے آ
نے اس کے بند کھول دیئے، تب جو کاغذات برآمد ہوئے اس میں سب سے پہلے کا
باطش کی ایک ایسی تصویر بھی جو شاید ایک رسالے میں چھپی تھی...... فرانسیسی زبان کا
تھا...... باطش خماش کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر وہ تفصیلات دیکھنے لگا......
کے متعلق تھیں اور ان میں یہ بات خاص طور پر انڈر لائن کی گئی تھی کہ باطش خماش
ترین زبانوں کو پڑھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا...... تمام کاغذات دیکھنے کے بعد اس نے
لہجے میں کہا"۔

"میری تو میری اپنی نگاہوں میں عزت بڑھ گئی ہے کہ ایک اتنے بڑے آدمی
جیسے حقیر شخص کے لئے کام کیا ہے...... عادل ثقفی نے تمام کاغذات یکجا کر کے فائل
کرتے ہوئے کہا"۔

میں اس سے تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کام مستحکم ہوتا ہے...... تقد
مجھے عمر، عقل اور موقع بھی دیا کہ میں اپنی جس خواہش کے لئے کام کر رہا ہوں...... ا
ہر پہلو پر عمل کروں...... اور تمہیں تعجب ہوگا کہ میں اپنے تمام کام اپنے طور پر کرنے
ہوں...... بنیادی وجہ تم سمجھ گئے ہوگے کہ اپنے تمام راز راز رکھنا ہی اہم بات ہوتی ہے

"اس میں کوئی شک نہیں"۔

"تو میرا خیال ہے ہم موضوع سے کافی دور نکل آئے ہیں...... لیکن میں تمہیں
سمت لاتا ہوں"۔

"یعنی"۔

"یہ کہ کھنوتی مذہب کے بارے میں تمہیں کہاں سے علم ہوا...... باطش خماش اس
کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کس ٹائپ کا آدمی ہے، اب اسی
اسی کے انداز میں بات کرنا مناسب ہوگا...... صاف گوئی اور صاف زبانی ہر جگہ مناسب
ہوتی...... سو چند لمحوں کے بعد اس نے کہا"۔

"میرا کام بھی مسلسل جاری ہے اور شاید تمہیں اس بات پر یقین نہ آئے کہ اس کے
میں نے اپنی نجی زندگی ترک کر دی ہے"۔

"ہم جیسے لوگوں کے لئے نجی زندگی سب سے بے معنی چیز ہوتی ہے، یوں سمجھو کہ
کی چلنے والی ہوا ہے اور ہوا کا کام کسی جگہ رکنا یا ٹھہر جانا نہیں ہوتا...... جبکہ نجی زندگی کا
ٹھہر جانے کا نام ہے"۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، باطش خماش نے کہا"۔

"تو پھر مجھے بتانا پسند کرو گے تم؟"۔

"ہاں اس حد تک، جس حد تک بات راز میں رکھی جاتی ہے اور اس کا ایک حصہ قابل
ہوتا ہے...... یوں سمجھ لو کہ سنکیانگ کے ایک برف آب میں کچھ ایسی چیزیں دستیاب
میں...... جن سے میں نے کھنوتی مذہب کے بارے میں جانا"۔

"بس اس قدر تفصیل بتاؤ گے"۔

"کیا اتنا بتانا کافی نہیں ہے"۔

"تب پھر میں تم سے ایک سوال کروں گا؟"۔

"ضرور"۔

"کیا تم کھنوتی مذہب کے مقاصد سے واقف ہو؟"۔

"کسی حد تک، صرف ان حالات کی روشنی میں جن کا مجھے علم ہوا"۔

"بتانا پسند کرو گے؟"۔

"ہاں کیوں نہیں"۔

"تو پھر بتاؤ......" باطش خماش ایک لمحے تک اپنے ذہن میں کچھ سوچتا رہا۔

پھر اس نے کہا۔

"کھناتی مذہب کے پیروکار نروان کی راہوں پر چل کر چار اعلیٰ صداقتوں کی کھو
سرگرداں تھے، یعنی دکھ کی موجودگی اس کی وجہ کی موجودگی، اس سے نجات اور ان را
چل کر نروان کو اپنانا ان کے مذہب میں آٹھ خوبیاں نروان کا راستہ ہیں۔ یعنی صحیح س
صحیح نظریہ، صحیح گفتار، صحیح کردار، صحیح زندگی، صحیح کوشش اور صحیح دھیان، نروان کے
دنیا سے دور ہٹ کر رہیں اور اس کے لئے خاموشی اور سکون درکار ہوتا ہے اور نروان ک
پرسکون کے راستوں سے گزرتی ہے۔ بسماؤ ساؤ کھناتے اسی نظریئے کے تحت اپنی نئ
کا آغاز کرتے ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ جب تک دنیا ختم نہ ہو جائے یہ سلسلہ جاری رہ
تاکہ اس تفصیلی رشتے کا پتہ چل سکے، جس کا مظہر کرما ہے۔ باطش خماش کہہ رہا تھا او
ثقفی نے آنکھیں بند کر لی تھیں، تاکہ اس کے جذبات کا اظہار اس کی آنکھوں سے ن
اور جب تک اس نے آنکھیں نہ کھولیں باطش خماش اس کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا
کے خاموش ہو جانے کے بعد عادل ثقفی نے آنکھیں کھولیں، اس کے ہونٹوں پر م
کی باریک لکیر ابھر آئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا"۔

ہاں یہی نظریہ ہے کھناتی مذہب کا اور کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے۔ باطش
جب مصر میں تہذیب کا آغاز ہوا تھا اور قدیم یونان میں جہاں دیویوں اور دیوتاؤں
رائج تھا، کیا یہی اشتراک موجود نہیں تھا۔ یعنی انسان غیر فانی ہے یا فانی اور زندگی م
بعد نمو پانی ہے۔ یہ تمام چیزیں قابل تحقیق تھیں، کچھ نظریات پر جم گئے اور کچھ
گنجائش کی راہیں رکھیں۔ کھنوتی مذہب نے اسی پیروکار کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا تھا اور تم
اس بات کا بھی علم ہو کہ دنیا کے کئی ملکوں میں وہ لوگ جو اپنے علم میں یکتا تھے یکجا ہ
انہوں نے نروان کی راہوں کا سفر کیا اور اس کے بعد دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہو
موقع تھا کہ باطش خماش اپنی آنکھیں بند کر لے کیونکہ اب عادل ثقفی ان باتوں کا اظہ
تھا جن کی وجہ سے باطش خماش کے نظریئے کے مطابق اس کی زندگی برباد ہو گئی
زندگی جس میں طہارہ شامل تھی۔ یہ سب کچھ وہیں سے شروع ہوا تھا لیکن جب عاد

پر اپنی بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا تو وہ خود عادل ثقفی کو سب کچھ کیسے بتا دیتا، عادل
فی اپنی دھن میں مست کہے جا رہا تھا۔

"بسما ساؤ کھناتے یقینی طور پر تبت کے برفانی علاقوں میں اپنے لئے وہ جگہ تلاش
رہے ہوں گے جہاں وہ سکون کی منزل پا سکیں۔ انہوں نے جگہ ضرور منتخب کر لی ہو گی۔
ل میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ قدیم تہذیب مصری تہذیب اور یونانی تہذیب تینوں کا
ب اگر یکجا کیا جائے تو یہ احساس کرنا مشکل ہو جائے کہ ان میں سے کون کون سے
اروں کے نظریات الگ الگ ہیں۔ قدیم مصر کی بات کر رہا ہوں۔ قدیم یونان کی جبکہ چین
ے معاملات، بلکہ اس علاقے کے اور دوسرے ملکوں کے معاملات تقریباً یکجا ہی ہیں اور وہاں
ہ مذہب کے پیروکار تقریباً وہی نظریات رکھتے ہیں لیکن ہمیں کھنوتیوں کی تلاش ہے اور
سلسلے میں ان کے مکمل نظریات کیا تھے، اس کے لئے میری تحقیق خاصی حد تک آگے
ہ چکی ہے"۔ لیکن بس ایک جگہ اٹکا ہوا ہوں۔ ایک ایسا واقعہ میری زندگی میں شامل ہے
کی آج تک میں ترتیب نہیں کر پایا"۔

"وہ کیا"...... باطش خماش نے سوال کیا اور امیر عادل ثقفی کچھ لمحوں کے لئے پھر
موش ہو گیا، تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے کہا"۔

"تھوڑے عرصے قبل کی بات ہے، جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اپنی دھن
ا مگن انسان ہوں۔ جس چیز کی تلاش شروع کی اس کی کھوج میں لگ گیا اور پھر میری کتاب
ے لئے یہ حصہ بہت ضروری ہے۔ مجھے صحرائے سینا میں سفر کرنے کا موقع حاصل ہوا اور یہ
ت تو تم بھی جانتے ہو کہ سرزمین مصر کے لاتعداد گوشے ایسے ہیں جن کی ابھی تک صحیح
اخت نہیں ہو سکی ہے اور یہ بھی ایک دلچسپ بات ہے کہ خود اہل مصر کے لئے اور ساری
کے لئے ابھی تک یہ اہرامین معمہ بنے ہوئے تھے۔ ان میں لاتعداد ایسے ہیں جو زیر زمین
چکے ہیں اور ان کی تلاش ناممکن سی ہے، کیونکہ ریت کے انبار کے نیچے وہ نجانے کتنی
رائیوں میں دفن ہیں۔ ان میں سے جو کچھ برآمد ہو سکتا ہے ان کا شمار عجائبات عالم میں کیا
سکتا ہے، لیکن تلاش کرنے والے جادوگر نہیں ہوتے...... ہاں کچھ لوگ اپنی جادوگری

دکھانے کے لئے باہر سے آتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں، جبکہ حکومت مصر نے
کوششوں پر پابندی لگادی ہے اور اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ محکمہ سیاحت اور
داخلہ سے اجازت لے لی جائے لیکن پھر بھی کھوجی کھوج کرتے رہتے ہیں، کبھی مجرمانہ ط
اور کبھی کسی ایسے ٹھوس نظریئے کے تحت، حکومت انہیں اجازت دینے پر مجبور ہو جاتی
لیکن اس سلسلے میں حکومت کے قوانین سخت کر دیئے گئے ہیں اور خود اہل مصر کو
اجازت نہیں ہے کہ وہ بغیر اجازت ایسے اہرامین کی تلاش کریں، ان اہرامین میں ایسے
نادر ونایاب خزانے بھی نکل آتے ہیں جن کی مالیت انتہائی بیش قیمت ہوتی ہے۔ بھلا ایک
میں بیرونی دنیا کے لوگوں کو ایسے اہرامین کی تلاش کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

"بے شک...... باطش خماش نے کہا"۔

"تو میں صحرائے مینا سے گزر رہا تھا کہ مجھے ہوا کے دوش پر کچھ اڑتے ہوئے کا
آئے اور ان کاغذات کو یکجا کرنے میں، جن مشکلات کا مجھے سامنا کرنا پڑا ان کی تفصیل
ہے، کیونکہ اس کا میری داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کاغذات ایک قلمی نسخے
میں تھے اور جہاں تک میرا اندازہ غلط نہیں ہے یہ انتہائی قدیم تھے اور اتنے قدیم کہ
تصور بھی ذہن میں نہ آئے۔

"تو پھر"......

"میرا مطلب ہے کہ میں تو انہیں کاغذات ہی کہوں گا"...... اب یہ الگ بات۔
کسی جانور کی باریک جھلی پر ایسی شکل میں لکھے گئے ہیں جن کی شناخت کم از کم میر
ناممکن ہے...... باطش خماش نے متجسس انداز میں ثقفی کا چہرہ دیکھا اور بولا"۔

"تو کیا آپ ان کی تحریر نہیں پڑھ سکے"۔

"بہت معمولی سے انداز میں میرے دوست وہ تحریر اس قدر عجیب ہے کہ نج
کوشش اور کاوش کے باوجود میں اسے تلاش نہیں کرسکا، اسے جان نہیں سکا، لیکن
ایک الگ شکل ہوتی ہے۔ بہت سی قدیم کتابوں میں کہیں تھوڑا بہت کھنوتیوں کا
ہے۔ مجھے ایسے نقش زبانی یاد ہو گئے تھے اور ان کاغذات میں ایسے نقش جابجا تھے"۔

"گویا باقی تحریر آپ کی سمجھ میں نہیں آسکی؟"۔

"مجھے اعتراف ہے"۔

"میں وہ قلمی نسخہ دیکھ سکتا ہوں"...... باطش خماش نے کہا...... اور ثقفی اپنی جگہ سے
ر اپنی لائبریری کے ایک گوشے میں پہنچ کر اس نے ایک خانہ کھولا...... اس میں سے
پیکٹ نکالا جو خوبصورتی سے پیک کیا تھا؟ اسے لیکر وہ واپس آگیا...... پھر اس نے پیکٹ
ل کر ایک اور پیکٹ نکالا...... اس میں وہ کاغذات احتیاط سے محفوظ تھے۔ ایک رول کھول کر
نے ان میں سے ایک مڑی تڑی جھلی نکالی اور اسے بھی تہہ کر کے دو لائنیں باطش کے
نے کیں...... باطش اٹھ کر آگے بڑھا تو وہ بولا۔

"مجھے معاف کرنا باطش خماش...... یہ میرے لئے بے حد نادر و نایاب چیز ہے اور میں
پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔

"تب پھر تمہیں اسے میرے سامنے ہی نہیں لانا چاہئے تھا...... باطش نے کسی قدر
اری سے کہا"۔

"تم ان دو لائنوں کو دیکھ کر بتاؤ...... کیا تم یہ تحریر پڑھ سکتے ہو"۔

"نہیں امیر ثقفی۔ تم سنگدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو، اگر ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں
تو پھر یہ بات یہیں پر ختم ہو جانی چاہئے...... باطش نے کہا۔

"یہ سنگدلی نہیں مجبوری ہے اور یہ میں نہ کرسکوں گا"! ہاں میری ایک پیشکش ہے؟"۔

"کیا......"

"تمہیں میرے ساتھ طویل وقت گزارنا ہوگا...... وہ بھی اس شکل میں اگر تم یہ تحریر
ء سکو...... اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو پھر تم اس وقت تک میری تحویل میں رہو گے......
ب تک تمہارے تعاون سے میری کتاب شائع نہ ہو جائے۔ اس کے بعد ہی تم میرے پاس
ے جاسکو گے اور اس کام کے معاوضے کا تعین تم اپنی پسند سے کرو گے۔ میں اس کی ادائیگی کے
ئے تیار ہوں، اس کے علاوہ اس کتاب میں تمہارا نام میں معاون کے طور پر شامل کر دوں گا"۔

باطش ہنس دیا...... پھر بولا...... شاید تم میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے یا

پھر تم میری حیثیت کا تعین ہی نہیں کر پائے"۔

"ممکن ہے ایسا ہو اس کے باوجود میری پیشکش اپنی جگہ ہے، اس کے علاوہ میں ایک
پیشکش بھی کر سکتا ہوں"۔

"وہ کیا......"

"میری کتاب شائع ہو گی، اس کے بعد بھی اگر تم کھنوتیوں پر ریسرچ کرنا چاہو تو
تمہارے ساتھ رہنے کے لئے تیار ہوں"۔

باطش خماش اندر سے آگ بگولہ ہو گیا تھا، لیکن اس نے ایک لمحے میں فیصلہ ک
مصلحت زیادہ بہتر ہے۔ اس غرور میں ڈوبے ہوئے شخص کو سزا دینا ضروری ہے۔ چنانچ
لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"صورت حال ایسی ہے کہ میرے لئے اس پر فوری فیصلہ کرنا مشکل ہو گا"۔

"کیا مطلب"۔

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ عرصہ مجھے تمہاری قید میں گزارنا ہو گا"۔

"اسے قید کیوں کہتے ہو، اپنے آپ کو میری جگہ رکھ کر سوچو، میں یہ کتاب مکمل ک
جو شہرت حاصل کروں گا وہ بے مثال ہو گی، چنانچہ میں کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا"۔

"ٹھیک ہے مجھے کچھ دن کی مہلت درکار ہے"۔

"اگر یہ ضروری سمجھتے ہو تو جیسے تم چاہو...... امیر ثقفی نے پیکٹ بند کیا، اسے رکھ
پھر باطش کے پاس آکر بولا...... "میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا"۔

"تمہاری اس پر تکلف دعوت کا شکریہ" "میں تم سے دوسری ملاقات بہت جلد کرو
وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا، لیکن اس کی زہریلی مسکراہٹ اس کے اندرونی جذب
نشاندہی کرتی تھی۔

☆......☆

طش خماش غصے کی آگ میں جھلستا ہوا اپنے ہوٹل واپس پہنچا تھا۔ ٹریپولی میں بھی وہ
اختیار تھا، اگر امیر عادل ثقفی طرابلس آجاتا تو باطش خماش اسے دکھا سکتا تھا کہ
ت کیا ہوتے ہیں، اگر وہ اسے تعاون کی کوئی بہتر پیش کش کرتا تو شاید خماش اسے بھی
ن میں شریک کر لیتا...... لیکن مصر کا بڑا انسان غرور میں ڈوبا ہوا تھا اور اس نے باطش
ے درجے کا انسان سمجھا تھا...... اب جب وہ سکون سے بیٹھا تو اسے ایک لفظ یاد آنے
ے معاون کی حیثیت دینا چاہتا تھا...... احمق...... بے حقیقت۔

ھر اس نے کتاب کے بارے میں سوچا...... وہ کتاب بے مثال معلوم ہوتی ہے، اس کا
س طرح ممکن ہے...... اس نے سوچا...... لیکن اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی نے اسے
...... یہاں اسے کون فون کر سکتا ہے...... اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

'ہیلو"۔ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

'باطش خماش" دوسری طرف سے آواز آئی۔

'میں بول رہا ہوں...... پہچانا"۔

'کون......؟"

'عادل ثقفی"۔

باطش کے بدن میں شعلہ سا کوندا تھا...... لیکن دوسرے لمحے عقل نے ساتھ دیا اور
ے میں اس نے اپنے رویئے کا فیصلہ کر لیا۔

'خیریت امیر عادل"۔

"تمہیں میرے اس فون پر حیرت نہیں ہوئی"۔ عادل کا لہجہ غصہ دلانے والا تھ
"کیوں امیر...... اس میں حیرت کی کیا بات ہے، ایک معزز شخص نے مجھے فون
میری ہمت افزائی کی ہے۔

"اوہ...... ویری گڈ...... اس کا مطلب ہے کہ تم خطرناک آدمی ہو"۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"سادہ اور آسان ہے" امیر ثقفی نے کہا۔

"شاید میں کند ذہن ہوں"۔

"نہیں بالکل نہیں...... تمہارے لہجے کی حلاوت بتاتی ہے کہ تمہارے ذ
میرے لئے کوئی جال بن رہا ہے...... تم یہاں سے خوش ہو کر نہیں گئے تھے اور ج
ہوتے ہیں ان کا لہجہ چغلی کھاتا ہے، لیکن جو انتقامی مزاج رکھتے ہیں اور بدلہ لینے کے
میں سوچتے ہیں وہ خود کو معتدل رکھتے ہیں"۔

" آپ کی منطق عجیب ہے"۔

"لیکن بالکل درست ہے"۔

" آپ کی بات بے شک کچھ توہین آمیز تھی، لیکن آپ کے اختیار کو میں
کر سکتا"۔

"شاید تم غلط سوچ رہے ہو"۔

"کس سلسلے میں؟"۔

"اصولی طور پر تمہیں میری پیشکش قبول کر لینی چاہئے، جنہیں اپنے مقصد
ہوتا ہے وہ انا کے قیدی نہیں ہوتے"۔

"اپنے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"۔

"میرا کام تم سے بہت زیادہ ہے، تم صرف خلاء میں گھور رہے ہو جبکہ میں ب
بڑھ چکا ہوں۔

"میں نے اس سے کب انکار کیا؟"۔

"تو پھر مجھ سے تعاون کیوں نہیں کرتے"۔

"یہ ممکن نہیں"۔

"وجہ؟"

" آپ نے غور نہیں کیا...... میرا شعبہ آپ سے مختلف ہے"۔

"مانتا ہوں، لیکن اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد میں نے تم سے تعاون کا وعدہ
ھا"۔

"اس وقت میری تحقیق بے نتیجہ ہوگی"۔

"کیوں......؟"

"یہی کہا جائے گا کہ میں نے تمہاری کتاب سے مدد لی ہے"۔

"اس کتاب میں تمہارا نام بھی شامل ہوگا۔ ثقفی نے کہا اور باطش خاموش ہو گیا، لیکن
کے پاس اس بات کا بہترین جواب موجود تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے منصوبے کے
بق وہ یہ جواب نہیں دینا چاہتا تھا اور دوسرا جواب بہر حال اسے دینا ہی تھا...... چنانچہ اس
کہا۔

"مجھے سوچنے کا موقع دیجئے امیر عادل"۔

"ہاں اس میں کوئی ہرج نہیں ہے، لیکن ایک سمجھدار آدمی کی حیثیت سے تمہیں یہی
لہ کرنا چاہئے کہ جو تحقیق دنیا کے لئے تہلکہ خیز ثابت ہوگی اس میں تمہارا نام بھی شامل
گا اور بہر حال اس کی اپنی حیثیت ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کسی کتاب
عاون بھی ایک اعلیٰ مقام کا مالک ہوگا...... بہر حال یہ باتیں میرے کرنے کی نہیں ہیں خود
ارے سوچنے کی ہیں۔ مجھے تم سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے، ویسے بھی تم ایک معزز آدمی ہو اور
سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں کو معزز آدمیوں ہی کی حیثیت میں ایک دوسرے کے سامنے آنا
ہئے۔

"امیر عادل! مجھے وقت دیجئے گا...... میرا خیال ہے میں کوئی مناسب فیصلہ کرنے میں
یاب ہو جاؤں گا"۔

"میں اس میں کوئی ہرج نہیں سمجھتا......" عادل ثقفی نے جواب دیا اور اس سلسلہ منقطع ہو گیا...... باطش خماش نے ٹیلی فون کا ریسیور کریڈل پر رکھا اور اس زہریلے انداز میں مسکرانے لگا۔

"مجھے اندازہ ہے عادل ثقفی کہ تم بے حد چالاک انسان ہو، لیکن میں نے اس کے لئے اپنی زندگی کھو دی ہے۔ میں نے عادل ثقفی، اپنا گھر برباد کر لیا ہے اور دربدر ہوں۔ تمہارے تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ سادھان سارتی میری توجہ کا مرکز ہے میں نے کسی طرح سادھان سارتی کو حاصل کر لیا تو تمہاری تحقیق میرے سامنے ہو کر رہ جائے گی۔ زمانہ قدیم کا ایک ایسا شخص جو بسما ساؤ کھتاتے مذہب کا پیروکار او سب سے بڑا سنت ہے۔ بہر حال پہلے تو تم ہو جس سے میرا گہرا رابطہ رہے گا اور تم مجھ بڑھنے میں مدد دو گے...... پھر وہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔

اس کے بعد کسی خیال کے تحت اس نے ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھائی اور ایک صفحہ کھول کر قاہرہ کے ہوٹلوں کا جائزہ لینے لگا...... بہت دیر تک وہ ان ہوٹلوں کی ف کھنگالتا رہا، اس کے بعد اس نے ایک نمبر ذہن نشین کیا اور پین نکال کر اسے ڈائری کے صفحے پر لکھا...... پھر اس نمبر کو دیکھ کر ٹیلی فون پر ڈائل کرنے لگا...... تھوڑی دیر کے ب نمبر پر رابطہ قائم ہو گیا۔

"ہوٹل شیلاز"۔

"یس سر"۔

"ایک کمرہ بک کرنا ہے میرے مالک ڈاکٹر خیال تمہارے ہوٹل میں قیام کرنا ہیں۔ براہ کرم ان کے لئے کمرہ بک کر لو"۔

"بہت بہتر جناب...... براہ کرم ڈاکٹر خیال کے بارے میں تفصیلات بتا دیجئے"۔

"ڈاکٹر خیال قاہرہ میں ایک مخصوص ریسرچ کرنا چاہتے ہیں، وہ شاید آج رات صبح ہوٹل پہنچ جائیں گے"۔ باطش خماش نے مختصر تفصیلات بتائیں اور کمرہ بک ہو گ نے چند لمحے سوچا پھر کچھ اہم فیصلے کئے، مثلاً یہ کہ اس ہوٹل کا کمرہ باطش خماش کی حیثیہ

قرار رہنے دیا جائے تاکہ اگر امیر عادل کبھی اسے ٹیلی فون کرے تو اسے یہی معلوم ہو کہ وہ چھوڑا نہیں گیا ہے بلکہ باطش خماش کہیں گیا ہوا ہے اور دوسرے ہوٹل میں داخل ہونے کے لئے ڈاکٹر خیال کے نام سے کچھ سامان وغیرہ کی ضرورت بھی ہو گی تاکہ ڈاکٹر خیال کو بے سروسامان نہ سمجھا جائے اور اس کے لئے دن کا وقت ہی موزوں ہے۔

چنانچہ اگلے دن اس نے اپنی خواہش کے مطابق خریداری کی اور پھر ایک ٹیکسی میں بیٹھ ہوٹل شیلاز پہنچ گیا...... شیلاز کے کاؤنٹر پر اسے ڈاکٹر خیال کی حیثیت سے کمرے کی چابی حاصل ہو گئی۔ اس نے رجسٹر میں اپنے دستخط ڈاکٹر خیال ہی کے نام سے کئے تھے اور پھر پورٹر کے ساتھ لفٹ کی جانب چل پڑا تھا...... ہوٹل فائیو سٹار نہیں تھا، لیکن تمام تر سہولتیں مہیا تھیں...... باطش خماش کو یہاں قیام میں کوئی مشکل نہیں پیش آئی تھی اور وہ اپنے دوسرے منصوبے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا...... لیکن اس کے لئے اسے قاہرہ میں آوارہ گردی کرنی تھی...... کام بے حد مشکل تھا، لیکن باطش خماش ہر قیمت پر اسے کرنا چاہتا تھا۔

پھر قاہرہ کے مشہور تفریحی مقامات ابوالہول ایونیو اور قاہرہ ٹاور ہر اس جگہ اس نے اپنے مطلب کے لوگوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی، لیکن قاہرہ ٹاور کے بیرونی حصے میں چہل قدمی کرتے ہوئے سیاحوں کی صورتیں دیکھتے ہوئے وہ واقعہ پیش آگیا...... جس نے باطش خماش کے لئے کامیابی کا پہلا دروازہ کھولا...... لڑکے کی عمر زیادہ سے زیادہ بارہ یا تیرہ سال کی تھی...... معصوم صورت اور کافی حد تک خوبصورت لیکن باطش خماش نے اتفاقیہ طور پر ہی اسے اپنی جیب پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لڑکا اپنا کام کر کے بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ باطش خماش نے ہاتھ بڑھا کر اس کے لمبے چکنے اور خوبصورت بال پکڑ لئے اور لڑکا اس کے سامنے بے بس ہو گیا...... اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا تھا...... باطش خماش نے اس کے ہاتھ سے اپنا پرس چھینا اور اسے اوپری جیب میں رکھ کر بولا۔

"میں تمہیں پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں اور یقینی طور پر تمہاری عمر کا ایک بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا"۔

"مجھے معاف کر دیجئے جناب...... میں...... میں...... معافی چاہتا ہوں، دیکھئے میں م
فا، میری چھوٹی سی عمر ہے، لیکن شاید آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میرے والد
ندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں...... میں...... میں...... جناب، میں"۔

"ادھر آؤ اور خبردار بھاگنے کی کوشش نہ کرنا ورنہ میں تمہیں پولیس کے حوا
لر دوں گا...... آؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اتنی رقم دے د
جس سے تم اپنے والدین کا علاج کرانے میں کامیاب ہو سکو"۔

لڑکے نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا، لیکن اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شخص ج
کہہ رہا ہے وہ کر ڈالے گا...... وہ کچھ خوفزدہ سا ہو گیا تھا...... باطش خماش اسے ایک تنہا گو
میں لے گیا، اس نے کہا۔

"کب سے یہ کام کر رہے ہو؟"

"وہ جناب...... دراصل...... دراصل"۔

"میں جانتا ہوں تمہارے چہرے پر جھوٹ کی لکیریں بکھری ہوئی ہیں اور اگر تم یہ
ہو کہ میں نے تمہاری بات مان لی ہے تو یہ غلطی ہے جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں اس کا ج
دو"۔

"جناب عالی، بس پہلی ہی بار...... لیکن باطش خماش نے ایک بار پھر اس کا گریبا
لیا"۔

"یوں باز نہیں آؤ گے" جس مہارت سے تم نے میری جیب سے بٹوہ اڑایا تھا
سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اس کام کے ماہر ہو۔ میرا خیال ہے اب مجھے وہ دیکھو سامنے دو
والے نظر آ رہے ہیں...... میں انہیں آواز دے کر اپنی کاٹی ہوئی جیب دکھاؤں گا اور تمہ
کے سپرد کر دوں گا"۔

"نہیں جناب...... وہ میری کھال اتار دیں گے...... میرے پیر، ہاتھ کاٹ دیں۔

"اسی لئے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ان تمام چیزوں سے بچنے کے لئے سچ بولو،
کتنے دن سے یہ کام کر رہے ہو؟"۔

"جناب عالی تقریباً اڑھائی سال سے"۔

"اس کے علاوہ بھی کچھ کرتے ہو"۔

"وہ سب کچھ، جس سے ہمیں رقم حاصل ہو سکے"۔

"تمہارا استاد کون ہے"۔

"حلاش...... حلاش ہمیں......" لڑکے کی زبان پھر بند ہو گئی۔

"بولتے رہو، وہ اتنے قریب آ چکے ہیں کہ اب صرف ایک آواز انہیں میری جانب
وجہ کر سکتی ہے...... باطش خماش پولیس والوں کی طرف اشارہ کر کے بولا اور بچہ کانپ گیا۔

"حلاش ہمارا استاد ہے، میں یتیم لڑکا ہوں نہ میری ماں ہے اور نہ باپ"...... حلاش کے
ں رہتا ہوں اس کے علاوہ چھ اور لڑکے حلاش کے پاس ہیں...... وہ سب حلاش کے لئے
ارے کام کرتے ہیں...... ہم لوگوں کو تربیت دی جاتی ہے، مجھے جیب تراشی کی تربیت دی گئی
ہ باقی دوسرے کام کرتے ہیں...... گھروں میں داخل ہو کر چوریاں اور ایسے کام جن سے
ولت حاصل ہو سکے...... باطش خماش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... اس نے کہا"۔

"نہ تو میں پولیس والا ہوں اور نہ ہی تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والا، لیکن
شرط یہ ہے کہ حلاش سے میری ملاقات کراؤ"۔

"کیوں ملنا چاہتے ہو تم اس سے"...... کیا تم اسے گرفتار کرا دو گے"۔

"بالکل نہیں"۔

"تو پھر......"۔

"بس تم یہ سمجھ لو کہ تمہارے ذریعے حلاش کو ایک بہتر آمدنی ہونے والی ہے"۔

"تب تو ٹھیک ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو سمجھ لینا کہ حلاش مجھے جان سے مار دے گا، وہ بہت
سنگدل آدمی ہے"۔

"تم بالکل فکر مت کرو، باطش خماش نے مسکرا کر لڑکے کو تسلی دی اور پھر لڑکا اس کی
رہنمائی کرنے لگا...... مصر کے ایک پسماندہ علاقے کے چھوٹے سے مکان میں باطش خماش
کی ملاقات حلاش سے ہوئی، ایک پستہ قامت اور شاطر سا آدمی تھا...... داڑھی بڑھی ہوئی تھی

اور اس نے اپنا حلیہ بہت برا بنا رکھا تھا...... اس کے گھر کے دروازے پر "دارالامان" لکھا
تھا اور واقعی "دارالامان" تو یہ ہے، لیکن اس "دارالامان" سے جو کچھ بن کے نکل رہا ہے ا
میں امان کے علاوہ سب کچھ ہے۔ حلاش نے اسے تیز نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

"تمہارا تعلق محکمہ پولیس سے تو معلوم نہیں ہوتا، کیا "خفیہ" کے آدمی ہو، لیکن ا
بات کو ذہن میں رکھنا کہ میرے خلاف کوئی عمل خاصا مشکل ہوگا تمہارے لئے، کیونکہ جب
ایسے کام کئے جاتے ہیں تو اپنی پشت خالی نہیں رکھی جاتی"۔

"ساری باتیں جانتا ہوں حلاش اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم معاوضہ لے کر اہم ترین ک
بھی سرانجام دے دیا کرتے ہو، بشرطیکہ معاوضہ مناسب ہو"۔

"کیسی باتیں کرتے ہو تم، یہ لاوارث بچے میرے پاس رہتے ہیں، ان کی کفالت کر
ہوں، محنت مزدوری کر کے اور نجانے کیا کیا عمل کر کے...... باطش خماش نے اپنی کٹی ہو
جیب دکھائی، جس پر بلیڈ کا نشان پڑا ہوا تھا...... پھر بولا"۔

"تمہارے ایک یتیم بچے نے بڑی صفائی سے میری یہ جیب کاٹی ہے، لیکن اتفاق
مجھے اس کا احساس ہو گیا...... تاہم نہ تو میرا تعلق خفیہ سے ہے حلاش اور نہ کسی اور ادار
سے، بلکہ اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ میں مصر کا باشندہ ہی نہیں ہوں تو شاید تم یقین کر لو اور
ایسے یقین نہ آئے تو میں تمہیں اپنے کاغذات بھی دکھا سکتا ہوں...... میں تم سے ا
کاروباری بات کرنا چاہتا ہوں...... بمشکل تمام باطش خماش، حلاش کو کھولنے میں کامیا
ہو گیا اور اس نے کہا"۔

"حلاش مجھے علم ہوا ہے کہ تمہارے پاس چھ اور لڑکے بھی ہیں جو مکانوں میں چو
بھی کیا کرتے ہیں اور جرم کے ہر وہ کام کیا کرتے ہیں جن سے تمہیں معاوضہ حاص
ہو سکے...... میں تم سے ایک معقول معاوضہ دے کر ایک چیز چوری کروانا چاہتا ہوں۔

"لیکن میں یہ بات کیسے مان لوں کہ تمہارا تعلق کسی محکمہ پولیس سے نہیں ہے"۔

"اس کے لئے میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے سوائے ان کاغذات کے جو میں تمہ
دکھا سکتا ہوں...... تمہاری تسلی کے لئے...... حلاش کچھ سوچنے لگا...... پھر اس نے کہا"۔

چہرہ شناسی میرا محبوب مشغلہ ہے اور رہا ہے اور بولتے ہوئے تمہارے چہرے پر جھوٹ نظر
ا ہے مجھے اور پھر خطرہ تو مول لینا ہی پڑتا ہے، چلو ٹھیک ہے، بولو کیا کام کرانا چاہتے ہو"۔

"اس کے بارے میں تمہیں تفصیلات بتا دوں گا" چیز معمولی سی ہے، یعنی صرف ایک
"بس مشکل یہ ہوگی کہ اس گھر میں داخل ہونا پڑے گا اور اگر تمہارے پاس کوئی اتنا ہی
موجود ہے تو یہ سمجھ لو کہ میرا کام اور بھی آسان ہو جائے گا"۔

اس جگہ کا نقشہ بنا کر مجھے دینا پڑے گا...... پہلے علاقے کے بارے میں بتاؤ گے تاکہ میں
لوں کہ اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو کیا اس علاقے میں میرا کوئی شناسا موجود ہے جو گرفتار
والے بچے کو کسی بڑا کام ہونے سے پہلے رہا کروا سکے، اب تک میں ان بچوں کو تحفظ دیتا
ہوں، میں نہیں چاہتا کہ کوئی خطرناک کام ہو جس سے ان میں سے کسی کی بھی زندگی
میں پڑ جائے...... باطش خماش نے اسے علاقے کا نام بتایا تو حلاش نے گردن ہلاتے
کہا۔

"ٹھیک ہے، اس علاقے میں کام ہو سکتا ہے، لیکن یہ بتاؤ کہ چیز کیا ہے"۔

"جیسا کہ میں نے مختصراً تمہیں بتایا، وہ صرف اور صرف ایک کتاب ہے، ایک بوسیدہ
ئی کتاب، جو جس جگہ رکھی ہوئی ہے اس جگہ کی میں نشاندہی کر سکتا ہوں۔

"کیا وہ کسی تجوری میں رکھی ہے"۔

"نہیں صرف ایک الماری میں، میں نہیں کہتا کہ اس الماری میں تالہ لگا ہوتا ہے یا نہیں"۔

"جس بچے کو میں تمہارے کام کے لئے مخصوص کروں گا اس کے لئے تالے کوئی
نہیں رکھتے ہیں، لیکن تم جانتے ہو کہ ہر کام کا ایک معاوضہ ہوتا ہے اور معاوضہ کام کی
ت کے مطابق طے کیا جاتا ہے"۔

"اگر تمہارا تربیت یافتہ بچہ اس کام میں کامیاب ہو جائے تو معاوضہ تمہاری پسند کے
ت بولو، کیا چاہتے ہو...... باطش خماش کے ان الفاظ پر حلاش مسکرایا اور بولا"۔

"پہلے تم میرے آمادہ ہو جانے کی فیس ادا کرواسکے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہمیں کیا
ہے"۔

" آمادہ ہو جانے کی فیس"...... باطش نے حیرانی سے پوچھا۔

" یہ میرا اصول ہے...... اسے ابتداء سمجھو، یعنی ایک معاہدہ، جس کے بعد معاوضے پر بات ہو گی"۔

" حالانکہ میں تمہیں منہ مانگے معاوضے کی پیشکش کر چکا ہوں...... لیکن تم لالچی معلوم ہوتے ہو، ٹھیک ہے میں تمہیں سب کچھ دینے پر آمادہ ہوں...... لیکن اگر تم کام نہ تو میں تم سے منہ مانگا جرمانہ بھی وصول کر لوں گا...... بولو منظور ہے، باطش خماش بولا"۔

حلاش کا منہ ایک لمحے کے لئے کھلا، پھر بند ہو گیا...... "پھر وہ ہنس پڑا" آدمی چالاک معلوم ہوتے ہو...... پھر ٹھیک ہے، چلو پہلے مجھے تم وہ جگہ دکھاؤ تاکہ میں کام کا لگا سکوں"۔

"تب باطش نے اسے دور سے امیر عادل ثقفی کی رہائش گاہ دکھائی اور اس عما جائزہ لے کر حلاش نے کہا۔

" موسم بہتر ہے اور اس موسم میں آتش دان روشن نہیں کئے جاتے ہیں، ور میں اس کام پر آمادہ نہ ہوتا"۔

"کیا مطلب"۔

"نہیں میرے ان الفاظ سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں ہے، حلاش نے کہا"۔

معاوضہ دس ہزار مصری پونڈ طے ہوا اور پچیس فیصد پیشگی دیا گیا۔ بقیہ کام ک کے بعد کا وقت طے ہوا...... اس کے بعد حلاش نے اپنی رہائش گاہ میں باطش کی مدد نقشہ ترتیب دیا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ حلاش کے منتخب کئے ہوئے بچے کو کون سے اس عمارت میں داخل ہونا ہے اور کس طرح سے اپنا کام سرانجام دینا ہے۔ پھر بعد حلاش نے باطش سے سوال کیا"۔

"اور جب میں یہ کتاب حاصل کر لوں تو بقیہ معاوضے کے لئے تم سے کہاں جگہ ملاقات ہو سکتی ہے"۔

"اس کے لئے تم وقت کا تعین کر دو، جس وقت بھی تم کہو گے میں تمہارے

گا"۔

"ظاہر ہے تم مجھے اپنا پتہ بتانا پسند نہیں کرو گے"۔

"ظاہر ہے" باطش نے جواب دیا۔

"خیر مجھے اپنے کلائنٹس کے پتے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، لیکن ایک بات ذہن میں پہلے تمہیں معاوضہ میرے سامنا رکھنا ہو گا، اس کے بعد کتاب کو تمہارے سامنے پیش ے گا اور اس کے علاوہ ایک بات اور بھی کہہ دوں تم سے، وہ یہ کہ معاوضے کی ادائیگی لسلے میں کسی قسم کی چالاکی میں برداشت نہیں کروں گا اور حاصل شدہ چیز بہ آسانی لر دوں گا"۔ باطش نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی۔

حلاش نے اسے ایک وقت کا تعین کر کے دیا اور باطش نے دوسرے دن شام کو ساڑھے بجے اس سے ملاقات کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ آج کی رات ہی حلاش اپنا کام سر ے گا، لیکن اسے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ حلاش کس وقت یہ کام کرتا ہے۔

ہاں دوسرے دن ساڑھے پانچ بجے وہ نہایت احتیاط سے حلاش کی رہائش گاہ پر پہنچا اور ں نے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی کہ یہاں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہے...... لیکن پر سکون ہی محسوس ہوئے تھے...... پھر حلاش نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا ی مسکراہٹ سے باطش کے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کتاب تم نے حاصل کر لی"۔

"مطلب...... اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"۔

"میرا مطلب یہی ہے کہ کیا تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے؟" حلاش نے تے ہوئے گردن ہلائی اور بولا۔

"اور وہ معاوضہ جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا"۔

"حلاش! میں بے وقوف آدمی نہیں ہوں...... اس بات کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں ب میرے حوالے کرنے کے بعد اور معاوضہ وصول کرنے کے بعد جب میں یہاں نکلوں تو کچھ لوگ میری تاک میں ہوں"۔

"کیا مطلب؟" حلاش حیرت سے بولا۔

"مطلب یہ ہے کہ اس بات کے امکانات کو نظرانداز تو نہیں کیا جاسکتا کہ کتاب حا
کرنے کے بعد تم نے اس شخص کو یا محکمہ پولیس کو میرے بارے میں اطلاع دے دی ہو"۔

"تو ٹھیک ہے...... نہ تم مجھ سے کتاب لو اور نہ میں تم سے معاوضہ مانگتا ہوں"۔

حلاش بھی بے وقوف آدمی نہیں تھا...... باطش خماش نے اسے گہری نگاہوں
دیکھا، اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کم از کم یہ شخص اپنے کام کے بارے میں دیانتدار معلوم
ہے"...... اس نے کہا۔

"گویا میں اس بات کا یقین کرلوں کہ ہمارا سودا کھرا ہے"۔

"دیکھو مائی ڈیئر! اب میں تمہیں ایک بات بتائے دیتا ہوں...... انسان جب کوئی کا
ہے تو پھر اس میں تھوڑی بہت دیانت داری ضرور برت لیتا ہے...... بنیادی وجہ یہ ہے
میں اس کام میں بددیانتی کروں تو ظاہر ہے میرا کھیل ختم ہو جائے گا"۔

باطش کو اطمینان ہو گیا کہ حلاش ٹھیک ہی کہہ رہا ہے، تب اس نے حلاش سے و
طلب کی اور اسے پہچاننے کے بعد حلاش کو معاوضے کی ادائیگی کر دی...... پھر باطش اس
کو اپنی زندگی سے زیادہ قیمتی حیثیت دے کر حلاش کی رہائش گاہ سے نکل آیا اور اس
تقریباً دو گھنٹے تک اپنی تمام تر ذہانتیں صرف کرتا رہا...... اس بات پر کہ یہ اندازہ لگا
کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا یا حلاش نے کوئی گڑبڑ تو نہیں کی اور اسے تھوڑی دیر
اندازہ ہو گیا تھا کہ معاملہ بالکل سیدھا سادہ اور صاف ہے...... پھر یہ احساس کر کے
کتاب کا مالک اب وہ خود ہے، اس کے پورے بدن میں سنسنی سی دوڑنے لگی...... وہ بہ
ہو گیا تھا...... لیکن کتاب کا جائزہ لینے کے لئے اس نے اپنے دوسرے ہوٹل ہی ا
کیا...... پہلے ہوٹل سے ویسے بھی اس کا رابطہ تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ سوائے اس کے
سامان وہاں موجود تھا اور ضرورت پڑنے پر ہوٹل کا عملہ یہ بتا سکتا تھا کہ مسٹر باط
کہیں اور گئے ہوئے ہیں لیکن ان کا قیام یہیں پر ہے...... بہرحال ڈاکٹر خیال کے
حاصل کئے ہوئے اس کمرے میں داخل ہونے کے بعد باطش خماش نے کمرے

طی سے بند کیا اور اس کے بعد ایک گوشے میں آ بیٹھا...... اب وہ اس کتاب کا جائزہ لے
...... وہ جانتا تھا کہ صورت حال میں کسی وقت بھی کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے، اس لئے
ے جس قدر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے حاصل کر لیا جائے اور پھر وہ کتاب میں اس
ح ڈوب گیا کہ اسے دنیا کی خبر نہ رہی...... اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر عادل ثقفی نے
تاب پر جو محنت کی تھی وہ ناقابل یقین تھی...... باطش خماش کو اس بات کا افسوس بھی
نے لگا کہ عادل ثقفی کی محنت اس طرح اس کے ہاتھوں میں آگئی ہے، جبکہ اسے اس کتاب
وئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ وہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں جاننا چاہتا تھا اور پھر وقت کا
تعین نہ رہا...... اس نے تقریباً پوری کتاب کھنگال ڈالی تھی اور اس سے اپنے مطلب کی
اد چیزیں حاصل کر لی تھیں...... اس پر عجیب و غریب انکشافات ہوئے تھے...... صبر
کا صحرائے بینا اس کی توجہ کا مرکز بنا تھا اور صحرائے بینا میں ایک اہرام اس کی توجہ کا مرکز
...بس اسے اتنا ہی معلوم کرنا تھا...... اس سے زیادہ اسے اس کتاب سے کوئی دلچسپی نہیں
...... چنانچہ اس نے پرخلوص انداز میں سوچا کہ کتاب کو پوری احتیاط کے ساتھ واپس امیر
ثقفی کے پاس پہنچا دیا جائے اور اس کے لئے اس نے اپنے ذہن میں منصوبے بھی بنا لئے
اس نے طے کیا کہ یہ کتاب محکمہ ڈاک کے ذریعے انتہائی احتیاط کے ساتھ عادل ثقفی کو
بھجوادی جائے اور یہی مناسب بھی تھا، چنانچہ وہ یہ سوچ کر بالکل مطمئن ہو گیا۔

☆......☆

امیر عادل ثقفی بھی بے وقوف نہیں تھا اور پھر خصوصی طور پر چونکہ ان دنوں
کتاب سے اسے بہت زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی تھی اور وہ یہ چاہتا تھا کہ اس کتاب کی جلد از
تکمیل کرنے کے بعد اسے آکسفورڈ یونیورسٹی کے حوالے کرکے اپنی شہرت میں چار
لگائے۔ اس سلسلے میں اس کے رابطے مسلسل قائم تھے اور اپنے آپ کو وہ ایک نمایاں حیثیہ
حامل دیکھنا چاہتا تھا...... پھر کتاب کے سلسلے میں کچھ اس قسم کی گفتگو ہو چکی تھی کہ
بہرحال اس کی جانب متوجہ ہونا تھا...... چنانچہ تقریباً روزانہ ہی وہ اس کتاب کا جائزہ
کرتا تھا، لیکن یہ بے وقوفی اس سے ضرور ہوگئی تھی کہ اس نے اپنی لائبریری میں کتا
اس جگہ سے نکال کر باطش خماش کے سامنے پیش کیا تھا جہاں وہ رکھی رہتی تھی اور اس
بعد بھی اس نے اسے اسی جگہ رہنے دیا تھا...... اس کی بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ اسے ا
مکان پر مکمل اعتماد تھا اور یہ یقین تھا کہ بہترین سیکورٹی کے تحت کسی کی مجال نہیں تھی
کے گھر میں داخل ہو سکے...... لیکن جب وہ اپنی لائبریری میں داخل ہوا تو چند ہی لمحوا
اسے یہ احساس ہو گیا کہ کوئی خاص بات ہوگئی ہے اور اس خاص بات کا تعلق اسی جگہ
جہاں کتاب موجود تھی...... وہ دیوانوں کی طرح اس جانب دوڑا اور اس کے بعد سر پکڑ
گیا...... کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ کتاب اپنی جگہ سے غائب ہے...... اس کے تن بد
ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی تھی اور وہ خاصی دیر تک پریشانی کے عالم میں ڈوبا رہا
پھر اس پر دیوانگی سوار ہوگئی۔ اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"نہیں باطش خماش! تو میری اس کتاب کو حاصل نہیں کر سکتا تو اس سے فائ
اٹھا سکتا تو بے وقوف آدمی ہے، اگر تو نے یہ سوچا ہے کہ اس کتاب کا محقق تو کہلائے تو

ے یہ ممکن نہیں ہے...... میں اس کے سلسلے میں سب کچھ کر چکا ہوں...... تو نے اسے اگر
ں کہیں پیش کیا تو تو اپنی زندگی کے سب سے بڑے عذاب میں گرفتار ہو جائے گا، لیکن
ل یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتاب باطش خماش کی تحویل میں رہنے ہی کیوں دی جائے۔ وہ
ں غیر ملکی باشندہ ہے اور اس نے مصر میں آکر جرم کیا ہے، اسے اس جرم کی بدترین سزا اس
ز میں کیوں نہ دلائی جائے کہ اس کے بعد وہ اپنے آپ کو کسی سلسلے میں محقق کہنا چھوڑ
ے، ایسا ہونا چاہئے، ایسا ہونا چاہئے، باطش خماش، تیرے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے"...... امیر
ں نے سوچا اور اس کے بعد وہ ذرا ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرنے لگا کہ اسے کیا
چاہئے...... اور تھوڑی دیر کے بعد اسے مقامی پولیس کا آفیسر اعلیٰ علی باقری یاد آیا...... علی
ی ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ سخت مزاج اور اپنے معاملات میں انتہائی چوکس، محکمہ
ں کے لوگ اسے جہاں نما کہتے تھے اور اس نے آج تک جس کیس میں ہاتھ ڈالا تھا اس
اسے کامیابی حاصل ہوئی تھی...... وہ اپنے فن کا ماہر تھا اور امیر عادل اس حیثیت کا حامل
لی باقری جیسے لوگ اس کی طلبی پر دوڑ چلے آئیں...... ویسے بھی اس کا علی باقری سے
نانہ تھا...... چنانچہ اس نے ٹیلی فون پر علی باقری کو تلاش کرنا شروع کر دیا...... معروف
ن تھا...... تیسری یا چوتھی کال پر وہ ایک مخصوص جگہ مل گیا۔

"علی باقری! میں امیر عادل ثقفی بول رہا ہوں"۔

"اوہ! ثقفی میرے دوست، خیریت، بہت دن کے بعد مجھے یاد کیا اور میں سمجھتا ہوں
ر میرا خیال تمہارے ذہن میں آیا تو یقینی طور پر اس کی وجہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوگی،
ہ تم اس قدر مصروف انسان ہو"۔

"محکمہ پولیس کے اتنے بڑے افسر کو الفاظ کے صرف میں بھی احتیاط برتنی چاہئے......
ے بہت سے الفاظ یہ پوچھے بغیر کہہ دیئے کہ میں نے تمہیں کیوں یاد کیا ہے"۔

جواب میں علی باقری نے قہقہہ لگایا تھا...... پھر اس نے کہا۔

"تو پھر تم خود ہی بتاؤ...... کیا کام ہے مجھ سے؟"۔

"میں ملنا چاہتا ہوں"۔

”تم میرے پاس آنا پسند کرو گے یا میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں“۔

”اس کا فیصلہ تمہیں خود کرنا چاہئے کہ کیا موزوں رہے گا...... ویسے اصولی طور پر

”مجھے تمہارے پاس پہنچنا چاہئے، لیکن ایک شرط پر“۔ علی باقری نے جواب دیا۔

”نہیں علی باقری! اس وقت اگر تم مجھ سے کوئی فرمائش کرو گے تو میں پوری
کر سکوں گا...... کیونکہ میں ذہنی طور پر شدید پریشان ہوں، یوں سمجھو، میرا سرمایہ ح
ہو گیا ہے...... ڈاکہ زنی ہوئی ہے میرے گھر میں“۔

”میں آدھے گھنٹے کے اندر اندر پہنچ رہا ہوں“ علی باقری نے سنجیدہ ہو کر کہا او
آدھے گھنٹے کے بعد علی باقری، امیر عادل ثقفی کے سامنے تھا۔

”تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ اس وقت واقعی تم شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو، مگر بات
جس طرح تم چند الفاظ میں حقیقتوں کو واضح کر دینا پسند کرتے ہو میں چاہتا ہوں کہ
کے سلسلے میں بھی تم یہی کرو“۔

”میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میرا سرمایہ حیات چوری ہو گیا ہے“۔

”اب تمہارا سرمایہ حیات کیا ہے، ظاہر ہے...... یہ بات میں نہیں جانتا“۔

تب امیر عادل ثقفی نے اسے باطش خماش اور کتاب کی چوری کے با
تفصیلات بتائیں...... اور پھر اسے اس لائبریری میں لے گیا...... ذہین سراغ رساں
رہا اور پھر اس نے بہ آسانی یہ پتہ لگا لیا کہ چور کہاں سے داخل ہوا ہے، اس نے کہا۔

”گرمیوں میں آتش دان نہیں جلتے اور جن لوگوں نے اپنے گھروں میں
لگائے ہوئے ہیں انہیں چاہئے کہ موسم ختم ہوتے ہی ان آتش دانوں کو اس طرح
کہ ان سے کوئی اندر نہ داخل ہو سکے۔

”تمہارا مطلب ہے کہ...... کہ“ عادل ثقفی نے کہا۔

”ہاں...... اگر تم بھی ذرا سی باریک بینی سے جائزہ لیتے تو تمہیں اندازہ ہو
کہاں سے داخل ہوا ہے“۔

”لیکن علی باقری، اس آتش دان کی چمنی تو اتنی کشادہ نہیں ہے کہ ایک ان

سانی اندر داخل ہو سکے“۔

”یہ قدموں کے نشانات دیکھو اور غور کرو کہ ہوا کیا ہے، ظاہر ہے آتش دان کی چمنی
ے کالی ہوگی...... اور اس کے بعد جو کوئی بھی اس سے نیچے اترا اس نے تمہارے قالین پر
رکھا، اصل میں قالین کا رنگ ذرا اس طرح کا ہے کہ چمنی کی کالک چھپ گئی ہے، لیکن ذرا
ے دیکھو تو تمہیں صاف اندازہ ہو جائے گا اور یہ بھی اندازہ ہو جائے گا تمہیں بلکہ اگر نہیں
تو ذرا جائزہ لو کہ قدموں کے یہ نشانات تمہاری اس تجوری تک پہنچے ہیں اور اس کے بعد یہ
و، کالک کے نشانات جگہ جگہ لگے ہوئے ہیں...... ارے میں تو کہتا ہوں کہ اگر ذرا سا غور کیا
ے تو ہمیں اس کالک کے ذریعے ہاتھوں کے نشانات کا بھی اندازہ ہو جائے گا، لیکن ٹھہرو
اس سلسلے میں ایک ایسے شخص کو طلب کرتا ہوں جو اس سلسلے میں اپنی مثال آپ ہے“۔

”وہ کون ہے؟“۔

”ہاشم عبداللہ فہادی“۔

”ہاں...... یہ نام میرا شناسا ہے اور اس کی ذہانت کی داستانیں اخبارات میں چھپتی بھی
ہیں“۔

”میرے محکمے میں ایک قیمتی اضافہ...... ذرا ٹیلی فون مجھے دو“۔

کچھ دیر کے بعد محکمہ پولیس کا ایک اور افسر اعلیٰ امیر عادل کی کوٹھی میں داخل
لیا...... یہ ہاشم عبداللہ فہادی ہی تھا جس کے ساتھ اس کا ماتحت خاص صدالرضوانی بھی
دونوں نے اندر داخل ہو کر اپنے افسر اعلیٰ کو سلام کیا اور مختصر الفاظ میں علی باقری، فہادی
ں بارے میں تفصیلات بتانے لگا...... فہادی اپنے افسر اعلیٰ کی ہدایت پر مصروف تحقیق
لیا اور اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر قدموں کے وہ نشانات دیکھے، پھر جیب سے ایک کاغذ
ڑ نکال کر ان نشانات کو ناپا، لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ کرنے کے بعد اس نے کہا۔

”یہ نشانات کسی بارہ سے تیرہ سال کی عمر تک کے بچے کے ہیں اور اس عمر کا بچہ اگر بہت
ہ تندرست و توانا نہ ہو تو آتش دان کی اس چمنی سے نیچے با آسانی اتر سکتا ہے...... میں ذرا
کا جائزہ بھی لے لوں“ اور اس کے بعد صدالرضوانی کے ساتھ فہادی چھت پر پہنچ گیا اور

اس نے تمام تر زائچہ تیار کرلیا اور یہ اندازہ لگالیا کہ مجرم یا چور کہاں سے اندر داخ
ہے...... اس کا ذہن نجانے کیسے کیسے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا...... پھر اس نے بقیہ صور
معلوم کی اور اس کے بعد علی باقر سے کہا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں کام شروع کردوں"۔

"بھلا اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے، تمہاری طلبی ہی اس بات پر ہوئی ہے"۔

"تو پھر صمد الرضوانی تم ایک پتہ نوٹ کرو...... اس پتے پر چلے جاؤ، وہاں تمہیر
ایک باشندہ حلاش ملے گا، سادہ لباس میں جانا اور حلاش سے کہنا کہ تمہیں اس کی اشد ضر
ہے اور ایک اہم کام سرانجام دینا چاہتے ہو، حلاش اگر شرافت سے نہ آئے تو تم اپ
پولیس بھی لے جاسکتے ہو اور اس کے بعد اسے گرفتار کرکے میرے پاس لے آؤ۔

"حلاش کون ہے؟" علی باقری نے سوال کیا۔

"ایک جرائم پیشہ شخص، جس نے ایک رفاہی ادارہ کھول رکھا ہے، اس رفاہی ادار
اس نے کچھ یتیم بچے پال رکھے ہیں، لیکن میری اطلاع ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ان ذ
ذریعے جرائم کرواتا ہے...... اس سے پہلے میں دو تین ایسے واقعات کا اندازہ لگا چکا ہوں
مجھے حلاش کے ہاتھ ملوث نظر آئے ہیں...... لیکن کوئی موثر اور ٹھوس ثبوت ابھی
نہیں حاصل ہوسکا...... پچھلے کئی دنوں سے میں یہ سوچ رہا تھا کہ بعض معاملات کے
حلاش کو طلب کرکے اس سے معلومات حاصل کروں، لیکن اتفاقیہ طور پر یہ موقع آ
میں حلاش کو اپنی گرفت میں لے لوں اور اس سے معلومات حاصل کروں"۔

"آفیسر، تمہیں ہر قیمت پر میری کتاب برآمد کرنی ہے...... اس بات کو ذہن
ورنہ...... ورنہ" امیر عادل نے سرد لہجے میں کہا اور علی باقری نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے

"نہیں پولیس کو دھمکیاں نہیں دی جاتیں...... بہرحال ہاشم فہادی ایک ذ
ہے اور وہ ضرور اس سلسلے میں کوئی موثر کارروائی کرلے گا"۔ امیر عادل ثقفی نے
انداز میں گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔

"دیکھو"۔

باطش خماش نے اپنے منصوبے کے مطابق امیر عادل کی لکھی ہوئی کتاب بذریعہ ڈاک
ل کے پتے پر بک کرادی تھی اور اس کے بعد وہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا...... اس
اس نے صحرائے مینا کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کردی تھیں...... اس
ر کے بڑے شہر صبر الخیمہ کی تفصیلات بھی معلوم کرلی تھیں...... اس سلسلے میں کچھ
کو بھی استعمال کیا تھا اس نے...... جنہوں نے اسے ایک معزز مہمان اور سیاح کی
نے صحرائے مینا کے بارے میں تفصیلات بتائی تھیں اور اس کے بعد باطش خماش اپنی
میں مصروف ہوگیا تھا۔

وسری جانب ہاشم عبداللہ فہادی اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا...... حلاش کو اپنی
تفتیش گاہ میں بلا کر اس نے اسے غور سے دیکھا اور اس سے پوچھا۔

'حلاش! تم یمن کے باشندے ہو اور یہاں تم نے جو ادارہ کھول رکھا ہے، اگر تم یہ سمجھتے
ں کی تفصیلات ہمارے علم میں نہیں ہیں تو یہ تمہاری غلطی ہے...... میں چونکہ اس
لب بالکل الگ معاملے میں تفتیش کر رہا ہوں...... چنانچہ تمہارے دوسرے جرائم کی
ت بتانے کے بجائے میں تم سے صرف یہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارے
کرنے والے بچوں میں سے ایک نے امیر عادل ثقفی کی رہائش گاہ سے جو کتاب چرائی
ں کے لئے چرائی ہے"۔

'جناب آپ کیا بات کر رہے ہیں...... میرے ان معصوم بچوں پر آپ چوری کا الزام
ہیں، جو لاوارث ہیں، یتیم ہیں اور دنیا کے ستائے ہوئے ہیں...... میں تو ان کی پرورش

ایک ایسے انداز میں کر رہا ہوں کہ مستقبل میں یہ شریف النفس لوگوں کی حیثیت سے، عام پر آئیں اور آپ نے مجھے ہی مورد الزام ٹھہرا دیا"۔

عبداللہ فہادی نے خاموشی سے گردن ہلائی۔ پھر اس نے رضوانی سے کہا۔

"اس کی قمیض اتار دو اور اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں باندھ دو"۔

"یہ میرے ساتھ زیادتی ہوگی جناب" حلاش نے کہا۔

لیکن رضوانی نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے فہادی کی ہدایت پر عمل کیا..... فہادی جگہ سے اٹھا..... اس نے اپنی میز کی دراز سے ایک چھوٹا سا بلیڈ نکالا اور ساتھ ہی ایک بھی نکالا جو خاص انداز کا بنا ہوا تھا..... اس کے بعد وہ حلاش کے پاس پہنچ گیا..... اس حلاش کے سینے پر بلیڈ سے ایک ہلکا سا نشان بنایا اور حلاش شدت تکلیف سے چیخ پڑا۔

"یہ..... یہ کیا کر رہے ہیں آپ.....؟" فہادی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، اس پلاس کے مڑے ہوئے سرے کو حلاش کی کھال کے اس کٹے ہوئے حصے میں ڈالا جو اس سینے پر تھا اور اس کے بعد اسے ایک انچ کے قریب نیچے کھینچ دیا..... حلاش کی دلخراش پورے کمرے میں گونجنے لگیں..... یہ بدن کی کھال اتارنے کا ایک عملی نمونہ تھا۔

"یہ چھوٹا سا ٹکڑا صرف ایک انچ نیچے اترا ہے" فہادی نے سرد لہجے میں کہا۔

"اس کے بعد میں اسے چار انچ تک نیچے کھینچ دوں گا اور پھر نمک کا پانی اس پر ڈ گا..... یہ پہلا عمل ہوگا، دوسرا عمل یہ ہوگا کہ یہ شگاف دوسری جگہ لگایا جائے گا اور ت قریباً دوگنا ہوگا اور تمہارے سینے کے دوسرے حصے کی کھال کم از کم آٹھ انچ تک نیچے ا جائے گی..... میں اس کام میں بڑی مہارت رکھتا ہوں"۔

"خدا کے لئے، خدا کے لئے، یہ درندگی بند کرو، مم..... میں میں بتائے دیتا ہوا اس شخص کا نام نہیں جانتا، لل..... لیکن میں اس کا حلیہ بتا سکتا ہوں، اس کی تصو ہوں، میں آپ کو، مم..... میرا مطلب ہے اس کی نشاندہی کر سکتا ہوں..... اس نے ہزار مصری پاؤنڈ معاوضے میں دیئے تھے اور، اور..... اور" حلاش نے ایک لمبے میر تفصیل اگل دی..... عبداللہ فہادی نے اسے غور سے دیکھا..... پھر رضوانی سے بولا۔

"اس کے زخم کی بینڈیج کرا دو" رضوانی نے فوراً ہی عمل کیا تھا..... ویسے اپنے خطرناک باس کی اس کارکردگی پر خود اس کی رگیں بھی کانپ اٹھی تھیں..... کیا ہی بھیانک طریقہ تھا، لیکن وہ جانتا تھا کہ ہاشم عبداللہ فہادی ایک انتہائی خوفناک شخصیت کا نام ہے اور اس سے متعلق بہت سی داستانیں عام ہیں۔ علی باقری خود تو بہت بڑا پولیس آفیسر تھا، لیکن وہ خود یہ کہتا تھا کہ عبداللہ فہادی کو اپنے ساتھ شامل کر کے اس نے ایک شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے..... پھر بقیہ کام بھی بہ آسانی ہو گئے..... پولیس کا ایک ماہر مصور بلایا گیا اور حلاش کی نشاندہی پر اس کی تصویر تیار کی گئی..... پھر سب سے پہلے یہ تصویر مع معلومات کے اس ہوٹل سے تصدیق کی گئی جس میں باطش خماش کا قیام تھا..... یہی نہیں بلکہ ایئرپورٹ امیگریشن سے باطش خماش کی آمد اور اس کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم کی گئیں، لیکن باطش کے ہوٹل سے پتہ چلا کہ پچھلی دو راتوں سے وہ ہوٹل واپس نہیں آئے، جبکہ اس کا تمام سامان وہاں موجود ہے عبداللہ فہادی برق رفتاری سے اس کے کمرے میں پہنچ کر اس کے سامان کا جائزہ لینے لگا..... اس کی باریک نگاہوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ سامان میں کوئی ایسی قیمتی شے موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے باطش خماش اس کمرے کا قیدی بن کر رہ جائے..... وقت کا اندازہ بھی ہو گیا تھا..... یعنی کتاب حاصل کرنے سے پہلے باطش خماش نے یہ کمرہ چھوڑ دیا تھا..... اب اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سوچی جا سکتی تھی کہ باطش خماش نے یہاں کوئی دوسرا ہوٹل حاصل کر لیا ہوگا، چنانچہ باطش خماش کی تصویر کے مختلف پرنٹ بنوا کر پورے عملے کو تقسیم کر دیئے گئے اور اسے یہ ہدایت کی گئی کہ اس شکل و صورت کے انسان کو مختلف ہوٹلوں میں تلاش کیا جائے اور عبداللہ فہادی کو اس وقت باطش خماش کے بارے میں تفصیلات حاصل ہوئیں جب باطش خماش قاہرہ چھوڑ کر صبر الخیمہ روانہ ہو چکا تھا۔

عبداللہ فہادی اگر کسی کام کے پیچھے لگ جائے تو پھر اس سے پیچھے ہٹنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا..... ادھر محکمہ ڈاک نے بھی تھوڑی سی لاپرواہی سے کام لیا..... یعنی یہ کہ کتاب کے امیر عادل تک پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ فہادی اپنے مشن پر روانہ ہو گیا..... رضوانی اس کے ساتھ تھا..... باطش خماش کے فرشتوں کو بھی یہ تصور نہیں تھا کہ قاہرہ کا سب سے

خطرناک آدمی اس کے تعاقب میں صبر الخیمہ تک پہنچ چکا ہے، لیکن چونکہ باطش خماش بھی اپنے کام کے لئے بے چین تھا...... اس لئے وہ صبر الخیمہ پہنچتے ہی کسی ہوٹل میں قیام کرنے کے بجائے صحرائے مینا جانے کی تیاریاں کرتا رہا...... اس نے ایک سیاہ رنگ کی قیمتی لینڈاوور کرائے پر حاصل کی اور اس کے بعد ضروری سامان مہیا کر کے صحرائے مینا چل پڑا...... جبکہ عبداللہ فہادی اپنے ماتحت کے ساتھ اس وقت کرائے پر گاڑی دینے والی کمپنی تک پہنچا جب اسے یہ علم ہو گیا کہ اس طرح کا ایک شخص کرائے کی گاڑی لے کر صحرائے مینا کی جانب روانہ ہو چکا ہے...... عبداللہ فہادی نے اپنے ماتحت رضوانی سے کہا۔

”یوں لگتا ہے جیسے ہماری ملاقات اس شخص سے صحرائے مینا ہی میں ہو گی اور یہ اچھی بات ہے کہ آبادیوں سے دور ہمارے درمیان معرکہ آرائی ہو، کیا ہی عمدہ بات ہو گی۔ چنانچہ فوری طور پر ہمیں بھی روانہ ہونا چاہئے اور میں تمہیں اس کے لئے مختصر وقت دیتا ہوں...... ہمیں بھی کرائے کی جیپ ہی استعمال کرنی پڑے گی کیونکہ ظاہر ہے ہم فوری طور پر کوئی او معقول انتظام نہیں کر سکتے اور عبداللہ فہادی کی اپنی شخصیت ہی اتنی پراثر تھی کہ اس کام میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی...... ہاں اس کا ماتحت رضوانی یہ بات محسوس کر رہا تھا کہ صحرائے مینا کے گرم دن اور گرم راتیں اس کے لئے بڑی تکلیف دہ ثابت ہوں گی...... لیکن جب اسے عبداللہ فہادی کی ماتحتی میں آنا پڑا تھا تو اس کے دوستوں نے اس سے اظہار ہمدردی کیا تھا او رضوانی بھی یہ بات جانتا تھا کہ فہادی کس طرح کا انسان ہے...... سو آنے والے وقت نے یہی ثابت کیا، لیکن صمد رضوانی نے اس بات کو خلوص دل سے تسلیم کیا تھا کہ عبداللہ فہادی ایک مہربان آفیسر بھی ہے اور اپنے ماتحت کا اپنی ذات سے زیادہ خیال رکھتا ہے، لیکن وہ چند جملے تھے جنہوں نے عبداللہ فہادی کے ذہن میں بال ڈال دیا تھا اور اب رضوانی اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ اسے علی باقری کے پاس خصوصی طور پر بھیجا گیا ہے۔ یعنی اصل مقصد وہ نہیں۔ جو عبداللہ فہادی نے کہا، بلکہ صمد رضوانی کی بے کیفی اور بے دلی کو محسوس کر کے سزا کے ط پر اسے واپس بھیج دیا گیا ہے، لیکن بہرحال اپنے افسر کے حکم کی تعمیل بھی اس کا فرض تھا...... چنانچہ وہ جیپ لے کر چل پڑا...... وہ جانتا تھا کہ پہلے صبر الخیمہ اور اس کے بعد قاہرہ تک پہ

میں اسے کتنا وقت لگے گا...... یہ وقت تو بہت کافی تھا، اب یہ الگ بات ہے کہ واپسی ہیلی کاپٹر کے ذریعے ہو گی اور اس کے بعد صمد الرضوانی کے ذہن میں کوئی واضح خیال نہیں تھا۔

☆......☆

اصل میں انسانی فطرت بے حد عجیب ہے...... انسانوں کی مختلف قسمیں ہیں، کچھ لوگ
صرف پیٹ بھر روٹی اور تن بھر کپڑے کے حصول میں زندگی گزار دیتے ہیں...... میرے
خیال میں یہ بھی وہ مہم جو ہیں جنہیں سانسوں کو برقرار رکھنے کے لئے مہمات سرانجام د
پڑتی ہیں۔ یہ مہمات مختلف شکلوں کی ہوتی ہیں، یعنی یہ محنت مزدوری زیر زمین کانوں
کھدائی، بلند و بالا عمارتوں پر رنگ و روغن، ہر جگہ زندگی کی بازی لگانے والے زندگی کی باز
لگا کر ہی اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں، کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں پیٹ بھر روٹی اور تن بھر کپ
نصیب ہوتا ہے بلکہ اس سے کچھ زیادہ نصیب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے لئے نئی مہمات تلا
کرتے ہیں اور ان کی بھی مختلف اقسام ہوتی ہیں...... کہیں عشق و محبت کا جنون اور محبوب
حاصل کرنے کی کوشش میں محاذ آرائی، تو کہیں دولت کے حصول کے لئے سخت جدوجہ
جبکہ دولت کا ایک بڑا حصہ خود ان کے پاس ہوتا ہے، کہیں اپنے شوق کی لگن میں زندگ
نچھاور کرنے کی آرزو، یہ تمام کوششیں انسانی فطرت کا حصہ ہی ہوتی ہیں اور یہ آسانی سے
جاسکتا ہے کہ انسان بے قرار ہے، اس کی فطرت میں سیمابیت ہے اور یہ سیمابیت اسے ۔
کل رکھتی ہے۔ ہم ہزاروں انسانوں کا تجزیہ نہیں کر سکتے، جبکہ اگر ایسی کوشش کی جائے
تقریباً ہر شخص میں ہم اس طرح کے جرائم تلاش کر سکتے ہیں۔ بات باطش خماش کی ہو ر
ہے، بے شک اپنے فن میں یکتا تھا اور بڑا نیک نام...... لیبیا میں اسے جو مقام حاصل تھا وہ
نہیں تھا...... مصر میں آکر البتہ امیر عادل نے اسے ایک پسماندہ شخصیت ظاہر کرنے
کوشش کی تھی، لیکن شاید اسے حقیقت ہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ باعمل انسان تھا...... جبکہ ا

ادل اس کی نسبت اس قدر جدوجہد کا حامل نہیں تھا...... امیر عادل نے تو صرف اپنے گھر
یٹھ کر ریسرچ کی تھی اور اس کے نتیجے میں وہ اپنی کتاب تخلیق کر رہا تھا اور یہ بھی ایک حقیقت
ہے کہ باطش خماش بدقماش نہیں تھا...... بلکہ ایک صاحب عمل انسان نے ایک صاحب عمل
نسان سے مدد کی درخواست کی تھی اور بڑی امیدیں لے کر امیر عادل کے پاس پہنچا تھا، لیکن
میر عادل کے غرور نے اس کے ذہن میں مجرمانہ جراثیم داخل کر دیئے تھے اور وہ مجبور ہو گیا
تا کہ امیر عادل کی کتاب سے استفادہ حاصل کرے۔

بہرحال امیر عادل کا اپنا الگ کام تھا جبکہ باطش خماش دوسرے ہی کام میں مصروف
تھا...... سادھان سارتی اس کی توجہ کا مرکز تھا جس کے بارے میں نجانے کس کس طرح سے
علومات حاصل کر کے وہ صحرائے مینا تک پہنچا تھا اور اب صحرائے مینا میں اسے اس اہرام کی
لاش تھی جس کے بارے میں اسے شواہد ملے تھے اور چونکہ امیر عادل کی کتاب میں یہ
شاندہی ہوتی تھی، اس لئے صحرائے مینا کی لاتعداد مشکلات سے گزرنے کے بعد بالآخر اس
نے وہ اہرام تلاش کر لیا تھا جس کی چوٹی زمین سے تھوڑی سی اونچی تھی، لیکن باطش خماش
جانتا تھا کہ یہ اہرام زمین کی گہرائیوں میں دفن ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے اسے شدید
جدوجہد کرنا پڑے گی...... گویا یہ بھی زندگی کی بازی لگانے کے مترادف تھا، لیکن زندگی کی
زی لگائے بغیر تو مقصد کا حصول ممکن ہی نہیں ہوتا...... سو اپنے ساتھ وہ جو تیاریاں کر کے
یا تھا وہ ذہانت سے بھرپور تھیں...... اس نے ایسی تمام چیزیں اپنے بدن پر سجائیں جن سے وہ
ہرام کی گہرائیوں میں اتر سکے اور اس کے بعد صحرائے مینا کے اس طلسمی اہرام میں داخل
ونے میں اسے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے اپنی سیاہ رنگ کی جیپ اہرام کے
ریب کھڑی کر دی۔ یہ تصور اس کے ذہن میں نہیں تھا کہ کس طرح اس کا تعاقب ایک
طرناک شخص کر رہا ہے اور نہ ہی اسے ایسی کسی بات کی پرواہ تھی...... امیر عادل ثقفی بھی
ل وقت اگر یہاں آجاتا اور اس کے خلاف کوئی عمل کرنے کی کوشش کرتا تو شکست شاید
میر عادل ہی کو ہوتی، کیونکہ باطش خماش کا عزم لوہے کی دیواروں سے زیادہ مضبوط تھا......
ر دفن شدہ اہرام میں داخل ہونا ہی کمال کی بات تھی، لیکن باطش خماش کی اپنی کاوشیں اور

اس کا عزم بالآخر اسے مینار کے اندر لے گیا۔ اس نے باہر ہی سے ایک رسی باندھی
تھی...... اور اس عظیم الشان اور لمبی رسی کے سرے کو اس نے نیچے پھینک دیا تھا...... اس
بعد وہ احتیاط کے ساتھ اس رسی کے ذریعے تاریک اہرام میں نیچے اترنے لگا، لیکن یہ
صرف اہرام کی بلندیوں تک تھی کیونکہ اس کے بعد اہرام کی پراسرار تاریخ کا آغاز ہو
اور اس تاریخ میں وہ سارے اسرار شامل تھے جن کی توجیہہ ابھی تک عقل پیش نہیں کر
ہاں زمانہ قدیم میں تہذیب کے گہوارے مصر میں نجانے کیا کیا عمل ہوتے رہے ہیں جو آ
سائنس کے لئے ابھی تک عجوبہ ہیں۔

سو جوں جوں اس اہرام کی چوٹی سے وہ نیچے اتر رہا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا کہ
دھواں دھواں روشنی اس کے اردگرد پھیلتی جارہی ہے، لیکن نیچے نگاہ دوڑانے کا مطلب
کہ ہمت ہار بیٹھے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے...... ابھی تو لاتعداد وسوسے اس
میں باقی تھے، لیکن اس نے ان کا انتظام بھی کرلیا تھا...... مثلاً یہ کہ اگر اہرام کی تہہ تک
ہوئے یہ رسی ختم ہو جائے تو اسے کیا کرنا ہے۔ اگر گہرائی زیادہ باقی رہ جائے تو بلندی
کر جان کھونے کی حماقت تو وہ نہیں کرسکتا تھا...... اس نے نائلون کی باریک رسی کا ایک
اپنے شانوں سے الجھا رکھا تھا اور دونوں رسیوں کے سرے باندھنے کے لئے ایک
انتظام بھی کر رکھا تھا...... لیکن اسے اس کی خوش بختی ہی کہا جاسکتا تھا کہ جب اس کے
نے زمین چھوئی تو زمین کے ساتھ ساتھ ہی رسی کا وہ لچھا اس کے پاؤں سے الجھا
خاصی حد تک باقی تھا اور یہ انتظام اس نے بہت سے اہرامین کو دیکھنے کے بعد کیا تھا......
بلندی زمین سے چوٹی تک اتنی ہی تھی کہ اگر اس رسی کو استعمال کیا جائے تو وہ اس میں
ہو سکے...... اور یہاں بھی یہی عمل ہوا تھا...... اس نے بند آنکھوں سے اپنے پیرو
ذریعے زمین ٹٹولی تھی اور یہ یقین کرنے کے بعد کہ اس کے اطراف میں کوئی خلاء نہ
اور وہ کسی ایسی جگہ نہیں جا ٹکا ہے جہاں سے پھر گہرائیاں شروع ہو جائیں۔

اس نے آنکھیں کھولیں، لیکن رسی کو ابھی بھی اس نے دونوں ہاتھوں سے لپ
تھا، جبکہ اس کے ہاتھوں میں ہلکے ہلکے زخم بھی پڑ گئے تھے...... پھر اپنے اطراف میں

دھواں دھواں روشنی کو دیکھ کر اس نے بالآخر یہ اندازہ لگالیا کہ اب وہ اہرام کی سطح پر ہے
س تصور کے ساتھ اس کے دل میں خوشیوں کا طوفان امڈ آیا...... گویا اس نے اپنی اس مہم
پہلے مرحلے کو سر کر لیا تھا جس کے لئے اسے نجانے کیا کیا کھونا پڑا تھا اور اس کھوئے ہوئے
ی کبھی اس کا دل یاد کرتا تو اس کو دکھ بھی ہوتا تھا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنی
ی زندگی کو ترک کر کے اس نے ایک محبوب کی قربت حاصل کی تھی، لیکن طہارہ اس کا
ھ نہیں دے پائی تھی...... اس نے باطش خماش کے موقف کو نہیں سمجھا تھا۔

بہرحال طہارہ کی کہانی اب پرانی ہو چکی تھی اور اس نے وہ سب کچھ بھلا دیا تھا، اسے تو
ے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ اگر اس اہرام کی نشاندہی درست طریقے سے کی گئی
تو یقینی طور پر سادھان سارتی اسے یہیں ملے گا...... وہ پراسرار وجود جس نے اس پر سحر
ی کر رکھا تھا...... یا پھر یہ سحر ان سونے والوں نے طاری کیا تھا جو اپنے ایک ساتھی کی
ی کے خواہش مند تھے...... لیکن اس کے لئے انتخاب کر لیا گیا تھا...... باطش خماش کا۔

پھر جب مکمل طور پر ماحول سے آشنائی ہو گئی تو باطش خماش نے وہ رسی چھوڑ دی اور
ے پہلے اس کے سرے کو کسی ایسی جگہ باندھنے کے بارے میں سوچنے لگا، جہاں سے
ی کو اطمینان بخش طریقے سے دوبارہ استعمال کیا جاسکے...... اس میں اسے کامیابی حاصل
ی تھی...... اس کامیابی کے حصول کے بعد اس نے اہرام کے اندر پھیلی ٹھنڈی روشنی کو
ا اور اس کا اندازہ درست ہی نکلا...... اس کی آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا تھا...... اس کے
غ نے بہت کچھ سوچا تھا...... یہ روشنی ان ہیروں سے منعکس ہو رہی تھی جو دیوار میں جگہ
جڑے ہوئے تھے...... زمانہ قدیم کی داستانیں اس کی نگاہوں کے سامنے بکھری ہوئی
ں...... اہرامین مصر کی زیادہ تر شناخت ہو چکی ہے...... لاتعداد فرعون کی ممیاں وہاں سے
یاب ہو چکی ہیں۔ بے شمار کتابیں ان داستانوں سے منسوب ہیں، لیکن یہ داستانیں آج
ا اسی قدر پراسرار اور ناقابل یقین محسوس ہوتی ہیں...... اس وسیع اہرام میں جگہ جگہ اس
ر کی اشیاء پوشیدہ تھیں جس دور کا اس اہرام سے تعلق تھا...... یہ اہرام جس طرح بتائے
تے تھے اور جس طرح فرعون اور امرائے مصر ان کی تکمیل کراتے تھے اور جس طرح اس

میں دفن شدہ لاشیں اپنی تاریخ رکھتی تھیں وہ سب باطش خماش کی نگاہوں کے س
اس سے پہلے اسے مصر کے کسی اہرام میں داخل ہونے کا تجربہ نہیں تھا، لیکن اپنی
اپنے کئے ہوئے عمل کے مطابق اسے ان تمام چیزوں کی تفصیلات کا اندازہ تھا......
کے لباس، ہتھیار اور کئی دوسری چیزیں...... اہرام کی زندگی کی بہت سی اشیاء یہ
تھیں، لیکن سادھان سارتی ایک غیر شخصیت تھی اور اس کا تعلق نہ تو مصر سے تھ
فرعون سے وہ جس انداز میں یہاں تک پہنچا تھا وہ ایک بالکل ہی انوکھی داستان تھ
داستان کے انکشاف کے لئے باطش خماش نے اپنی زندگی کے بہت سے مفادات کھ
چنانچہ وہ اپنے آپ کو مطمئن کر کے اور یہ سوچ کر کہ اب اس نے زندگی کا مقصد پا
یہاں کی ایک ایک چیز کا جائزہ لینے لگا اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ کرنے لگا۔

احمق امیر عادل ثقفی اپنے طور پر بالا ہی بالا تحقیقات کر کے ایک کتاب کا
چاہتا تھا، لیکن باطش خماش کا کام کچھ اور ہی تھا۔ وہ ان پراسرار روحوں کے لئے کام
تبت کے ایک ایسے علاقے میں گہری نیند سوئی ہوئی تھیں...... جہاں انسانی پہنچ مشک
ہو سکتی ہے اور جس طرح وہاں سے اس کی واپسی ہوئی تھی...... بہت کم لوگ اس
سفر کر سکتے تھے اور اب باطش خماش اپنے اس عمل کے دوسرے دور سے گزر رہا تھا
تک کہ اسے وہ صندلی تابوت نظر آ گیا جو ایک طرف رکھا ہوا تھا اور اس تابوت ک
کہانی منسلک تھی...... وہ یہاں موجود ایک ایک چیز کا جائزہ لے کر یہ معلوم کرنے
کر رہا تھا کہ سادھان سارتی اگر اس اہرام کی تہہ میں پہنچا ہے تو آخر کس طرح او
پہلے یہاں کون کون موجود تھا۔

بہر حال اس تحقیق میں وہ دنیا کی ہر چیز کو بھول گیا تھا...... نہ کھانے کا ہوش تھ
اس نے اپنے ذہن میں ایک الگ سے کتاب تیار کر لی تھی اور ایک ایک چیز کو نوٹ
جب وہ یہاں سے واپس جائے تو اپنے طور پر ایک نئی کہانی لے کر دنیا کے سامنے
یہاں تک کہ اس نے تمام چیزوں کا جائزہ لے لیا...... اس کام میں اسے کتنا وقت لگ
اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا...... وہ تو یہاں آنے کے بعد دنیا کو بھول گیا تھا......

علاوہ کچھ یاد نہیں رہا تھا...... سو پھر دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اس تابوت تک جا پہنچا۔
دیواروں میں جو نقش کندہ تھے وہ بالکل ہی مختلف قسم کے تھے اور اس سے سرزمین
بہت سی داستانیں منظر عام پر آئی تھیں...... تابوت کو قریب سے دیکھنے کے بعد اس
کی عمر کا اندازہ لگایا...... تابوت کی خستہ حالی یہ بتاتی تھی کہ زمانہ قدیم میں جن ماہر
نے اسے تراشا ہے ان کی روحیں بھی شاید عالم برزخ میں سو گئی ہوں گی...... بوسیدہ
کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے اس کے دل میں لاتعداد خیالات تھے...... اس نے اپنے آپ کو
ے برآمد ہونے والی ہر شے کے لئے تیار کر لیا تھا...... یہاں تک کہ تابوت کا ڈھکنا
ور اس کے اندر اس نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی
را ہو گئی۔ یہ مصر کی تاریخ سے متعلق تصاویر اور اس اہرام کی دیواروں پر کندہ تصاویر
مختلف ہی شکل تھی...... گھٹا ہوا سر، منفرد نقوش، منفرد لباس جس کا فرعون مصر
تعلق نہیں تھا...... لیکن اسی طرح گوشت پوست میں آنکھیں بند کئے ہوئے دراز
ے جیسے قبل ہی نیند آئی ہو، ابھی کروٹ بدل کر وہ بولے گا، کیا وقت ہوا ہے۔ ہاں یہ
سارتی ہی ہے کیونکہ اس کے اندر سے وہی تمام چیزیں جھلکتی تھیں جو باطش خماش
کے ان پہاڑی برفابوں میں دیکھ چکا تھا...... غرضیکہ کافی دیر تک اس پر سحر طاری رہا
زدہ نگاہوں سے اس عجیب و غریب شخصیت کو دیکھتا رہا۔ اہرام کے اندر نہ تو اسے
نا محسوس ہوئی تھی نہ موسم کے تغیر کا احساس تھا...... ایک ٹھنڈک سی چاروں طرف
ئی تھی اور اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ ٹھنڈک تابوت میں لیٹے ہوئے جسم کو بھی لگ
......ہاں اس وقت اس کی آنکھیں خوفزدہ انداز میں پھیل گئیں، جب اس نے اس جسم
کے آثار پائے، وہ اپنی آنکھوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرنے لگا کہ جو کچھ وہ دیکھ
صرف ایک وہم نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے، تو کیا تابوتوں اور اہراموں میں
لے جاگ بھی جاتے ہیں...... لیکن یہ کچھ ناقابل یقین سی بات تھی۔
ادھان سارتی کے بارے میں اسے وہاں جو کچھ بتایا گیا تھا وہ بالکل ہی مختلف تھا......
وقت سادھان سارتی کے جسم میں جو تشنج پیدا ہو رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا...... یہاں

تک کہ اس نے آنکھیں کھول دیں...... کھوئی کھوئی حسین بڑی بڑی سیاہ آنکھیر
زمانے کی نجانے کتنی تاریخیں رقم تھیں...... وہ آنکھیں کھولے باطش خماش کو د
اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ کس دور کے انسان کو دیکھ رہا ہے...... یہ وقت
بڑھ گیا ہے...... پھر اس نے ایک طویل کراہ لی اور باطش خماش ایک قدم پیچھے ہٹ
بے شک دلیر انسان تھا اور اس نے زندگی کے لاتعداد نشیب و فراز دیکھے
ایسے بھی نہیں کہ ایک تنہا اہرام میں جس کی تاریخ تک لاپتہ تھی وہ کسی روح یا ب
ہمکلام ہو جو نجانے کب سے اس تابوت میں لیٹا ہوا ہے، لیکن اس بدن کی جنبشیں
تھیں کہ وہ مکمل طور پر زندگی پا چکا ہے اور آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھسک رہا
تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا...... اس کی نگاہیں بھی باطش خماش پر جمی ہوئی تھیں۔
خماش کو جیسے پڑھ رہا تھا...... پھر اس کے منہ سے جو الفاظ نکلے وہ نامانوس یا نامعلو
بلکہ یہ الفاظ مکمل طور پر باطش خماش کی سمجھ میں آ رہے تھے، اس نے کہا تھا۔

"سب سے پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کردوں میرے دوست کہ تم نے
سے رہائی دلائی ہے جو میرے لئے زندگی اور کائنات کی آخری سانس تک کے
ہو چکی تھی، ہاں میرا علم بتاتا تھا کہ اگر کوئی صاحب روح اور صاحب جسم یہاں
اس تابوت کو کھول دے تو میری رہائی ممکن ہو سکتی ہے"۔

باطش خماش نے اپنے دل کو نجانے کتنی تسلیاں دی تھیں اور یہ سوچا تھا
ہونے کے لئے ہی یہاں آنا تھا تو بہتر تھا کہ اپنی زندگی میں مصروف رہا جاتا ا
سامنا تو کرنا تھا، اس نے حواس مجتمع کئے اور آہستہ سے بولا۔

"تم کون ہو"۔

"سادھان سارتی" جواب ملا اور باطش خماش کی خوشیاں آسمان کو چھو
گویا وہ وہاں تک پہنچ گیا تھا جہاں تک پہنچنے کا اس نے تصور کیا تھا۔ اب اس
تقدیر کے حوالے، لیکن بہرحال سادھان سارتی سے اس کی ملاقات بے حد
تھی۔ ایک بار پھر اسے امیر عادل ثقفی یاد آیا جو اس کے مقابلے میں بہت پست

ہت دور" سادھان سارتی اس کے سامنے موجود تھا۔ باطش خماش نے خود کو سنبھال

ر میں اس دور کا انسان ہوں اور دیکھو میں کس طرح تم تک پہنچا جو ناقابل یقین اور
ل تھا۔ سادھان سارتی کی آنکھوں میں روشنیاں چمکنے لگیں...... یوں محسوس ہوا
نے کہاں کہاں دیکھ رہا ہو...... پھر اس نے پلکیں جھپکا کر کہا"۔
نیا تو بہت آگے نکل گئی ہے اور وہ باتیں جو طلسموں میں پوشیدہ تھیں عمل میں داخل
، تمہارا حلیہ، تمہارا انداز، تمہارے چہرے کی روشنی بتاتی ہے، نئی دنیا کے نئے انسان
لوگوں میں سے ہو جو آسائشوں کی بلندیوں تک پہنچ چکے ہیں اور اب دنیا ان کے
ت پست ہو گئی ہے۔
حاصل کرنے کے لئے اس کائنات میں اتنا کچھ ہے، سادھان سارتی کہ انسان اپنی
ی کی خواہش بھی مکمل نہ کر سکے۔
یا اچھی بات کہی ہے تم نے، واقعی خواہشوں کا وزن ہی اتنا ہوتا ہے کہ انسان کی
ہو جاتی ہے اور یہ ناتوانی اسے زمین بوس کر دیتی ہے، بالکل ٹھیک کہا تم نے...... اے
ام ہے تمہارا"۔
اطش خماش"۔
جنبی اور انوکھا...... سادھان سارتی نے جواب دیا اور پھر چونک کر بولا"۔
یکن تم مجھ تک کس طرح پہنچے؟"
یں سمجھ لو یہ ایک طویل کہانی ہے"۔
ب دو اچھے دوست ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے اپنا تعارف
ں، سو یہ بتاؤ کہ تم پہلے مجھ سے میرے بارے میں سننا چاہو گے یا مجھے اپنے بارے
ند کرو گے...... باطش خماش نے ایک لمحے کیلئے سوچا پھر بولا"۔
ور اگر میں تم سے فرمائش کروں کہ تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ؟ تو کیا تم پسند کرو

"ناپسند کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ تم نے مجھے اس قید سے آزادی
ہے جو نجانے کب سے شروع ہوئی ہے اور نجانے کب تک جاری رہتی، اس طرح تم م
محسن تو ہوئے"۔

"تو پھر بہتر ہوگا کہ تم خود مجھے اپنے بارے میں بتاؤ"۔

" آہ ضرور، لیکن اگر تم اجازت دو تو، میں اس منحوس تابوت سے باہر نکل آؤ
جس میں میری زندگی کے نجانے کتنے سال گم ہوگئے ہیں۔

"ضرور" کیا میں تمہیں سہارا دوں؟ باطش خماش اب پوری طرح مستعد ہو گ
جواب میں سادھان سارتی نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھادیا، باطش خماش نے یہ ہاتھ
ہاتھ میں لیا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے برف کی سل چھولی ہو، اتنا ہی سرد، اتنا ہی بے جا
اتنا ہی خشک قسم کا ہاتھ تھا...... لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ ایک غیر انسانی مخلوق کو اپنے ہاتھ کا
دے رہا ہے اور اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ میں کتنی سردی ہے
سادھان سارتی اپنے لباس سمیت باہر نکل آیا...... یہ بھی ایک ناقابل یقین سی بات
صدیوں پرانا لباس اب بھی اس کے جسم پر صحیح سلامت تھا اور اس عالم میں نظر آرہا تھا
کہا جاسکے کہ یہ خستہ حال ہو کر نیچے گر پڑے گا، سادھان سارتی اپنے قدموں پر کھڑے
کی کوشش کرنے لگا...... "لیکن پھر اس نے جلدی سے باطش خماش کا سہارا لیا...... ا
بولا"۔

"ابھی مجھے تھوڑا سا چلنے پھرنے میں مدد دو، تمہاری مہربانی ہوگی، بہتر ہے مجھ
اہرام کے اندر دو تین چکر لگوادو تاکہ میرے بدن میں خون کی روانی ٹھیک ہو سکے۔
خماش اب اس سے مانوس ہو گیا تھا، اس نے بخوشی اس کی اس خواہش کی تکمیل کی اور سا
سارتی لرزتے قدموں سے اہرام کی زمین پر چکر لگانے لگا، کئی چکر لگانے کے بعد ا
مسکراتے ہوئے باطش خماش کا سہارا چھوڑا اور پھر خود پیدل ادھر ادھر آنے لگا"۔
خماش نے اپنے بیٹھنے کے لئے ایک جگہ تلاش کرلی اور پھر اس پر ٹک کر سادھان سا
گردش کرتے ہوئے دیکھنے لگا...... دنیا کے سب سے انوکھے لمحات گزر رہے تھے اور وہ

ر کسی طرح ان لمحات کی ویڈیو فلم بنائی جاسکتی تو یہ ایک عجوبہ ہوتی اور یقینی طور پر
انگ مقام ہوتا جس کے سامنے عادل ثقفی کچھ بھی نہ باقی رہتا، پھر جب اچھی طرح
سارتی نے اپنے جسم میں ساری قوتیں مجتمع کرلیں تو مسکراتا ہوں باطش خماش کے
بیٹھا اور بولا"۔

نہیں یہاں سے واپسی کی جلدی تو نہیں ہے"۔

ں نے اپنی زندگی کا ایک طویل سفر تم تک پہنچنے کے لئے طے کیا ہے۔ سادھان
انچہ اب تمہارے پاس آنے کے بعد میرے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی

پھر ہم پر اطمینان انداز میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، ہاں اگر تم اپنے ساتھ کھانے
اشیاء ساتھ لے کر آئے ہو تو بلاشبہ بخوشی انہیں تم استعمال کرو"۔

یا تمہیں ان کی حاجت محسوس نہیں ہوتی، باطش خماش نے سوال کیا اور سادھان
رانے لگا، پھر بولا"۔

یا تم سمجھتے ہو اتنے عرصے غذا کے بغیر جینا اتنا آسان بات ہے، میں نے خود کو غذا
پینے کا عادی بنایا ہے...... اور اب میں سب کچھ بھول چکا ہوں"۔

یکن کیسے "اگر تم گوشت پوست کے انسان ہو تو غذا کے بغیر زندہ کیسے رہتے ہو اور
یر تمہارے جسم میں نمی کیسے رہ گئی، باطش خماش نے سوال کیا اور سادھان سارتی
لگا، پھر بولا"۔

ر میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں تو پھر تمہیں ان باتوں کا اندازہ ہو جائے گا کہ ایسا
"۔

ں میں یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ"۔

جھے کوئی اعتراض نہیں ہے چونکہ ذی روح ہوں اور ہر ذی روح کے دل میں یہ تصور
ہ وہ اپنے بارے میں کسی کو کچھ بتائے، مجھے انتہائی خوشی ہوگی، لیکن اس سے پہلے تم
بارے میں بتاؤ تو یوں سمجھو کہ مجھے تمہیں اپنی کہانی سناتے ہوئے آسانی بھی حاصل

ہو جائے گی اور خوشی بھی...... باطش خماش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اب وہ
آپ کو یہاں مطمئن پا رہا تھا اور یہ محسوس کر رہا تھا کہ جو کاوشیں اس نے کی ہیں یہ ان کے
کا وقت ہے اور اسے اس کی کاوشوں کا صلہ مل رہا ہے، کچھ لمحات وہ سوچتا رہا اس کے بعد
آواز میں بولا"۔

"یوں سمجھ لو کہ بس میں ایک محقق ہوں، شاید تم اس بات پر یقین نہیں کرو گے
سادھان سارتی تم تک پہنچنے کے لئے مجھے کیا کیا کچھ گنوانا پڑا ہے...... تمہیں اس کا
نہیں"۔

"میں تمہاری ہر بات پر یقین کرلوں گا" میرے دوست، ویسے اگر تم مجھے اپنے
میں کچھ بتادو تو بہتر ہوگا تاکہ میں کم از کم یہ اندازہ لگالوں کہ جس شخص سے میں یہ گفتگو
ہوں، وہ کس ذہنی سطح کا حامل ہے اور مجھے سمجھ سکے گا یا نہیں، مجھے معاف کرنا، اگر میر
بات سے تم اپنی توہین محسوس کر رہے ہو تو ایسا نہ کرنا، میں صرف اپنے الفاظ کی تراش
کے لئے یہ بات کہہ رہا ہوں"۔

"میں سمجھتا ہوں...... باطش خماش مسکرایا پھر بولا"۔

"میں نے بھی ساری زندگی علوم خفیہ کو حاصل کرنے کی کوشش کی ہے
معلومات حاصل کرتا رہا ہوں کہ کائنات کے سربستہ رازوں میں ایسے کون سے راز
انسانی نگاہوں سے دور رہے ہیں...... بہت کچھ کیا میں نے میرے دوست اور اس
تقدیر نے میرا رخ تمہاری طرف کر دیا۔

"میری طرف"۔

"ہاں"...... باطش خماش نے جواب دیا۔

"بھلا وہ کیسے؟"

"وہی ایک ایسی کہانی ہے...... جو تمہارے لئے باعث دلچسپی ہوگی"۔

" آہ مجھے بتاؤ اصل میں میں یہ سوال اس لئے اور بھی کر رہا ہوں کہ میری زند
جو راز وابستہ ہیں ان میں ایک جستجو ہے، ایک خیال ایک تصور ہے اور میری آرزو ہے

کے بارے میں معلومات حاصل ہو جائیں، وہ میرے لئے انتہائی موزوں رہے گا۔

"ہاں ٹھیک کہتے ہو، میں تمہیں ان خیال گزاروں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں، جو
ت کی وسعتوں کو جاننے کے خواہاں ہیں اور یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ دنیا کے آٹھ
س عہد کس نوعیت کے حامل ہیں اور انسان کی کائنات کیا ہے، وجود انسانی میں سربستہ راز
نے کے خواہش مند کیسی کیسی حیثیتوں کے حامل ہیں، باطش خماش کے ان الفاظ پر
ھان سارتی کے چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی، اس نے کہا"۔

"کیا تم ان غاروں میں سونے والوں کے فرستادہ ہو"۔

"میں ان کا فرستادہ نہیں ہوں، بلکہ یوں سمجھ لو کہ ان کا شناسا ہوں...... سادھان
تی...... باطش خماش کی بات پر غور کرتا رہا تھا...... پھر بولا"۔

"صرف شناسا، یا ان کے مقاصد کے حامی بھی"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

" آہ تم نے مجھے اطمینان دلایا"۔

"کیا تم مضطرب ہوگئے تھے؟"۔

"بہت زیادہ......" سادھان سارتی نے پر خیال لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"۔

"یہ بھی ایک الگ کہانی ہے جو تمہیں بعد میں معلوم ہوگی"۔

"یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ تمہاری واپسی کے خواہاں ہیں اور یہ سمجھ رہے ہو کہ میں شاید
کے لئے تمہارے پاس آیا ہوں...... باطش خماش نے سوال کیا؟"۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"تو پھر اپنے ذہن کو اس بات سے مطمئن کرلو کہ میں کم از کم ایسے کسی مقصد کے تحت
ل نہیں آیا"۔

"اب مجھے اس بات کا ادراک ہو رہا ہے"۔

"اصل میں، میں تو اپنی زندگی میں مست تھا، اپنی دنیا میں عیش و آرام کی زندگی گزار رہا

تھا، لیکن پھر کچھ ایسی ہیجانی سی کیفیت طاری ہوئی میری زندگی میں جس نے میرے
سکون برباد کر دیا اور میں مجبور ہو گیا۔ ان لوگوں کے ساتھ سفر کرنے کے لئے جن کا رُ
غاروں کی طرف تھا، تبت کے برفانی علاقوں میں مدفون میں نے وہ بارہ تابوت دیکھے ہیں
میں سے ایک تابوت ابھی تک خالی ہے، لیکن شاید تمہیں اس بات کو سن کر حیرت ہو گ
میں سے ایک اور گم ہو گیا تھا اور وہی گمشدہ شخصیت مجھ تک پہنچی تھی اور اس نے مُ
غاروں تک پہنچایا، لیکن وہاں کچھ اور ہی کھیل شروع ہو گیا...... باطش خماش نے سا
سارتی کو تمام تفصیلات سنا دیں اور سادھان سارتی تصویر حیرت بنا ہوا یہ ساری باتیں سُ
اور اس کے بعد اس نے کہا"۔

" آہ بے حد دلچسپ، واقعی دلچسپ اور حقیقت یہی ہے کہ اپنے مقصد سے ا
سے ہٹنے کے بعد ہم بہت کچھ کھو بیٹھے ہیں اور اس نے جو کچھ کھویا وہ ایک سچائی تھی
میرے حالات بالکل مختلف تھے، خیر اپنی کہانی سنانے سے پہلے میں تمہارے بعد کے
جاننا چاہتا ہوں"۔

"بس اس کے بعد یہ ہوا، میری بیوی نے مجھ سے علیحدگی اختیار کر لی، کیونکہ ا
ذہن تم لوگوں کی جانب راغب ہو گیا تھا اور مجھے تمہاری تلاش تھی، پھر میں نے
برداشت کیا اور اس کے بعد مصر پہنچا، مصر پہنچنے کے بعد میں نے کچھ لوگوں سے تعلقا
کیئے...... لیکن وہ میرے ہی دشمن بن گئے۔

"کون تھے وہ لوگ"۔

"ان میں سے ایک آدمی کا نام نمایاں ہے...... بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ صرف وہی ایک
ہے جو تحقیقات کر رہا ہے، لیکن اس عمل کا بھی انتہائی سطحی ہے اور اس میں کوئی گہرائی نہیں

"کیا نام ہے اس کا؟"۔

"اس کا نام امیر عادل ثقفی ہے"۔

"خیر یہ نام میرے لئے اجنبی ہے، لیکن تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ میں ان چیز
بارے میں کرید کیوں کر رہا ہوں۔

"ہاں ظاہر ہے خیال تو ذہن میں آتا ہی ہے۔

" آہ میرے دوست...... اس کا تعلق بھی میری کہانی ہی سے ہے"۔

"تو کیا میں اس بات کے لئے تیار ہو جاؤں کہ تم مجھے اپنے بارے میں تمام تفصیلات
دو گے"۔

"ہاں، میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری کہانی کی تکمیل ہو چکی ہے اور اب مجھے اپنے بارے
میں تفصیلات بتانی چاہئیں"۔

"میں منتظر ہوں...... باطش خماش نے کہا، انتظار ہی تو اس کی زندگی میں سب سے بڑی
بات کا حامل تھا...... ان لوگوں نے سادھان سارتی کی جو نشاندہی کی تھی، اس کے مطابق وہ
سادھان سارتی تک پہنچ چکا تھا اور اس کی اپنی معلومات لاجواب تھیں اور یہ حقیقت ہے امیر
عادل ثقفی اب بہت پیچھے رہ گیا تھا، کیونکہ اس کی تحقیق میں صرف معمولی معمولی باتیں
تھیں، جبکہ باطش خماش ان گہرائیوں سے روشناس ہو رہا تھا...... جن کا تعلق بسما ساؤ کھناتے
مذہب سے تھا، اس مذہب کے بارے میں مختصر تفصیلات تو باطش خماش کو معلوم ہو ہی چکی
تھیں، وہ اس مذہب کی گہرائیاں نہیں جاننا چاہتا تھا، وہ محقق تھے اور کائنات پر تفتیش کرنا چاہتے
تھے، لیکن اصولی طور پر باطش خماش کے جو عقائد تھے، ان کے تحت وہ لوگ غلطی پر تھے......
باطش خماش کے عقائد کے مطابق انسان کو بے شک وسعتیں دی گئی ہیں، لیکن کچھ چیزوں کی
پردہ پوشی کی گئی ہے اور اگر ان پردوں کو ہٹانے کی کوشش کی جائے تو پھر ناقابل یقین باتیں
ظہور پذیر ہو جاتی ہیں اور انسان کو اپنی حقیقت کا احساس ہو جاتا ہے، لیکن کچھ ایسے بھی ہوتے
ہیں جو بار بار احساس ہونے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آتے اور بالآخر فنا کے
گھاٹ اتر جاتے ہیں، انہی میں سادھان سارتی بھی تھا، لیکن باطش خماش کو اسے اس کی حیثیت
سے آشنا کرنا ضروری نہیں تھا، بلکہ وہ تو سادھان سارتی کے بارے میں تفصیلات جاننے کا
خواہش مند تھا، وہ کہانی جس کی ہلکی ہلکی نشاندہی اسے ہو چکی تھی، بس وہ اس کی تفصیل میں
جاننے کا خواہاں تھا...... "چنانچہ سادھان سارتی نے کچھ وقت سوچنے کے بعد کہا"۔

"ہوا یوں کہ جس طرح ہم اپنے مذہب کے تحت یعنی ہمارا مذہب بسما ساؤ کھناتے ہے

اور چونکہ تم بتا چکے ہو کہ ان کے پیروکاروں نے تمہیں اپنے مذہب کے بارے میں تھوڑ
بہت تفصیلات بتائی تھیں۔ ہم کائنات کی ان حقیقتوں سے روشناس ہونا چاہتے ہیں جن کے
تحت زمین و آسمان قائم کیے گئے ہیں۔ خلا میں سیاروں کی گردش، زمین پر ہواؤں کا سفر، سمند
کے نیچے موجودہ زندگی ان تمام چیزوں کا راز جاننا چاہتے تھے...... اور اس کی تکمیل کے لئے ہ
نے اپنی زندگی ترک کر دی تھی اور اس طرح سے اپنے آپ کو ڈھالا تھا کہ ہم صدیوں تک
زندہ رہ کر بالآخر اس وقت کا انتظار کریں اور جو انکشاف کا وقت ہوتا ہے سمجھ رہے ہو نا تم"۔

"میں سب کچھ سمجھ رہا ہوں...... باطش خماش نے کہا"۔

"تو یوں ہوا کہ ہم نے اپنی زندگی میں درویشیت اپنائی اور خود کو ایک طویل وقت
لئے زمین بوس کر لیا تاکہ جب ہماری آنکھ کھلے تو دنیا کے انکشافات کا وقت ہو گیا ہو......
وہ وقت جسے تم کچھ اور بھی کہتے ہو، شاید قیامت...... اس نے کہا اور باطش خماش نے حیر
سے آنکھیں پھاڑ لیں۔

"گویا تم اس وقت تک جاننے کے خواہاں تھے"۔

"ہاں حقیقتوں کا آغاز بھی وہیں سے ہوتا ہے اور انجام بھی وہیں جا کر ہوتا ہے۔ ا
اپنی نگاہوں کی وسعت اور اپنے دل کی گہرائیوں سے سوچو......" باطش خماش اس کے
میں کھو گیا...... غالباً وہ ان الفاظ کا مفہوم تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور جب وہ اس
ناکام رہا تو اس نے کہا۔

"مگر سادھان سارتی، تم بارہ افراد کس طرح اپنے آپ کو اس پر آمادہ کر سکے۔

"دیکھو کچھ راز ایسے ہوتے ہیں جن کا پوشیدہ رہنا ہی ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً اگر
جاننا چاہتے ہو کہ ہم نے کس طرح ان غاروں میں اپنی زندگی کو قائم رکھا تو میں سمجھتا ہو
یہ ایک ایسا مقدس راز ہے جو اگر منکشف ہو جائے تو دنیا میں ایسی بہت سی برائیاں پیدا
ہیں جن کا کوئی توڑ نہ ہو سکے۔

"مثلاً......"

"مثلاً......" بے شمار افراد اس فکر میں سرگرداں ہو جائیں گے کہ اپنی زندگی

ں طرح بخشیں"۔

"ہاں یہ تو ہے"۔

انسان ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے، اصل میں اس سے یہی سب کچھ تو چھین لیا گیا
ھا، یعنی یہ کہ نہ وہ اپنی مرضی سے اس دنیا میں آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے اس دنیا سے جانے
ا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر یہ فیصلے اس کے ہاتھوں میں آجائیں تو پھر یہ سمجھ لو کہ آسمانوں میں
ر اغلت ہو جائے گی اور بہر طور یہ ممکن نہیں ہے۔

"لیکن تم"۔

"اگر ہماری بات کرتے ہو تو ہم بھی اس بات کو پورے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ جو
طریقہ کار ہم نے اختیار کیا اس پر ہم مطمئن ہیں اور دیکھو ہم میں تبدیلیاں رونما ہوئیں،
کیونکہ بہر طور ہمیں انسانی شکل میں تراشا گیا تھا اور انسانی شکل میں ہی اس دنیا میں بھیجا گیا اور
اب بھی ہم انسان ہی ہیں یا اگر کوئی بھی ایسی بات ہو جائے، مثلاً وہ پہاڑ جس کے اندر غار ہیں،
زلزلے سے شق ہو جائے تو پھر تم کیا سمجھتے ہو" کیا ہمارے وجود باقی رہیں گے...... نہیں ہم
ان پہاڑوں کی چٹانوں کے نیچے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور ہماری تمام آرزوئیں خاک میں مل
جائیں گی...... باطش خماش نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا، کیا عجیب خیالات تھے...... کیا
انوکھی بات تھی، لیکن بہر حال اس بات میں وزن تھا...... سادھان سارتی نے اس کے بعد پھر
اپنی کہانی کا آغاز کیا اور کہنے لگا۔

"سو ہم نروان کے متلاشی اپنے تابوتوں میں زندگی کا سفر طے کر رہے تھے۔ زمانے
کے ماہ و سال سے ہماری دلچسپیاں ختم ہو گئی تھیں۔ ہم نے ان نفسیاتی خواہشوں کو دفن کر دیا
تھا جو انسان کو انسان بناتی ہیں اور جن کے سہارے وہ گناہ و ثواب کی منزلیں طے کرتا ہے،
لیکن شاید ہم ان انسانی صفات کو اپنے وجود سے نہیں مٹا سکے تھے، جس کی تربیت ہمارے ضمیر
میں کی گئی تھی اور یہی ہوا، نجانے کتنا وقت گزرا تھا، نجانے کتنی صدیاں بیت گئی تھیں، ہم پر
کہ کم از کم میں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی میں ایک تلاطم پیدا ہوا، وہ کچھ
افراد تھے جو اس غار میں داخل ہو گئے تھے اور انہوں نے ہمارے درمیان پناہ لی تھی۔ ہمارے

کان ان کی آوازیں سنتے تھے۔ ہماری آنکھیں انہیں دیکھ رہی تھیں، لیکن صرف تصور کی ش
میں اور ہم نے یہ قدرت حاصل کرلی تھی کہ ہم تصور کی آنکھ سے سامنے آنے والی چیز دا
دیکھ سکیں، جہاں تک ہم نے ان کے بارے میں اندازہ لگایا۔ یہ احساس ہوا کہ ان کا تعلق یو
سے ہے...... وہ آٹھ آدمی تھے...... سات مرد اور ایک عورت، لیکن وہ عورت جسے میں
صرف تصور کی آنکھ سے دیکھا تھا...... ناقابل یقین حسن کی مانند تھی، تم یہ سمجھو باطش خدا
کہ آسمانوں میں جب انسان کی خواہش کی تکمیل کی گئی ہے تو حضرت آدمؑ کو ایسی ہستی
روشناس کرایا گیا جو ان کے لئے ناقابل یقین دلکشی کی مالک تھی اور پھر یہ دنیا کے لئے
ہو گیا کہ انسان اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے نسل آدمؑ کو آگے بڑھانے کے لئے ا
ہستی کا سہارا حاصل کرے اور پھر یہی ہوا۔ دنیا دلکش پھولوں سے سج گئی اور یہ دلکشی کبھی
نہیں ہوسکتی، ہر ذی روح کے دل میں اپنی مخالف صنف سے لذت انگیز ہونے کا جذبہ انتہ
ضروری قرار دیا گیا، کیونکہ خالق کائنات نے اسی طرح نسل آدم کو فروغ دینے کے بار
میں سوچا تھا، سو میں نے اسے دیکھا اور دیکھنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری
متزلزل ہوگئی ہو، میرے سارے وجود میں زلزلہ برپا ہوگیا ہو، وہ کیا تھی، اس کے سرا
الفاظ کی تراش میں گرفتار کرنا کسی طور ممکن نہیں ہے لیکن بس یوں سمجھ لو کہ وہ حسن کائنا
تھی اور پھر مجھے اس کا نام بھی معلوم ہوگیا۔ اس کا نام سیفا تھا۔ وہ ہمارے تابوتوں کو حیر
نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، میں باقی لوگوں کی بات نہیں کرتا، لیکن میں حیران نگاہوں
اس حسن کائنات کو دیکھ رہا تھا جس نے میرے دل سے نروان کا تصور نکال دیا تھا اور میں
میں...... میں...... اس حسین وجود کو دیکھ رہا تھا، پھر وہ آہستہ آہستہ ہماری جانب متوجہ ہو۔
وہ ہمارے بارے میں تحیر کی گفتگو کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ تابوت یہاں اس غار
کیوں سجے ہوئے ہیں، ہوسکتا ہے ان میں کوئی عظیم الشان خزانہ مدفون ہو، ہر ایک کے
میں الگ الگ خیالات تھے، کچھ خوفزدہ بھی تھے اور کچھ متحیر، پھر انہوں نے آپس میں طے
کہ ان تابوتوں کو کھول کھول کر دیکھا جائے اور پھر وہ ان تابوتوں کو دیکھنے لگے...... لیکن
میں کھنا تیوں کی لاشیں دیکھ کر ان کے چہروں پر مایوسی کے آثار رونما ہوگئے تھے......

اس کی توقع نہیں تھی...... "سو وہ کہنے لگے"۔
"ہم تو یہ سمجھے تھے کہ شاید اپنی دنیا سے ہٹنے کے بعد اپنے اوپر آنے والے مصائب سے
کر ہم اس لئے یہاں پہنچے ہیں کہ زندگی ہم پر کچھ اور ہی راز منکشف کرے لیکن آہ" تقدیر
ساتھ نہ دیا"۔
"تم کیا سمجھے تھے...... "ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا"۔
"بس یہی کہ یہاں عظیم الشان خزانہ موجود ہے"۔
"اپنے ذہن کو خزانے سے پاک کر دو، دولت مند بننے کی کوشش میں جو تم نے کیا، اس
تمہارے سامنے ہے، ہم در بدر ہوگئے ہیں اور بیچاری سیفا ہمارے سامنے پریشان حال
...... سیفا کا نام لیتے ہوئے اس لڑکی کی جانب اشارہ کیا گیا تھا، پھر اس لڑکی نے میرے
ت میں جھانک کر مجھے دیکھا آہ میری آنکھیں تو بند تھیں، لیکن میں یہ سمجھ رہا تھا کہ اس
مجھ پر کیا قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں، اس کی حسین آنکھیں مجھ پر نگراں تھیں اور میں اپنے
کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا تھا...... وہ حیران نگاہوں سے میرا جائزہ لے رہی تھی اور اپنی
ترکاوشوں سے یعنی اس وقت جو ہم نے اپنے ذہنوں کی گہرائیوں تک پہنچنے کا ایک جذبہ
ل کر لیا تھا۔ ایک طریقہ حاصل کر لیا تھا تو میں یہ اندازہ لگا رہا تھا...... اس کی نگاہوں میں
ے لئے پسندیدگی کے جذبات ہیں اور وہ ذہنی طور پر مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہوگئی ہے، وہ
رہی ہے کہ آہ کاش میں عالم وجود میں ہوتا...... آہ کاش میں زندگی میں ہوتا تو...... تو وہ
قربت حاصل کرتی اور اس تصور سے میرا دل باغ باغ ہوگیا...... میں نے سوچا کہ جو
میرے سینے میں لگ گئی ہے...... اس کے شعلے وہاں تک پہنچ گئے ہیں اور وہ اس کی آنچ
ں کئے بغیر نہیں رہ پا رہی اور اس کے بعد اضطراب تھا، صرف اضطراب انہوں نے
ے تابوت بند کر دیئے...... لیکن...... لیکن، میں اپنے تابوت میں تڑپ رہا تھا، میں اپنے
مد سے ہٹ گیا تھا...... میں اپنے آپ کو بھول گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ آہ کاش کسی
ح بھی ممکن ہو جائے، میں اس کی قربت حاصل کرلوں، میں اس کے قریب پہنچ
...... میں اسے دیکھتا رہوں، اس وقت تک دیکھتا رہوں جب تک کائنات کا آخری دن

قریب نہ آجائے" لیکن خواہشیں کبھی تکمیل پانے کے لئے نہیں ہوتیں...... میں
وجود میں غم کے انتہائی تاثرات محسوس کئے تھے...... وہ لوگ وہاں رہے اور ہم پر گفتگ
رہے، ان میں سے ایک نے کہا"۔

"یہ تو طریقۂ مصر کے مطابق صورت حال معلوم ہوتی ہے"۔

"طریقہ مصر سے تمہاری کیا مراد ہے؟"۔

"وہاں فراعون کی ممیاں محفوظ کرلیا کرتے تھے اور انہیں اہراموں میں د
کرتے تھے، یہاں میرا خیال ہے یہ امر قدرتی ہے۔

"وہ کیسے"...... دوسرے نے سوال کیا؟۔

"وہ اس طرح کہ انہوں نے اپنے مردوں کو تابوت میں بند کر کے برفانی غا
دیا ہے اور برف کی نمی ان کا تحفظ کررہی ہے"۔

"کچھ عجیب سالگتا ہے"۔

"کیوں؟"۔

"ان جسموں میں وہ حنوطیت معلوم نہیں ہوتی"۔

"ہو بھی سکتا ہے، لیکن بہرحال ہمیں اس سے کیا"۔

اور پھر وہ اس غار سے رخصت ہوگئے، جب وہ اس کے دہانے سے باہر نکل
نے اپنے دل میں غم کا شدید طوفان محسوس کیا...... آہ سیفا میرے دل پر اپنے وہ نقش
تھی کہ اب میں نہ ادھر کا رہا نہ ادھر کا...... میں بس اس کے تصور میں ڈوب گیا
زندگی کے شب و روز غم میں گزرنے لگے...... میرا دل اس کے وجود کی خوشبو تل
میں مصروف ہوگیا...... میں اپنے محور سے ہٹ گیا، اب مجھے نروان کی تلاش نہیں
بلکہ میرے دل میں ایک عورت آبسی تھی...... جس کے قرب کی خواہش مجھے دیوا
رہی تھی۔

☆......☆

نجانے کتنے سورج، نجانے کتنے چاند گزر گئے، میری آنکھیں آنسوؤں کی برسات
ے لگیں، میں اپنے آپ کو اس تابوت میں ایک قیدی محسوس کرنے لگا...... میں اپنے محور
ٹتا جارہا تھا...... مجھ پر انسان کا سایہ ہوگیا تھا اور وہ سارے مقاصد خاک میں مل گئے تھے،
کے لئے ہم نے دنیا سے کنارہ کشی حاصل کی تھی۔ میرے ساتھی میری اس کیفیت سے
تھے، وہ اپنے اپنے گیان میں مصروف تھے اور سکون کی گہری نیند سو رہے تھے، جبکہ میں
رہا تھا، پھر میں اس وقت کا تعین آج تک نہ کرپاؤں گا، جس کے تحت مجھے وہاں وقت بسر
ڑا...... اور پھر میں نے ایک دن اس غار میں قدموں کی آہٹیں محسوس کیں، میں نے چشم
سے باہر دیکھا اور میرا دل خوشی سے اچھل پڑا تھا وہ سیفا ہی تھی، سیفا سیدھی میرے
ت کی جانب آئی تھی اور میں خوشی سے پاگل ہورہا تھا، لیکن صدیوں سے تابوت میں
کی وجہ سے میں اپنے بدن کی جنبشوں کو متحرک نہیں کرسکتا تھا، سو میں انتظار کرتا رہا،
نے وہ تابوت کھولا اور مجھے دیکھنے لگی اور پھر اس نے ڈرتے ڈرتے مجھے چھو کر دیکھا اور میرا
جگہ جگہ سے دبا کر دیکھتی رہی، میں اس کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کررہا تھا اور میرا دل
اسے بری طرح اچھل رہا تھا...... میں اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن یہ بھی مناسب نہیں
یہ ایک ایسا عمل ہوتا جو اسے خوفزدہ کرسکتا تھا...... اگر میں بول پڑتا تو ہوسکتا ہے کہ وہ
ت سے چیخیں مارتی ہوئی یہاں سے بھاگ جاتی، وہ مجھ میں کیا تلاش کرنا چاہتی ہے، مجھے تو
ا میں یہی دیکھنا تھا اور میں خاموشی سے اپنی جگہ منتظر رہا، پھر اس نے میرے جسم میں لچک
تو مجھے آہستہ سے تابوت سے نکال لیا، اپنے نازک بدن کے ساتھ وہ جس قدر قوت رکھتی

تھی، وہ بھی میرے لئے باعث حیرانی تھا، اس نے اپنے دونوں ہاتھوں
تابوت سے مجھے نکال کر تابوت بند کر دیا...... اب میں باہر کی دنیا میں تھا اور میرا اور
مقدس عہد کا بندھن ٹوٹ چکا تھا۔ وہ مجھے اسی طرح بانہوں میں لئے ہوئے بمشکل تمام
کے دہانے سے باہر نکلی...... اور پھر اس نے مجھے اپنے شانوں پر ڈال لیا، کمال کی جسامت
مضبوطی تھی، اس کی ایک نازک اندام لڑکی جو دنیا کی حسین ترین عورت تھی۔ جو یونا
دیوی سائیکی سے کسی بھی طرح کمتر نہیں تھی...... مجھے اپنے شانوں پر ڈال کر لے جا رہی
اور میں اس کے وجود کے لمس سے سرشار ہو رہا تھا...... اس نے یہ ناہموار راستے
پر اعتمادی سے طے کئے اور مجھے لئے ہوئے چلتی رہی، غالباً اس نے اپنے یہاں قیام کے
کسی اور غار کا انتخاب کیا ہے، سو یہی ہوا کہ ایک قد آدم دہانے والے غار میں اندر داخل
اس نے مجھے کھردری زمین پر لٹا دیا...... اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا اور وہ میرے پا
بیٹھ گئی تھی...... اس کی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں، میں اب بھی بند آنکھوں سے اسے د
تھا، حالانکہ مجھ میں اتنی قوت تھی کہ میں اپنی آنکھیں کھول سکوں، لیکن وہی تصور م
ذہن پر طاری تھا کہ کہیں وہ میرے جاگنے سے خوفزدہ نہ ہو جائے، کیونکہ بہر طور وہ
فطرت سے ناواقف نہیں تھا...... سو وہ دو زانو میرے پاس بیٹھی رہی اور اس طرح نجا
وقت گزر گیا...... میرا دل خود بھی اس سے گفتگو کرنے کے لئے بے چین تھا، لیکن ا
میں ہمت اور اعتماد سے کام لے رہا تھا...... سو پھر یوں ہوا کہ اس کے منہ سے پہلی بار ایک
سی آواز نکلی۔

”آہ اے حسین وجود، آہ اے زندگی چھوڑ جانے والے کاش تیرے اندر زند
ہو جائے...... کاش تو ایک بار اپنے وجود میں واپس آ جائے تو میں تجھ سے اتنا پیار کر و
سے پیار کا تصور ختم ہو جائے تو میرے دل کی گہرائیوں میں اتنی دور تک چلا گیا ہے
اب میری زندگی کا محور تو ہی تو ہے، اے سونے والے کیا میرا پیار تجھ میں زندگی
سکتا، اے دنیا ترک کر دینے والے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تو پھر اپنے وجود میں واپس آ
آہ اگر میں صاحب علم ہوتی تو عالم برزخ میں تیری روح کو تلاش کرتی اور اس کو تیر

ل کر کے تجھے نئی زندگی دے دیتی۔ آہ تو نہیں جانتا کہ میں نے تیرے لئے کیا کچھ
ہے۔ آہ اے حسین وجود کاش تو عالم زندگی میں آ جائے تو میری دنیا میں روشنی ہی
ھیل جائے...... میں وہ سب کچھ بھول جاؤں جس کی بنا پر مجھے اپنی زمین چھوڑنی پڑی،
ا پر مجھے ان پہاڑوں میں روپوش ہونا پڑا...... کاش...... کاش...... کاش...... میں اس کے
رہا تھا اور میرے وجود میں روح اتر رہی تھی، کتنی دلکش آواز تھی اس کی اور کتنی
ب وہ جو کچھ چاہ رہی تھی وہ لمحوں میں اسے ملنے والا تھا اور وہ یہی سوچے گی کہ زندگی
ے انصاف کیا، محبت میں اس نے ایک ایسا بلند مقام پایا جس کی مثال نہ ملے، لیکن
نہیں تھی، حقیقت تو یہ تھی کہ میں زندہ تھا اور مجھے اس دنیا سے ابھی دوری حاصل
ئی...... میں اس کی تمام آرزوؤں کی تکمیل تھا، سو میرے دوست باطش خماش ایک
ں کے دل کا تصور کرو جس کی چاہت اس کے سامنے مجسم کی گئی ہو، میں دیکھتا رہا......
دراس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس سے زیادہ دوری ممکن نہیں ہے، میں
اس کی قربت چاہتا تھا، سو میں نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں اور اس کے
شدید حیرانی کے نقوش دیکھے میں ابتداء میں اسے یہی بتانا چاہتا تھا کہ اس کے دل میں
ئی محبت کے طوفان نے بالآخر مجھے زندگی سے روشناس کر دیا...... اسے شاید اپنی
پر یقین نہیں آ رہا تھا...... وہ آگے جھکی اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور اس کی
زا بھری“۔

صور بھی کیا چیز ہے...... انسان خواہش کرتا ہے اور پھر اپنی اس خواہش کو اپنے ساتھ
لیتا ہے۔ وہ سب کچھ نہیں جو میں دیکھ رہی ہوں، میں جانتی ہوں...... وہ سب کچھ
...... لیکن میرا دل نجانے کیوں چاہتا ہے کہ میں تجھے اسی طرح عالم زندگی میں آتے
ھوں...... کاش تیری آنکھیں پوری طرح کھل جائیں...... کاش تو مجھے آواز دے“۔
یں نے اسے آواز دی۔

یفا...... وہ اب بھی اس بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھی...... اس کے ہونٹوں پر
پھیل گئی ایک مفہوم مسکراہٹ، اس نے کہا“۔

"اور میرے کان بھی تجھ سے متاثر ہوئے ہیں، مجھے یوں لگا جیسے تو نے مجھے آ
اور جب میں نے یہ محسوس کرلیا کہ درحقیقت وہ میری محبت میں انتہا تک ڈوب چکی
میرے دل کی بے قراری نے اسے حقیقتوں سے ناآشنا رکھنا مناسب نہ سمجھا، سو
آہستہ سے اپنی جگہ سے جنبش کی اور اٹھ کر بیٹھ گیا...... تب وہ متحیر ہوئی اور اس نے
دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ حقیقت ہے؟"۔

"ہاں سیفا یہ حقیقت ہے"۔

"تو عالم وجود میں آگیا ہے"۔

"ہاں سیفا"۔

"کیا یہ ممکن بن گیا ہے"۔

"شاید تیری محبت اس قدر عظیم ہے"۔

"آہ اگر ایسا ہے تو اس کائنات کی سب سے انوکھی بات ہے یہ"۔

"جو ہو چکی ہے"۔

"کیا تو مجھے میرے نام سے پکار رہا ہے"۔

"ہاں"۔

"لیکن تو مجھے کیسے جانتا ہے"۔

"میں تجھے جانتا ہوں سیفا"۔

"محبت چیز ہی ایسی ہوتی ہے کہ انسان محبوب سے روشناس ہو جاتا ہے
الفاظ سے سیفا کی آنکھیں مسکراہٹ سے پھیل گئیں، اس نے کہا۔

"کیا تو بھی مجھ سے محبت کرتا ہے"۔

"ہاں، میں نے جواب دیا اور وہ حیران سی نظر آنے لگی" اس کی حیرانی ج
رہی...... پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ انوکھی بات ہے، لیکن ہے اور اب بھا

ینے سے کیا فائدہ...... تو نے کہا کہ تو مجھے چھو سکتا ہے اپنی مرضی سے...... مجھ تک
ہے تو آگے بڑھ...... انتظار کس بات کا ہے...... کیا میں تجھے پسند نہیں"۔ سو میں نے
ی محبت کا ثبوت دیا...... اور کچھ لمحوں کے بعد وہ میری آغوش میں تھی" اور سیفا
لمس سے سرشار ہو گئی"۔

ہ نجانے کتنی دیر اسی طرح عالم جذبات میں مجھ سے لپٹی رہی تھی...... پھر اس کے بعد
ندگی کا ایک نیا آغاز ہوا اور صدیوں سے جو مجاہدہ میں نے کیا تھا...... وہ سب کا سب
ں مل گیا، حالانکہ اس دوران میں نے نجانے کتنے تجربات کر کے اپنے آپ کو ناقابل
یا تھا...... غرض یہ کہ ہم نے اسی غار میں زندگی گزارنے کا آغاز کیا اور میں نے محسوس
نسان جس انداز میں زندگی گزارتے ہیں۔ غالباً اسی میں خوش رہ سکتے ہیں...... اگر وہ اپنی
میں کسی نمایاں تبدیلی کے حامل ہو جائیں تو پھر ان کے لئے مشکلات میں گزارا کرنا
ہے اور یوں اگر زندگی گزاری جائے تو یہ بڑی خوبصورت زندگی ہوتی ہے...... میری
سیفا سے آباد تھیں اور ہم زندگی کے ہر اس راز سے آشنا ہو رہے تھے جس سے محرومی
نے اپنالی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک سیفا کے بارے میں مجھے کچھ نہ معلوم ہوا
ایک دن میں نے اس سے اس کے بارے میں سوال کر دیا۔

"سیفا"۔

"ہاں"۔

"سیفا" تم میرے بارے میں تو جان چکی ہو" کہ میں نراوان کا متلاشی ایک شخص ہوں
تعلق کھنوتے مذہب سے ہے اور ہم زندگی کی ان حقیقتوں کو جاننے کے خواہاں تھے، جو
حیثیت رکھتی ہیں، لیکن تم آخر کون ہو؟" وہ آخر کون تھے جن کے ساتھ تم یہاں آئی
؟" سیفا کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے جاننے کی کوشش نہ کرو؟"۔

"کیوں؟" "کیا تم مجھے بتانا نہیں چاہتیں۔

"ہاں" "شاید ایسا ہی ہے۔

"آہ، مجھے غم ہوا اس بات پر"۔

"کیوں؟"۔

"کیا تم اپنی ذات میں کچھ ایسے راز پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو" جن کا علم مجھے بھی نہ ہو؟

"اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہو بھی جائے تو تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔

"محبت میں فائدہ یا نقصان نہیں دیکھا جاتا......" بلکہ ایک اعتماد زیر عمل ہوتا ہے
نے کہا" اور وہ پرخیال نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی"۔

میں نے کچھ لمحے انتظار کر کے اس کے بولنے کا انتظار کیا اور پھر خود ہی کہا"۔

"اس کے باوجود اگر تم مجھے اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتی ہو تو پھر میرا فرض
میں تم سے تمہارے بارے میں نہ پوچھوں"۔

"اور اپنے دل میں میرے لئے بال رکھو"...... اُس نے محبت بھری مسکراہٹ
مجھے دیکھ کر کہا۔

"نہیں...... نہیں ایسی بات نہیں ہے" میری محبت مجھے تم پر بے اعتمادی کی اج
نہیں دیتی"۔

"تو پھر مجھے کچھ وقت دے دو...... بتادوں گی، کسی مناسب وقت تمہیں، اپنے بارے

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"...... سوان بر فابوں میں جو زندگی ہم گزار رہے
بڑی ہی حسین تھی، پھر اس نے کہا۔

"اور جب انسان اپنی زندگی میں مکمل ہو جاتا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے اسے اپ
حسین جگہیں نہیں تلاش کرنی چاہئیں"۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا"۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیوں نہ ہم یہاں سے نکلیں...... کہیں اور چلیں......
انسانوں کے درمیان ہی جی کر خوش رہتا ہے...... ان ویرانوں میں میرے اور تمہارے
کوئی نہیں ہے"۔

"محبت کرنے والے تو یہی چاہتے ہیں کہ ان کے درمیان کسی اور کی مداخلت نہ ہو

"بے شک میں یہ جانتی ہوں...... اگر تم یہاں خوش ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں...... میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ اب جبکہ ہم نے اپنی
ں کا محور بدل لیا ہے تو پھر انسانوں ہی کی مانند جینے کی کوشش کریں"۔

"تو پھر یہ محسوس کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے اور
ے لئے مشکل نہیں ہوگا...... ہم کوئی مناسب جگہ تلاش کرلیں گے"۔

"بے شک"...... پھر اچانک ہی مجھے کچھ خیال آیا اور میں نے اس سے پوچھا"۔

"لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہارے وہ ساتھی کہاں چلے گئے جن کے ساتھ تم اس غار میں
ہوئی تھیں۔

"وہ......" اس نے کہا اور بے اختیار مسکرادی۔

"ہاں" کیوں......؟

"ان کی کہانی بھی بے حد دلچسپ ہے"۔

"کیا......"؟

"بس یوں سمجھو کہ اس کہانی میں محبت کے وہ جذبے شامل ہیں جو ناقابل تسخیر ہوتے
...... ہم نجانے کیا کیا صعوبتیں اٹھا کر یہاں تک پہنچے تھے اور اس کے بعد ہمیں پناہ گاہ کی
تھی...... لیکن پھر وقت نے اپنا فیصلہ بدل دیا...... تمہیں دیکھنے کے بعد میں اس قدر بے
ہوئی کہ میں نے تمہارے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں تم کو
حاصل کرلوں گی...... ناجانے کیوں میرے دل میں احساس تھا کہ میری محبت تمہیں
گی"۔ سو میں نے ان سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں سوچا اور ہم لوگ یہاں
بہت دور چلے گئے...... پھر میں نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی اور ان سے چھپتے چھپاتے
پہنچ گئی لیکن ان کے دلوں میں خیال نہیں تھا کہ میں اس طرف آؤں گی" میں نے اپنے
نے کا ایسا ناٹک رچایا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ میں اپنی مرضی سے کہیں گئی ہوں
/ میں یہاں آگئی"۔

میں نے اس کی بات پر کبھی شک نہیں کیا تھا...... وہ میری شک کی منزل سے دور تھی۔

میں اس کے وجود میں اس طرح گم ہو گیا تھا کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو اس میر
کر دوں اور اس کے بعد اس کے وجود سے علیحدگی کا تصور بھی ختم ہو جائے"۔ یہاں میر
اس سے کوئی سوال نہیں کیا تھا، لیکن ایک صبح جب ہم اپنے غار سے باہر نکلے تو ہم نے
سامنظر دیکھا...... بلندیوں سے ہم نے گہرائیوں پر نگاہ دوڑائی تو ہمیں وہ لوگ نظر آئے
کے ساتھی تھے، وہ اس جانب آ رہے تھے...... سیفا کے چہرے پر مردنی پھیل گئی، اس نے

"اور یہ لوگ ایسے عالم ہیں اور ایسی قوت رکھتے ہیں کہ مجھے قابو میں کرلیں"۔
سے چھٹکارا حاصل کرلینا ضروری ہے...... میں حیرانی سے اسے دیکھنے لگا"۔ اُس نے کہا۔

"آہ" وہ ہم تک پہنچ جائیں گے...... اور یقیناً جس طرح انہوں نے ایک سیدھ
کرلی تھی...... اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حقیقتوں کا علم کرنے کے بعد ہی وہ یہاں تک
ہیں...... اور یہ سب کچھ میرے لئے بڑا مشکل ہو سکتا ہے، چونکہ میں ان سے بدعہ
مرتکب ہوئی ہوں اور اب انہوں نے اپنے علم سے ان باتوں کو جان لیا ہے"۔

میں حیرانی سے اس کی صورت دیکھنے لگا اور مجھے پہلی بار یہ احساس ہوا کہ سیفا میر
اپنے درمیان کچھ پردہ رکھتی ہے...... ایک راز رکھتی ہے...... اور مجھے ان تمام حقیقتوں
کرنا نہیں چاہتی جن کا تعلق اس کی زندگی سے ہے......"سو میرے چہرے پر آزردگ
اس نے کہا"۔

"اور اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتا
کرم کسی غلط انداز میں سوچنا، اگر اتنے ہی خواہش مند ہو، ان باتوں کو جاننے
تمہیں بے شکنت بتادوں گی...... لیکن تھوڑا انتظار کرلو، وقت کی کہانی کچھ آگے بڑھ
تمہیں سب کچھ بتادوں گی، لیکن اب یہ میرے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ میں ان
کے بارے میں سوچوں"۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا اور پوچھا۔

"کیا ان لوگوں کی ہلاکت کے بارے میں"۔

"ہاں......"

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"۔

"وہ ممکن مجھے نظر آ گیا ہے"۔

"کس طرح؟"۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں" اس نے کہا اور اس کے بعد میں نے ایک ایسا منظر دیکھا جس کا
ید تصور بھی نہیں کر سکتا تھا میں...... وہ ایک بہت بڑی چٹان تھی، اتنی بڑی چٹان کہ اگر
اِس آدمی بھی ہلانے کی کوشش کریں تو نہ ہلے...... سیفا اس کی جانب بڑھ گئی...... میں تعجب
ے اس کا عمل دیکھتا رہا...... اس نے مجھ سے مدد طلب نہیں کی تھی۔ چٹان کے نزدیک پہنچ کر
رکی...... میری جانب دیکھا...... سو میں آگے بڑھ کر بولا"۔

"لیکن تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"۔

"کچھ نہیں" جو کرنا چاہتی ہوں وہ دیکھو...... "اور میں نے دیکھا اور میری آنکھیں بند
ں"۔ وہ چٹان پر دونوں ہاتھ ٹکا کر طاقت صرف کر رہی تھی، نرم و نازک سیفا جس کے
ہر عضو نزاکت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ چٹان اپنی جگہ
بنش کرنے لگی ہے...... اور یہ بھی دیکھا میں نے کہ وہ گہرائیوں کا سفر کر رہی ہے اور سیفا
شوں میں کامیاب ہو چکی ہے۔ چٹان اپنے ساتھ بے شمار پتھر لئے نیچے جا رہی تھی اور
دہشت سے منہ کھولے رہ گئے تھے...... اتنا خوف آبسا تھا ان کے دلوں میں کہ وہ اپنی
ت بھی نہ کر سکے...... اور میں نے انہیں دیکھا کہ چٹان نے انہیں پیس کر رکھ دیا......
بری حیرت اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی، یہ انسانی عمل نہیں تھا، یہ...... یہ...... یہ تو......
ا عمل تھا جس کا تصور خواب میں بھی نہ کیا جا سکے" میں شدت حیرت سے گنگ ہو کر رہ
ا قہقہے لگا رہی تھی اس نے کہا۔

"ضروری تھا...... یہ ضروری تھا، اب کوئی میرے راز کا ساتھی نہ رہا" یہ الفاظ بھی
لئے ناقابل یقین تھے، مجھے وہ لمحات یاد آ رہے تھے جب سیفا مجھے اٹھا کر ایک طویل سفر
کے دور تک لے گئی تھی، وہ بات بھی حیرت ناک تھی، لیکن اس وقت میں نے یہ سوچا
صرف میری محبت ہے، جس نے میرا وزن اس کے شانوں پر ہلکا کر دیا ہے...... لیکن

سیفا میری نگاہوں میں اب کچھ پراسرار سی ہوگئی تھی...... تاہم میں نے اس سے کوئی ر
نہیں کیا"۔ البتہ ایک دن جب ہم کچھ جڑی بوٹیوں کی کشید کردہ شراب سے سرشار ہو
تھے، اچانک ہی سیفا کھل گئی۔ اس نے یہ شراب کچھ زیادہ ہی پی لی تھی اور بدمست ہوگئی
مجھے دیکھتے ہوئے اس نے کہا"۔

"تم اس کائنات کے سب سے خوش نصیب انسان ہو سادھان سارتی" کہ تمہیں
قرب حاصل ہے......اس سیفا کا قرب جس کے حصول کے لئے یونان کی تاریخ میں بہت
انوکھے واقعات رونما ہوئے ہیں اور نجانے کتنے لوگ سیفا کے قرب کے حصول میں
جانیں گنوا چکے ہیں۔

"سیفا، یعنی تم"۔

"ہاں سیفا، یعنی میں"۔

"لیکن سیفا" بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی"۔

"بات تو بڑے بڑے مفکروں کی سمجھ میں نہیں آئی ہے......میں سیفا ہوں...
کی دیوی" زیواس کا دوسرا روپ"۔

"زیواس"۔

"ہاں" دیوی زیواس، جس نے چشمہ حیواں سے آب حیات پی کر اپنے لئے
حاصل کرلی تھی"۔

"تو کیا تم زیواس ہو؟"۔

"نہیں"......زیواس اپنا وجود کھو بیٹھی۔

"کیسے......"

"سیفا کے ہاتھوں"۔

"میں نہیں سمجھا"۔

"زیواس نے چشمہ حیواں پی کر ابدیت تو حاصل کرلی تھی، لیکن اسے یہ علم
عقل کی قوت کے سامنے سب کچھ ہیچ ہے۔ میں اس کی کنیز تھی، میں زیواس کی ک

اس مجھ سے اس لئے نالاں تھی کہ حسن و جمال میں میرا اور اس کا مقابلہ نہیں تھا......
والی نگاہ مجھے دیکھ کر بدمست ہوجاتی تھی...... جبکہ وہ اپنی پذیرائی کی خواہاں تھی...... سو
ے ساتھ اس کا سلوک بہت برا تھا اور وہ یہ چاہتی تھی کہ ہر لمحے میں اس کی نگاہوں سے
ہوں...... سو میں یہ کرتی تھی" حالانکہ میرا محور کچھ اور ہی تھا...... میں تو یہ چاہتی تھی کہ
ل میں دیوی زیواس کی مقابل بن جاؤں...... اور اس کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا
ا کیا کررہی ہے...... سو اس نے اپنا تمام علم اور روحانیت ایک ایسے مرکز میں سمودی
جسے وہ کائنات کی نگاہوں سے محفوظ رکھتی تھی...... سو دیوی زیواس سورج دیوتا کے زیر
ں اور ایسے عتاب میں گرفتار ہوئی کہ اسے گوشہ نشین ہونا پڑا اور مجھے اس کا موقعہ مل
.. سو میں نے اس کا علم، اس کا عمل حاصل کرلیا اور یہاں تک آگے بڑھی کہ میں اس
جود میں سما گئی، لیکن دیوتاؤں کی چپقلش کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔ سو سات ایوان منتشر
؛ اور تم نے خود دیکھا کہ آج وہ زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہوگئے اور ان کا وجود ہمیشہ
لئے مٹ گیا اور یہ تاریخ تھی یہ کہانی تھی جس کا اصل مفہوم اب ظاہر ہوا...... لیکن ہم
ہ رہ سکے، میں سیفا ہوں، دیوی زیواس نہیں...... زیواس تو بلندیوں کی رہنے والی تھی اور
ے وجود میں کچھ اس طرح گم ہوئی کہ اس کا وجود فنا ہوگیا...... لیکن چشمہ حیوان کی تمام
ں میرے اندر جمع ہوگئیں...... سو میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ
ہیں محدود رہوں اور پھر میں نے سفر کیا...... سو میں وادی نیل پہنچی اور وادی نیل میں،
نے اپنے علم کا آغاز کیا...... سو یوں ہوا کہ فرعون کی ساری تاریخ میں میری شمولیت رہی
ں فراعون کے لئے راستے منتخب کرتی رہی۔ یہاں تک کہ مجھے نیل کی ساحرہ کے نام سے
ب کیا جانے لگا، لیکن وقت تبدیلیاں لاتا ہے اور میں اپنی تمام خواہشوں کو حاصل کرنے
عد وہاں سے کچھ سازشوں کا شکار ہوکر نکل کھڑی ہوئی اور وہاں ہم ایسے عتاب میں
ہوگئے تھے کہ اگر وادی نیل میں رہتے تو یقینی طور پر برائیوں کا شکار ہوجاتے اور یہ بھی
نا تھا کہ ہمیں قیدی بنالیا جاتا، وہ تمام ساتھی میری مانند نہ تھے...... چونکہ ان کو اس بات کا
ہیں تھا کہ زیواس آسمانوں میں گم ہوگئی ہے یا زمین میں ہی اس کے ساتھ کوئی ایسا عمل

ہوا ہے جس نے اسے گم کر دیا ہے، لیکن وہ میرے دل میں زندہ ہے اور آج بھی میر
قدرت میں وہ قوتیں جو دیوی زیواس میں تھیں...... لیکن اب وہ میرے وجود کی
ہے...... نیل کی ساحرہ کے بارے میں صدیوں بیشتر جو کہانیاں برپا ہوئی تھیں۔ یقیناً
داستانوں میں مدفون ہوں گی، لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ میرا یہ سفر کتنا طویل رہا ہے
طویل سفر کو طے کرتے ہوئے بالآخر میں اس جگہ پہنچی اور یہاں میں نے تمہیں دیکھا
یوں محسوس کیا کہ جیسے تم میری طلب ہو کہ یہ تو تاریخ ہے اور تاریخ کے کچھ ایسے
راز ہیں جنہیں تاریخ کے پردوں میں ہی لپٹے رہنا چاہئے...... یہ راز اگر عریاں ہو گئے،
مشکل ہو گی دنیا کو اور شاید خود مجھے"۔ میں اس کی باتیں سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ عالم
میں وہ کیا کہہ رہی ہے...... کیا نشے نے اس کے حواس چھین لئے ہیں، بات کچھ سمجھ میں
والی نہیں تھی...... وہ ایک ایسی فرسودہ کہانی سنانے میں مصروف تھی جس کا کوئی سر پاؤں
تھا، لیکن میرے لئے اس کی حقیقتوں کو تلاش کرنا مشکل نہیں تھا کیونکہ ہم اتفاق سے
کے مسافر تھے اور صدیوں کی مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچے تھے اور جب ہم لوگ
وحواس کی دنیا میں واپس آئے تو میں نے اس سے دیوی زیواس کے بارے میں پوچھ
حیران رہ گئی۔

"ہاں یونان کی ایک دیوی زیواس تھی...... جس کے بارے میں سنا گیا تھا کہ
حیواں تک پہنچی اور اس نے ابدیت حاصل کر لی۔

"اور اس کے بعد سیفا نے اس کے وجود میں بسیرا کر لیا" میں نے کہا۔

"سیفا تو میں ہوں"۔

"میں تمہاری ہی بات کر رہا ہوں"۔ وہ تعجب بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی
اس نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم، تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی"۔

"بات تو میری سمجھ میں بھی نہیں آئی" "لیکن سیفا کی اصل کہانی کیا ہے"۔

"سیفا کی کہانی بس اتنی سی ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں بہت دکھ اٹھائے ہیں

ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گئی۔ وہ سات آدمی جو میرے ہمراہ تھے، اصل میں ان کا
کوئی تعلق نہ تھا لیکن انہوں نے مجھ پر اپنا تسلط جما لیا تھا، وہ جرائم پیشہ لوگ
انہوں نے یونان میں جرائم کئے جو قابل معافی نہ تھے، اس کے بعد طویل سفر کیا......
کو پوشیدہ کرنے کیلئے، سو ہم یہاں تک پہنچے اور پھر یہ تمام واقعات رونما ہوئے......
ں ملوث نہیں ہوں، میرا ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے، بس یوں سمجھو کہ مشکل کا شکار
ں" اور یہی میری مجبوری تھی جن کی بناء پر میں نے ان سے چھٹکارا حاصل کر لیا"۔
ری گہری نگاہیں سیفا کا جائزہ لے رہی تھیں اور میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ جھوٹ
ہے، بات ہی کچھ ایسی تھی۔

☆......☆

میرے دل میں سیفا کے لئے محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا...... اگر وہ مجھے اپنی
حقیقتیں بتا دیتی تو میں اسے چاہنے کی کوشش کرتا رہتا اور کبھی بھی میرے دل میں اس
لئے ایسی کوئی برائی نہ پیدا ہونے پاتی جو میرے اور اس کے درمیان خلاء بن جائے، لیکن
دن کے بعد سے وہ محتاط رہنے لگی...... میں نے اس کے رویئے میں نمایاں تبدیلی دیکھی
سو اس کی خواہش پر ہم سفر کرتے رہے اور بالآخر سرزمین ایران میں ہم نے اپنے لئے
ٹھکانہ بنا لیا...... وہ یہاں مطمئن اور خوش تھی...... اور بظاہر اس نے مجھ سے محبت کا دوا
جاری رکھا تھا جس کی بناء پر اس نے میرے ساتھ وقت گزارنا شروع کیا تھا...... میں خا
دل سے اسے چاہتا تھا اور شاید اس بات پر یقین کرو کہ میری محبت روز بروز بڑھتی جا رہ
اور اب میں اسے اپنے وجود کا ایک حصہ سمجھتا تھا...... میں نے اس کے لئے وہ سب کچھ
کر دیا تھا جسے میں نے نجانے کتنی مشکلوں سے اپنایا تھا اور اس دوران میں نے جو علم
کیا تھا اس کا استعمال بھی ترک کر دیا تھا...... انسان جب محبت میں اندھا ہوتا ہے تو اس کی
اس طرح جاتی ہے کہ عقل کی بینائی بھی اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ میں اپنی تمام بینائی
تھا...... اور میرے وجود میں صرف سیفا تھی...... سیفا جو نیل کی ساحرہ کہلاتی تھی......
اس ساحرہ کے بارے میں میرے دل میں کبھی کوئی ایسا احساس نہ پیدا ہوا لیکن اس وق
حیرت سے گنگ رہ گیا...... جب ایک دن میں نے اسے خفیہ طریقے سے ایک سفر
ہوئے دیکھا...... رات کا وقت تھا اور وہ اپنی جگہ سے اس طرح سے اٹھی تھی جیسے
چھپانا چاہتی ہو، میں حیران رہ گیا...... اور پھر میں نے سیفا کا تعاقب کیا...... سیفا نے ایک

اور اس کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جو ویرانے میں تھی...... لیکن اس جگہ میں نے جو
حادہ بھی میرے لئے ناقابل یقین تھا...... وہاں ایک ایسا مجسمہ موجود تھا جو پہاڑ کی ایک
ے تراشا گیا تھا اور اس میں ایسے نقش کندہ تھے جو نجانے کون سے دور کی نشاندہی
تھے...... سیفا اِدھر اُدھر گھومتی رہی...... تب میں نے اسے ایک شخص کے سامنے دیکھا
راوڑھے ایک پتھریلی چٹان پر سو رہا تھا...... یہ ساری باتیں میرے لئے ناقابل یقین
سو پھر یوں ہوا کہ وہ شخص بھی آہٹیں پا کر اٹھ گیا اور سیفا کو دیکھ کر چونک پڑا...... اس
ی قدر درشت لہجے میں کہا۔

"تم پھر آ گئیں"۔

"ہاں...... آزل میں تمہارے لئے آئی ہوں اور تم نہیں جانتے کہ مجھے یہاں تک پہنچنے
لئے کتنا مشکل سفر کرنا پڑا ہے"۔

"دیکھو لڑکی...... میں نے ان چٹانوں میں، ان پتھروں میں اپنی زندگی سمو دی ہے اور یہ
ی اب میری زندگی کا حاصل ہیں...... میں ان سے ایسے بت تراشنا چاہتا ہوں جو امر
یں، جنہیں کبھی زوال نہ ہو اور یہ فن میں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے۔ میں کسی اور فن کا
نہیں بننا چاہتا۔

"تم مجھے دیکھو، میری جانب دیکھو...... تم نے میری طرف سے آنکھیں بند کر رکھی
مجھے دیکھو...... مجھے تراشو اور تمہارا یہ تراشا ہوا مجسمہ یقینی طور پر امر ہوگا، مگر تم میری
نگاہیں کیوں نہیں اٹھاتے"۔

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ زندگی کا ایک دور مجھ پر ایسا گزرے گا جو میرے فن کو بہالے
ئے گا...... یہ فن میری زندگی ہے، لڑکی اور میں نہیں چاہتا کہ میں اس کے علاوہ کچھ اور
ول"۔

"ایک بار، صرف ایک بار مجھ پر نگاہ ڈالو...... اگر تم نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالنے کے
مجھ سے کہا کہ میں چلی جاؤں تو پھر میں ضرور چلی جاؤں گی"۔

"لڑکی مجھے مجبور نہ کرو...... ساری دنیا کا حسن میری آنکھوں کے سامنے ماند ہے، میں

اپنے حسن کی ایک ایسی صورت تراشنا چاہتا ہوں جو در حقیقت خود میرے اپنے وجود میں ا
ہو جائے......اور میں اسے اپنے ذہن میں مجتمع کر رہا ہوں"۔

"آنکھیں بند کر کے" سیفا عجیب سے انداز میں ہنسی اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ا
شخص نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا...... میں اب اسے قریب سے دیکھ رہا تھا اور ایک ایسی ج
پوشیدہ ہو گیا تھا جہاں سے میں اس پر نگاہ ڈال سکوں اور صحیح معنوں میں اس وقت میں نے ا
پر نگاہ ڈالی تھی اور میں یہ بات بالکل اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شاید یونان کے کیوپڈ
بھی زیادہ خوبصورت تھا...... کیوپڈ کے بارے میں جو حسن و جمال کی داستانیں سنی گئی ہیں
جس طرح اس کی مجسمہ تراشی کی گئی ہے اس میں اسے بتایا گیا ہے کہ وہ یونان کا حسین تر
نوجوان تھا اور اس کی محبوب سائیکی جو دیوی سائیکی کہلاتی تھی دنیا کی حسین ترین عورت
اس وقت میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ بلاشک و شبہ یہ دونوں کردار ایک بار پھر یکجا ہو گئے ہیں
نوجوان نے اسے دیکھا اور اس کے بعد دیکھتا ہی رہ گیا...... بہت وقت گزر گیا...... اس کی نگا
سیفا کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں اور سیفا کی آنکھوں میں کامیابی کی مسکراہٹ ا
آ رہی تھی...... وہ سیفا کو دیکھتا رہا...... پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کون ہے تو......؟"۔

"سیفا ہے میرا نام"۔

"سیفا"۔

"ہاں"۔

"مگر...... مگر...... تو...... تو کیا میرے خوابوں نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہے"۔

"میں سمجھی نہیں"۔

"اوہ شاید شاید...... میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کرنے جا رہا تھا"۔

"کیوں......؟" سیفا نے نغمہ بار آواز میں پوچھا۔

"تو ہی تو ہے جو دل و دماغ میں بسی ہوئی ہے، آہ تو ہی تو ہے، لیکن...... لیکن میر
زیواس کے نام سے جانتا ہوں، میں نے کتابوں میں تجھے زیواس کے نام سے پڑھا ہے،

ن ہے؟"۔

ں جو کچھ بھی ہوں لیکن اب تیرے لئے ہوں، کیا تو مجھے تراشے گا!"۔

ہ میرا مجسمہ تو مکمل ہو چکا ہے"۔

ر اگر تو مجھے نہ دیکھتا تو کیا ہوتا...... سیفا ایک پتھر پر بیٹھتی ہوئی بولی"۔

ں اپنے اسی تیشے سے خودکشی کر کے تاریخ میں اپنا نام شامل کر جاتا"۔

یوں......؟"۔

ں لئے کہ میں تیری ہی طلب میں تو سرگرداں ہوا ہوں...... میں ایک بہت اچھے
انسان ہوں اور میرا خاندان بڑی اہمیت کا حامل ہے، لیکن جب سے تو میرے خواب
ں آئی، میں نے تجھے تلاش کرنا شروع کر دیا...... میں نہیں جانتا تھا کہ تو کہاں ہے،
ے دل میں ایک احساس ضرور تھا۔ وہ یہ کہ ایک دن تو مجسم ہو گی...... سو میں نے
ں تجھے تراشنا شروع کر دیا اور دیکھ یہ بے نام اور بے نقش تصویریں اسی کی حامل
ن بے نقش چہروں کو تیرا نقش درکار تھا...... میں نے انہیں زندگی کے ہر حسین سے
پ میں تراشا ہے...... لیکن بس میں وہ نقوش ان پتھروں کو نہیں دے سکتا تھا جو
ہن میں تھے کیونکہ وہ نقوش کبھی مجسم نہیں ہوئے تھے، میں اپنے احساسات کو جسم
دے سکتا تھا، لیکن چہرے کی تراش میرے لئے ناممکن تھی"۔

میرے دوست میں یہ سن رہا تھا اور میرے وجود میں آگ بھر رہی تھی، گویا سیفا
ہ وہ نہ تھی جو ظاہر ہوئی تھی...... وہ تو کچھ اور ہی تھی اور شاید نشے کے عالم میں اس
بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ سچ ہی تھا...... جس کی وہ نفی کرتی رہی تھی اور یہ بت تراش
کے لئے دیوانہ ہو رہا تھا اور سیفا، اس کے انداز میں بھی ایسی کیفیت پائی جاتی تھی جیسے
اش میں دلچسپی لینے لگی ہو اور یہ ہوتا تھا...... اکثر رات کی تنہائیوں میں سیفا کو میں اس
سے غائب پاتا تھا۔ گویا وہ اپنے طور پر بھی کسی عمل میں مصروف تھی۔ یہ تو بہت برا
جس کے لئے میں نے زندگی کے سب سے اہم مقصد ترک کر دیئے تھے جس کے
نے اپنا مقدس عہد کھو دیا۔ وہ بے وفا ہے، یہ تصور میرے دل کو لرزانے لگا...... میں

خاموشی سے وہاں سے واپس آ گیا لیونلہ اس سے آگے جو ہونے والا تھا وہ میں دیکھنا نہیں
تھا...... سیفا ابھی تک مجھ سے رابطہ رکھے ہوئے تھی اور میں جانتا تھا کہ ایک دن ایک بہت
بڑی چٹان میرے وجود پر بھی آ پڑے گی اور میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا، انہی سات افراد کی
جو سیفا کے ساتھی تھے...... سیفا یقینی طور پر اسی کیفیت کی حامل لڑکی تھی...... اس کے
صدیوں پرانی روح تھی اور وہ سب کو بے وقوف بنا رہی تھی...... لیکن میرے دوست
نام باطش خماش ہے نا، میں دوران گفتگو تمہارا نام ہی بھول گیا تھا...... تم یقین کرو، وہ ا
تھی...... جو ایک نگاہ اسے دیکھے اس کو زندگی کی ہر شئے بُری محسوس ہونے لگے...... سیف
لئے میرے دل میں غم و غصے کا طوفان ابھر آیا تھا...... ایک مرد کی حیثیت سے میں رقا
شکار ہو گیا تھا...... میرا دل چاہا کہ اس بت تراش کو زندگی سے محروم کر دوں، لیکن قصو
بت تراش کا نہیں تھا...... اس کے بعد بھی سیفا تو میرے ساتھ رہے گی اور میں یہ کبھ
بھول سکوں گا کہ وہ بے وفا ہے اور مجھ سے علیحدگی کی خواہش مند، یعنی وہ کسی اور کو
سکتی ہے، اب اس کے لئے میرے دل میں یہ تمام چیزیں منجمد ہو گئی تھیں...... میں جان
وہ ایک بے وفا لڑکی ہے، مگر میں کیا کروں...... پھر یوں ہونے لگا کہ راتوں کو سیفا غائب
تھی۔

پھر ایک رات میں نے اس کا انتظار کیا اور انتظار کرتے ہوئے بہت دیر ہو گئی
جب وہ واپس آئی تو میں نے کہا۔

"سیفا...... تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ اب میرا ساتھ چھوڑ دو...... جس طر
اس سے پہلے بھی شاید، دوسروں کا ساتھ چھوڑتی رہی ہو" تب وہ اپنے اصل رنگ میں
ہو گئی...... اس نے آتش بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر کہا۔

"تو اس میں غلط بھی کیا ہے...... یہ تو میری تاریخ ہے اور تم ایک معصوم انسان
نہ پہچان سکے...... کیا سمجھتے ہو تم...... کیا تم واحد ہو، نہیں ایسی بات نہیں ہے، اپنی غلط
دل سے نکال دو...... شاید تم مجھے عشر عشیر بھی نہیں سمجھ پائے...... بے وقوف آدمی
سیفا ہے...... یعنی موجودہ نام...... ماضی کی تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ سیفا کیا ہے...... تم سیف

نہیں پا سکتے...... اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سیفا صرف تمہاری غلام ہے تو حماقت تمہاری ہے
ی نہیں...... اگر تم صاحب علم ہوتے تو سیفا کو تحریر کی طرح پڑھنے کی کوشش کرتے......
مجھے بھی ایسے ہی لوگ پسند ہیں جو اگر خود بھی کچھ ہوتے ہیں تو کسی حسن و شباب کو دیکھ
پنے آپ کو فراموش کر دیتے ہیں...... میری پسند بہت مختلف ہے اور تم کیا سمجھتے ہو، میں
مقصد ہی تمہارے پاس پہنچ گئی تھی...... نہیں یہ ایک طویل کہانی ہے...... ایک ایسی کہانی
کے بارے میں تم خوابوں میں بھی نہیں سوچ سکتے...... تم سیفا کو نہیں جانتے...... میں
تم سے ماضی کی تاریخ کا ذکر کیا ہے...... جاؤ ماضی کی تاریخ اٹھا کر دیکھو...... اگر تم مجھے یونانی
تے ہو تو میں یونانی نہیں ہوں، اگر تم مجھے نینوا کی باشندہ سمجھتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اور اگر
ارے خیال میں میرا تعلق بابل سے ہے تو تم بے وقوف ہو، میرا خمیر مصر کی سرزمین سے
ہے اور سرزمین مصر میں نہ صرف میں بلکہ میرے علاوہ اور بھی ساحرائیں پیدا ہوں
...... میں ان کے نام بھی تمہیں بتا سکتی ہوں، لیکن کچھ راز ایسے ہوتے ہیں جنہیں راز رہنا
ری ہوتا ہے...... مصر میں مجھے نیل زادی یا نیل کی ساحرہ کہا جاتا ہے۔ صحرائے مصر میں
ہالا تعداد کہانیاں مدفون ہیں...... بہت سے فراعون میرے عشق میں گرفتار رہے اور اپنا
ب کھو بیٹھے، ہاں کھناتی مذہب کے پیروکار میری پسند رہے ہیں اور تم یہ سمجھو کہ میں نے
بند کو کائنات کے گوشے گوشے میں تلاش کیا ہے۔

بہت پرانی بات ہے، ماضی کی تاریخ میں مجھے کھناتیوں کا نشان ملا، سو میں تمہاری تلاش
چل پڑی...... اور میں نے تمہیں پا لیا...... وہ لوگ جو میرے ساتھ تھے، میرے غلام تھے،
غلاموں کی مانند نہیں، میں نے ایسا ماحول پیدا کیا تھا کہ وہ لوگ دنیا چھوڑنے پر مجبور
ائیں...... یہ سب کچھ میں نے اپنی ضرورت کے تحت کیا تھا...... سو انہوں نے میرا ساتھ
یکن حقیقتوں سے نا آشنا رہ کر...... اور جب میں نے تمہیں پا لیا تو یوں سمجھو کہ ان کا وجود
ے لئے بیکار ہو گیا...... میں نے انہیں چھوڑ دیا، اگر وہ میرے تعاقب میں نہ آتے تو زندہ
ے...... لیکن میں نے جب یہ دیکھا کہ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے تو میں نے
کا ریزہ ریزہ کر دیا...... اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ چٹان اپنی جگہ سے خود بخود اٹھ گئی تھی تو

ذرا خود ہی سوچو قصور میرا نہیں تمہارا ہے، اصولی طور پر تو تمہیں میری طاقت کو تسلیم کر لینا
چاہئے تھا...... سمجھ رہے ہو نا کھناتی...... میں کیا ہوں تم سوچ بھی نہیں سکتے...... یہ حسن،
جوانی مجھ پر قائم ہے اور ہزاروں صدیاں بھی اسے ملیامیٹ نہیں کرسکتیں...... میں نے اس
کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ صدیوں کی تاریخ میں درج ہے...... ارے بے وقوف شخص!
میرے لئے بس اتنا ہی ضروری تھا اور بھلا میں تیرا یہ طعنہ کیوں برداشت کروں گی، میں
تیری غلام تو نہیں ہوں جو وقت مجھے تیرے ساتھ گزارنا تھا گزار لیا...... مگر تجھ سے تو مجھے
کچھ بھی نہ حاصل ہوا...... میں تو سمجھتی تھی کہ برف زاروں میں مدفون تابوتوں میں سے
ساحر برآمد ہوگا وہ میرے علم میں اضافہ کرے گا۔

میں نے نینوا میں تین ساحروں پر اپنے جال ڈالے تھے اور وہ ساحر میرے لئے خودکشی
کر گئے اور نینوا میں میرا نام سیکا تھا...... اور اگر تو بابل کی عشتارہ کے بارے میں کچھ جانے تو
شاید اس بات پر یقین نہ کرے کہ عشتارہ میں ہی تھی اور نیل کی ناگن کا نام تو تو سن ہی چکا۔
اور اب یونان کی سیفا تیرے سامنے ہے...... تو اے شخص! تو خاک ہو جائے گا...... تیرا وجود
بھی مٹی میں مل جائے گا، لیکن سیفا کسی اور نام سے اس کائنات میں جی رہی ہوگی...... مجھے
صدیوں کا سفر طے کرنا ہے...... ساحروں نے مجھے اپنا علم دیا...... مجھے پانے کے شوق میں
انہوں نے اپنی زندگیاں کھو دیں...... مجھے بھی ان ساحروں سے عشق تھا اور تم کھناتی، سحر سے
ناواقف ہو، تم تو اپنے ہی جنون کا شکار نکلے اور آج تو طعنہ زنی کرتا ہے...... چل یہ اچھا ہوا
تجھے علم ہو گیا کہ میں اب بت تراش کی جانب راغب ہوں اور وہ بلاشبہ صاحب فن ہے۔
بہت عرصے تک میرا اور اس کا ساتھ رہے گا، کیونکہ اسے پتھروں کی جادوگری آتی ہے
جادو کیسا بھی ہو میرے لئے قابل توجہ ہوتا ہے...... میں تو جیتی رہوں گی، تو بھلا میرا ساتھ
کیا دے گا...... میں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

”لیکن میں سچا ہوں...... سیفا! میں نے تو تیرے لئے نروان چھوڑ دیا، وہ سب کچھ چھوڑ
دیا جو میرے عہد میں شامل تھا“۔

”تیرا عہد سچا نہ تیرا عشق! اگر تو عشق کے لئے اپنا سچ چھوڑ سکتا ہے...... تو آگے چل

کر ہر چیز کے لئے مجھے بھی چھوڑ سکتا ہے، مگر خیر نہ تو میں دیوانی ہوں اور نہ ہی اس قدر احمق
اور جذباتی...... سمجھ رہا ہے نا تو...... تو نے خود ہی یہ راستہ بند کر دیا اور یہ داستان یہاں ختم
ہو گئی ہے۔

”لیکن سیفا، میں تو تجھ سے عشق کرتا ہوں“۔

”بہت پرانی بات ہے میرے لئے...... بہت ہی پرانی بات ہے“۔

”میں تجھ پر تشدد بھی کر سکتا ہوں“۔

”اوہ، گویا یہ تیرا تشدد نہیں“۔

”میں نے تو تجھ سے کچھ شکایات بھرے الفاظ کہے تھے“۔ میں نے کہا اور میں تیار ہو گیا
کہ اگر یہ عورت اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ چالاک ظاہر کرے تو اس کے خلاف عمل
کروں اور پھر یہی ہوا...... میں اچانک ہی اس پر جھپٹا تھا...... اور میں نے اس کو کس لیا تھا......
میں نے اس کے ہاتھ مضبوطی سے باندھے، اس وقت میں اس چٹان ہلانے والی کو بھول
گیا تھا اور وہ مدافعت نہ کر سکی...... اس نے ہاتھ بند ہوا لئے...... پھر پاؤں بھی اور اس کے بعد
سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

میرے وجود میں نفرت کی چنگاریاں دوڑ رہی تھیں...... جو کچھ اس نے کہا تھا وہ میر
لئے آگ ہی آگ تھا اور یہ آگ میرے وجود کو جھلسائے دے رہی تھی...... لیکن مجھے کچھ
کے بعد تعجب ہی ہوا...... وہ زار و قطار رو رہی تھی اور اس نے اپنا منہ گھٹنوں میں چھپا لیا تھا
اس کے آنسو زمین بھگو رہے تھے...... میں نے وہ جگہ چھوڑ دی...... اور دوسرے کمرے
آ گیا...... اور پھر میں اپنے آپ پر افسوس کرنے لگا......

...... آہ کاش میں اپنے ساتھیوں کو نہ چھوڑتا...... آہ کاش میں وہ نہ کرتا جو کر چکا
میں تو واقعی اپنا مقصد کھو بیٹھا تھا...... مجھے سچ مچ یہ نہیں کرنا چاہئے تھا اور کیا تو یہ تسلیم کر
گا، باطش خماش کہ ہم کھناتی مذہب کے پیروکار ان تابوتوں میں لیٹ کر دنیا کے بہت
علوم سے آشنا ہو چکے تھے...... ہم نے اپنی زندگی ہواؤں کو پیش کر دی تھی...... بے شا
نے چشمہ حیات سے ابدی زندگی پانے کا راز نہیں حاصل کیا تھا، لیکن جو کچھ ہم نے تر
تھا اس کے نتیجے میں ہمیں صدیاں مل گئی تھیں...... وہ صدیاں جو دنیا کے آخری دن تک
ساتھ دیتیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ ایک نیا علم، نیا تجربہ تھا جو ہم نے پا لیا تھا...... لیکن
عہد کے ساتھ کہ اسے دوسرے تک نہیں پہنچائیں گے...... ہم تو اپنی زندگی کے ماد
ترک کر کے ان پہاڑوں میں پناہ گزیں تھے اور وہاں سے کبھی نہ نکلنے کا عہد کر چکے تھے......
ہمیں طویل زندگی ملی تھی اور اس زندگی کے ساتھ لاتعداد علوم بھی اور یہ عورت اپنے
کو آفاقی ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی...... بے شک ہمارے علم صرف ہمارے
تھے...... وہ جاننے کے لئے جو اس کائنات کا مقصد تھا اور ہم نے کبھی اپنے علم کو کسی دو

کے لئے مخصوص نہیں کیا تھا...... ورنہ اگر ہم تابوتوں سے نکل کر آس پاس میں پھیل
تو ایک ایسا مقام حاصل کر لیتے جو شاید دوسروں کو نہ حاصل ہوتا...... لیکن یہ کرنا ہمیں
نہ تھا، کیونکہ یہ بسما ساؤ کھناتے کی توہین ہوتی اور ہمارے پیشواؤں کا سارا مقصد خ
ں جاتا، ہم مخلص تھے، حالانکہ میں نے اپنے علم سے اور اپنے عہد سے بغاوت کی
...... لیکن یہ بھی جانتا تھا میں کہ مقدس عہد کو توڑنا باعث سزا بنے گا اور اس سے بڑی سزا
ا ہو سکتی تھی کہ جس عورت کے لئے میں نے اپنا سب سے بڑا مقصد ترک کر دیا، وہ......
نکلی جو میں نے سمجھا...... آہ کس قدر معصوم تھی وہ...... کس قدر حسین اور جاذب نگاہ
...... میں سچ کہتا ہوں باطش خماش، اگر چاندنی کو سمیٹ کر انسانی شکل میں ڈھال دیا جائے
ا کے علاوہ اور کوئی صورت نہ بنتی...... ایسی ہی چاندزادی تھی وہ اور میں اس کے حسن میں
رہو کر کچھ اس طرح بے لگام ہوا تھا کہ اپنے آپ کو ہی بھول گیا تھا اور اس وقت اس کی
ا یہ ساری کہانی سن کر مجھے بڑی شرم آ رہی تھی اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ واپس انہی برف
ں میں پہنچ جاؤں...... اپنے عہد شکنی کی توبہ کروں اور ایک بار پھر اپنے مقصد میں گم
اؤں...... لیکن میں جن سیاہ کاریوں میں ملوث ہو گیا تھا، اس کے بعد میرا اب وہاں ٹھکانہ
ں تھا...... میں تو جان بوجھ کر اس تک پہنچا تھا، مگر وہ ایسی خوفناک ساحرہ ہے، سو میں نے
ا کہ اب میں اسے دیکھوں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ اپنا سحر مجھ پر آزمائے اور میں علم
اس کے سحر کو فنا کر دوں گا...... میں دیکھوں گا کہ نینوا کی سیکا اور بابل کی عشتارہ اور یونان
یفا اور نیل کی ساحرہ کس طرح بسما ساؤ کھناتیوں کے مقابلے میں آتی ہے، لیکن مجھے یہ
ت ہوئی تھی کہ وہ میرے سامنے بے بس کس طرح تھی۔ وہ اپنے آپ کو کس طرح
نار کرانے کا باعث بن گئی تھی...... جبکہ اس کے قول کے مطابق وہ بے شمار سحر جانتی تھی،
اقعی حیرانی کی بات تھی اور میں واپس اس کے پاس پہنچا۔ وہ اس طرح سکڑی ہوئی بیٹھی
ا اور کیا ہی احمق چیز ہوتا ہے، یہ مرد کہ لمحہ لمحہ موم کی طرح پگھل جاتا ہے...... میں نے
ے پھولوں سے زیادہ نازک اور تصور سے زیادہ حسین سمجھا تھا اور اب اسے اس عالم میں دیکھ
نجانے کیوں میرے دل کو ایک دکھ کا احساس ہوا تھا...... یہ بے وقوف عورت اب بھی اسی

طرح بیٹھی ہوئی ہے...... میں نے اسے آواز دی تو اس نے گردن اٹھا کر مجھے دیکھا اور
خماش کسی عورت کی آرزو بے مقصد نہیں کی گئی تھی...... یا کوئی عورت بے مقصد نہیں
گئی تھی...... یہ تو انسان کے لئے کائنات مکمل کر دی گئی تھی اور شاید کائنات کے آخر
تک عورت اسی طرح مرد کی نفسیات پر حاوی رہے گی، چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی
سمجھ لے اور اس وقت اس کی آنکھوں میں جو سرخی لہرا رہی تھی وہ اتنی دلکش تھی کہ
کیوں میں موم کی مانند پگھل گیا...... اس کے الفاظ زہر میں ڈوبے ہوئے تھے...... اس
جو داستان سنائی تھی وہ اس قدر سنگین تھی کہ اگر دماغ سے سوچتا تو کبھی، اس کی جانب
نہ ہوتا...... لیکن عشق کم بخت، دل سوچتا ہے، دماغ معطل ہو جاتا ہے اور مجھے اس پر اتنا
کہ شاید الفاظ میں بیان کرنا اسے مناسب یا ممکن نہ ہو"...... میں نے اسے شکایت آمیز
سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زمانہ قبل کی ساحرہ، کاش تیرا علم اس سے بھی کہیں زیادہ ہوتا...... لیکن اس میں
کا عنصر بھی شامل ہوتا تو تو یہ جان سکتی کہ سچ کی قیمت کیا ہے...... میں تیرے لئے
ہوں، میں شاید تجھے اس عالم میں نہیں دیکھ سکتا...... کم از کم اتنا ہی کر کہ میری دنیا
ہو جا، کہیں میرے انتقامی جذبے اور شدید نہ ہو جائیں...... میں اب صرف ایک انسان
بسما ساؤ کھناتی مر چکا ہے۔ ایک معمولی انسان کی حیثیت سے اب زندگی گزارنا میرا مقـ
گیا ہے اور شاید بقیہ زندگی میں تیری یاد میں گزاروں...... افسوس محبت کی بھی
سے...... وہ ایک بار پھر رو پڑی...... اور سسکیاں لینے لگی...... میں نے آگے بڑھ کر
ہاتھ پاؤں تھام لئے، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔

"سیفا" تو جا...... "میں یہ سوچ سوچ کر دکھی ہو رہا ہوں کہ تجھے مجھ سے جدا ہو
تیرے دل میں کسی اور کا پیار ہے" اس نے شاکی نگاہوں سے مجھے دیکھا...... پھر آہستہ سے

"وہ دور کبھی نہیں آئے گا" جب مرد عورت پر اعتبار کرنا سیکھ لے" اس کے
تعجب خیز تھے...... اس کے پچھلے کہے ہوئے الفاظ کی نفی...... میں نے کہا۔

"میں تیرا مطلب نہیں سمجھا"۔

"شک مرد کی فطرت ہے" عورت اسے اگر اپنی زندگی کی آخری سانس بھی دے دے
ی سوچتا رہے گا کہ وہ بے وفا تھی"۔

"تو کیا کہنا چاہتی ہے"۔

"کچھ نہیں" تجھ سے کیا کہوں گی، بے وفا...... ایک لمحے میں نگاہیں بدل لیں تو نے"۔

"میں نے"۔

"تو اور کیا"۔

"وہ بدبخت سنگ تراش بس ایک اچھا سنگ تراش ہے اور میرا ذوق اس کے مطابق بس
بات تھی کہ میں اس سے اپنا ایک مجسمہ بنوانا چاہتی تھی۔ یہی لگاؤ تھا مجھے اس سے اس
ں سے ملتی جلتی تھی...... یہ سوچ کر کہ تمہارے اور میرے درمیان اعتماد کی دیوار قائم
س اتنی سی بات تھی جسے تو نے افسانہ بنا دیا اور آخر میں بھی تو انسان ہوں، میرے سینے
ی تو دل ہے، میرے دل میں بھی تو جذبات ہیں، میرے اندر بھی تو یہ آرزو ہے کہ
پا جائے، مجھے سمجھا جائے، وہ جسے میں نے زندگی کے سب سے خوشگوار لمحات دے
...... مجھ پر اعتبار کرے...... سو تو نے یہی اعتبار تو قتل کر دیا اور مجھے شک کی نگاہ سے
...... گویا میری محبت تیرے لئے کچھ نہیں تھی" میں اس کے الفاظ پر حیران رہ گیا......
ے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو جو کچھ کہانی تو نے مجھے سنائی کیا اب تو اس سے منحرف ہے"۔

"نہ کر مجھ سے ایسی باتیں...... میں تجھ سے یہ باتیں نہیں کرنا چاہتی، میں تیرے سامنے
فائی نہیں پیش کرنا چاہتی، جانتی ہوں، کچھ نہیں ملے گا مجھے...... تو سنگدل ہے اور کسی
ے سے کوئی توقع رکھنا اپنی بے وقوفی ہے...... کسی اور کی نہیں"۔

"دیوانی عورت کیوں مجھ سے کھیل رہی ہے" "تو نہیں جانتی کہ میں تجھ سے کتنا پیار کرتا
اور اس پیار نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے، میں نہیں چاہتا کہ جو میرا نہ ہو سکے، وہ زیادہ دیر
ا قربت میں رہے"۔

"اپنے آپ سے جدا کر دینا چاہتا ہے ناں مجھے، تو ہاتھ پکڑ میرا اور نکال دے مجھے یہاں

سے...... ''دربدر ہو جاؤں گی ناں'' یہی سمجھوں گی کہ غلطی کی تھی۔ غور نہیں کیا تُ
ناسمجھی میں ماری گئی۔

''آہ تو مجھے پاگل کئے دے رہی ہے...... تیری ایک بات بھی میری سمجھ میں
آرہی ہے''۔

بس، میں کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتی...... کیوں اپنی صفائی پیش کروں میں، کیوں
سمجھا تو نے مجھے، کیوں شک کیا مجھ پر، بس یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا، کیا اتنے
کی رفاقت تجھ پر یہ ظاہر کرتی ہے کہ میں...... میں صرف تیری محبت نہیں ہوں اور
ہوں اس کے سوا''۔

''سیفا...... سیفا تجھے خدا کا واسطہ'' نہ کھیل مجھ سے، نہ تڑپا مجھے...... یوں نہ قتل
نے تجھے اپنی رفاقتیں دی ہیں، میں نے محبت کی ہے، پیار کیا ہے تجھ سے...... اس کا وہ
ہے، لیکن جو کہانی تو نے سنائی وہ ناقابل یقین ہے''۔

''مگر تو، تو اس پر یقین کر رہا ہے''۔

''مطلب...... مطلب...... مطلب کیا وہ ناقابل یقین ہے''۔

''میں تیرے لئے پاگل ہوں''میں تیرے سوا کائنات کی ہر شے سے نفرت کر
اب زندگی میں کبھی اس مصور کی جانب رخ کر کے نہیں دیکھوں گی، تو نے...... تو
توڑ دیا ہے...... لیکن اب ٹوٹی ہوئی عورت کی طرح تیرے ساتھ رہوں گی، تیرے
تعمیل کروں گی''۔

''تو وہ جو کچھ تو نے اپنے بارے میں بتایا''۔

''کیا میں تجھے وہی سب کچھ لگتی ہوں؟''۔

''یعنی وہ جھوٹ تھا؟''۔

''تو اور کیا سچ...... اس نے کہا''۔

☆......☆

اور باطش خماش بڑی طاقتور ہوتی ہے یہ ہستی...... ہم اسے صنف نازک کہتے ہیں......
میں صنف نازک تو مرد ہے...... عقل سے عاری...... عورت کے سامنے پاگل ہو جانے
منف قوی تو یہ عورت ہے جو مرد کو اپنی انگلیوں پر آسانی سے نچا سکتی ہے اور مرد اس کے
ے پر لٹو کی طرح ناچتا ہے''۔ تو پہلے اس نے جو کچھ کہا اس نے میرا دل توڑ دیا اور اب جو
وہ کہہ رہی تھی وہ میرے دل میں خوشیوں کا طوفان بن کر موجزن ہو گیا تھا، میں آگے
کر اس کے سامنے پہنچ گیا اور میں نے اسے آواز دی۔

''سیفا''۔

''نہیں بات کروں گی میں تجھ سے، تو سنگدل ہے، ظالم ہے، تو مجھے رسیوں سے جکڑ
ا ہے''۔

''مگر سیفا...... تو نے یہ رسیاں کھول کیوں نہ دیں...... تو نے اس وزنی چٹان کو گرا دیا تھا
لوگوں پر''۔

''اس وقت میں، میں ہی تھی اور تو تو ہی تھا، رسیاں تیری باندھی ہوئی تھی ناں میں
تی انہیں یا توڑتی، تو یہ تیری توہین ہوتی، تیری مردانگی پر ضرب آتی اور باطش خماش
بار پھر میں پاگل ہو گیا...... دیوانہ ہو گیا میں، میں نے اسے سینے سے لگا لیا اور جب سینے مل
تے ہیں تو گلے شکوے دور ہو جاتے ہیں...... سیفا کو بمشکل تمام میں نے رونے سے روکا
......اس کے آنسو میں نے اپنے سینے میں جذب کر لئے تھے اور پھر اس رات ہم دونوں نے
بائی کا جشن منایا...... ایک ایسا جشن جس میں سیفا ہر طرح میرے ساتھ تھی اور میں یہ

سوچ رہا تھا کہ اگر غلط فہمیاں واقعی مجھے اس سے دور کر دیتیں یا میں کوئی ایسا قدم اٹھا ڈالتا تو
میں خود کو معاف کر سکتا تھا...... میری زندگی کا حسین ساتھ چھوٹ جاتا اور حقیقتیں معل
کرنے کے بعد میں خود کو دنیا کا سب سے کمینہ انسان سمجھنے پر مجبور ہو جاتا...... سیفا نے میرا
طرح سے ساتھ دیا...... ہم نے ایسی رنگ رلیاں منائیں جنہوں نے ہمیں دیوانہ کر دیا اور ا
وقت جب میں سیفا کی قربت سے سرشار تھا...... اچانک ہی میرے سینے میں شدید جلن نمو
ہو گئی...... میں ایک ایسی کیفیت کا شکار ہو گیا جو اس سے پہلے کبھی مجھ پر طاری نہیں ہوئی
اور میں نے سیفا سے کہا۔

''شاید ہم نے نشہ آور شے بہت زیادہ استعمال کر لی ہیں...... تم اپنے اندر کوئی تبدی
نہیں محسوس کر رہیں...... سیفا کے حلق سے نکلنے والا قہقہہ میرے لئے باعث حیرت تھا۔

''تم ٹھیک ہو نا سیفا''...... تمہیں کوئی تکلیف تو محسوس نہیں ہو رہی۔

''سیفا کو کبھی تکلیف نہیں ہوتی'' کیونکہ اس کی آنکھوں میں صدیاں بسی ہوئی ہیں، ا
کھناتی سیفا کا لہجہ بدلا ہوا تھا...... میں نے اسے حیران نگاہوں سے دیکھا۔

''کیا مطلب؟''۔

''کیا رسیوں سے باندھ کر تم نے یہ سوچا تھا کہ تم نے مجھ پر قابو پا لیا تھا۔ مرد اگر
بے وقوف نہ ہوں تو ہم اپنے مقصد میں کس طرح کامیاب ہوں...... احمق کھناتی تو دنیا کا
سے بے وقوف انسان ہے جس نے صدیاں گنوا کر بھی کچھ نہ سیکھا'' تجھ پر لعنت بھیجنے
دل نہیں چاہتا۔

سیفا کیا کہہ رہی ہے تو، میں شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں، تو نجانے کس
احمقانہ باتیں کر رہی ہے۔

''احمق تو ہے سادھان سارتی، اب میرے دل میں تو نہیں آزل ہے'' وہ جو پتھر
زندگی بخش دیتا ہے، جس کے بنائے ہوئے بت بولتے ہیں، کیا وہ رسیاں میرے لئے
رکھتی ہیں جو تو نے میری کلائیوں اور ٹخنوں میں باندھ دی تھی، میں ایک جھٹکے سے انہ
دیتی اور ہلکی سی جنبش کر کے خود کو ان بندشوں سے آزاد کرا سکتی تھی...... لیکن میں

یا، جانتا ہے کیوں، تو کیا جانے گا احمق؟ تو بے وقوف مرد ہے؟ اور چلا تھا سیفا کا ساتھی
تو نے جب میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی تب ہی تیری موت کا تعین کر لیا تھا میں
...... میں نے سوچا جانے کو تو میں باآسانی جا سکتی ہوں، لیکن تجھے سزا دیئے بغیر جانا
ے نزدیک گناہ تھا...... میں تجھے سزا دینا چاہتی تھی تو اپنی زندگی کے آخری ایام سے گزر
...... اس شراب میں زہریلا ہل تھا جو تجھے اب سے کچھ دیر کے بعد زندگی سے محروم
ے گا اور پھر میں آزل کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں گی...... کسی ایسی جگہ جہاں آزل کی
تراشی سے لطف اٹھا سکوں، میں اس سے کہوں گی کہ میرا ایک ایسا مجسمہ بنا جو اس کائنات
ر ہو جائے اور سیفا کا نام دنیا کے آخری لمحے تک قائم و دائم رہے، سمجھ رہے ہو ناں، تو
وت کا مزہ چکھ دیوانے، وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی، میرے سینے میں شدید تکلیف
ی تھی، سیفا نے مجھے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا تو اور پھر تھوکا اور اس کے بعد وہاں
نکل گئی، میں شدت حیرت سے گنگ ہو گیا تھا''...... یہ عورت کا کون سا روپ ہے'' واقعی
ت اس قدر خوفناک ہوتی ہے، کیا کھیل کھیلا تھا اس نے میرے ساتھ، کس طرح مجھے
لہ پر دھوکا دے دیا تھا، آہ واقعی اور کچھ ہے یا نہیں ہے، لیکن میرے بارے میں وہ جو کچھ
ئی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے، میں پھر اپنے اعتماد کا شکار ہو گیا تھا...... سچ بات ہے سیفا مجھ سے
ا زیادہ طاقتور ہے، وہ مجھے جل دے گئی، لیکن پھر میرے اندر میری اپنی قوتیں ابھر آئیں،
نے اپنی صدیوں کی ریاضت کو آواز دی، میں نے کہا سادھان سارتی تو ایک عام انسان
ا ہے...... اگر اس نے تجھے کوئی زہر پلا بھی دیا ہے تو تیری قوت ارادی اس زہر کو زائل
لتی ہے یا تو خاموشی سے موت کو قبول کر لے، کیونکہ تو در حقیقت اپنی حماقتوں کا شکار ہوا
...... جینا چاہتا ہے تو صرف ایک تصور سے جی کہ تو سیفا سے انتقام لے گا...... اس پر یہ
ت کر دے گا کہ تو کھناتی ہے ایک ایسے مذہب کا اور ایسے علم کا پیروکار جو شاید ابھی دنیا میں
ا اور کے پاس نہ ہو، سو میں نے اپنی قوت ارادی سے کام لیا اور زہر کے اثرات کو خود پر
ری نہ ہونے دیا...... پھر یہی ہوا کہ میں صحت کی جانب قدم بڑھانے لگا...... میں نے اپنے
بے سے زہر کا وہ اثر مٹا دیا اور سینے میں انتقام کو پال لیا...... باطش خماش اب اور کچھ نہیں تھا

میرے پاس، اس ناگن کے زہر کا شکار ہوا تھا اور اب اس ناگن کی ہلاکت میرے لئے ا
مقصد بن گئی تھی، وہ تو بقول اس کے چشمہ حیواں سے آب حیات پیے ہوئے تھی، لیکن م
میں اپنے علم کی روشنی میں زندہ تھا اور یہ روشنی صدیوں تک میرا ساتھ دے سکتی تھی، ع
جو چراغ میرے وجود میں روشن تھا، ابھی تو اس کی بتی کا ایک سرا سلگا ہی تھا، یہ بتی تو اس چر
میں بہت دور تک تیر رہی تھی اور ایسا ممکن نہیں تھا کہ نیل کی ساحرہ مجھے اس طرح جل د
جائے، میں نے اس کی للکار قبول کر لی تھی اور اب بھلا اس بات کی کیا گنجائش تھی کہ میں
کے فریب کا شکار ہوں، لیکن بعد میں میری کاوشوں نے میرا ساتھ نہ دیا یا پھر وہ چالا
عورت درحقیقت وہ جگہ چھوڑ گئی تھی...... سنگ تراش کے سنگی مجسمے ویران پڑے ہوئے
وہاں ان کا نام و نشان نہیں تھا، کسی بھی جگہ وہ نہیں ملے تو میں نے یہ غور کر لیا کہ بالآخر ا
اور مکھی مکڑے کے جال میں جا پھنسی ہے اور آزل کو تلاش کرنا اب ذرا مشکل ہی ہو گا، ا
وسیع کائنات میں وہ کہیں نہ کہیں تو مجھے مل ہی جائیں گے، یوں نجانے کتنے ماہ و سال گزر
وقت کی گرد ہر احساس پر چڑھتی گئی، سوائے اس احساس کے کہ مجھے سیفا کی تلاش تھی
سیفا، عشتار ایا سیکا وہ کسی بھی نام میں کسی بھی روپ میں مجھے بس ایک بار مل جائے، میں
بتا دوں کہ مرد کا علم کیا ہوتا ہے...... عورت تو صرف اس کے وجود کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے
میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کی دلکشی مرد کو دیوانہ بنا دیتی ہے کیونکہ یہ دیوانگی ازل سے
کی تقدیر میں اس کی فطرت میں لکھی گئی ہے جہاں تک عورت کو مرد کو دیوانہ بنانے کا مق
گیا ہے، بھلا اس سے کون منحرف ہو سکتا ہے، لیکن صنف قومی یا وہ جس کے وجود کے
حصے کو اسی کے سامنے لا کھڑا کیا گیا ہے، بڑی وسعتیں رکھتا ہے، اس کا سارا جسم باقی رہ جا
اور اگر عقل کی یہ توجیہہ ممکن نہ ہو سکے تو شاید فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا، میں نہیں ک
باطش خماش کتنا وقت گزر گیا، ایک طویل عرصہ دنیا کے مختلف گوشوں میں چین میں
کے ان گہواروں میں جہاں انسان پائے جاتے تھے، میں نے سیفا کو تلاش کیا، ہر رنگ ا
روپ میں اسے دیکھنا چاہا، لیکن وہ مجھے نظر نہیں آئی، بھلا میرے جینے کا اب مقصد
تھا...... میں نے طرح طرح کے گر آزمائے ایسے ایسے طریقے استعمال کئے میں نے کہ تن

بیٹھ جاؤں تو تمہارے وقت کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو جائے"۔
"نہیں میں سمجھتا ہوں میرا وقت ضائع نہیں ہو رہا ہے بلکہ سادھان سارتی میں تم سے
ں ہو رہا ہوں، میں نے تمہاری تلاش میں کتنا وقت ضائع کیا ہے۔ تم شاید اسے نہ سمجھ
باطش خماش نے کہا، سادھان سارتی کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ نظر آئی
وہ کہنے لگا"۔
"ہاں دنیا اتنی ہی معصوم ہے، لوگ اسی انداز میں سوچتے ہیں، کاش اتنی سادگی سے
چھوڑ دیا جائے...... باطش خماش اس کی کہانی میں گم تھا اور وہ ایک عجیب سی کیفیت
ں کر رہا تھا، اس کا خیال تھا کہ امیر عادل ثقفی اپنی کتاب میں اس کہانی کا ایک بھی صحیح
نہ لکھ پائے گا جو حالات اسے معلوم ہو رہے تھے کم از کم سادھان سارتی کے بارے میں
فصیل عادل ثقفی کو کہیں سے حاصل نہ ہو سکے گی اور یہ ایک عظیم کامیابی تھی باطش
کی سو سادھان سارتی نے اپنی داستان کا سرا آگے سے جوڑتے ہوئے کہا"۔
"پھر یوں ہوا کہ میں ایک ایسے خطے میں پہنچا جو ویران تھا اور اسے غاروں کی سرزمین
ملطنہ ہو گا...... میرے یہاں آنے کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا، بس اپنی آگ میں جھلسا ہوا
ں آنکلا تھا، لیکن میرا یہاں آنا بے مقصد نہ ثابت ہوا، وقت شاید مجھے دھکیل کر یہاں لایا
ایسے ہی غاروں کے سلسلے میں میں ایک ایسے غار تک جا نکلا جو وسیع و عریض اور کشادہ تھا،
غار میں داخل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے باہر مجھے جلی ہوئی آگ کے نشانات ملے
اس کا مطلب ہے کہ غار کے دہانے کے باہر کچھ ایسے لوگ آکر بیٹھے تھے، جنہیں آگ
نے کی ضرورت پیش آئی۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہاں کون ہے اور میں غار میں داخل
گیا۔ غار کے اوپری حصوں سے چھننے والی سورج کی روشنی غار کے مناظر روشن کئے ہوئے
اور ان روشن مناظر میں جو چیز اہم میں نے دیکھی، وہ ایک سنگی مجسمہ تھا جو پتھر کی ایک
ان کو تراش کر بنایا گیا تھا اور یہ مجسمہ ایک ایسی عورت کا تھا جسے پتھر کے روپ میں دیکھ کر
مان اپنے حواس معطل کر بیٹھے، مگر میرے حواس معطل نہ ہوئے، کیونکہ یہ چہرہ میرا شناسا
یہ بدن میرا آشنا تھا، یہ سیفا کا مجسمہ تھا، سیفا کا یہ حسین مجسمہ اور اس غار میں میری سمجھ میں

کچھ نہیں آیا...... لیکن پھر میں نے غار کے دھانے کے پاس کچھ آہٹیں سنیں اور میں ا
جانب متوجہ ہوا، اندر داخل ہونے والا ایک بوڑھا شخص تھا جس کے سر اور داڑھی کے
بال سفید ہو چکے تھے، اس کے جسم پر میلا کچیلا لباس تھا، ہاتھ میں لاٹھی تھی جسے زمین پر ٹ
وہ قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا، وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آ گیا اور حیرت سے مجھ
دیکھنے لگا، پھر اس کی لرزتی آواز ابھری"۔

"آہ کیا اس جگہ کی تقدیر کھل گئی" یہاں تو کبھی انسانوں کا گزر نہیں ہوتا، تم کون
میرے بھائی کوئی سیاح یا کوئی پراسرار وجود جو بھٹک کر اس طرف آنکلا ہے، میں اسے ب
دیکھتا رہا تو اس نے پھر لرزتی آواز میں کہا"۔

"کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے نہیں، دوست اس طرف کیسے آنکلنا ہوا کیا تم
کسی ویران دل کے مالک ہو جو ویرانوں میں آ گئے۔

"مگر تم کون ہو اور یہ مجسمہ کس کا ہے" میں نے سوال کیا اور وہ شخص غم آلود انداز
اپنی لاٹھی زمین پر رکھ کر ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا...... پھر اس کی ڈوبتی ہوئی آ
ابھری۔

"میرا نام آزل ہے" یہ نام میرے ذہن میں ایک دھماکے کی مانند ابھرا تھا، مجھے
کچھ یاد آ گیا تھا...... میں نے اسے حیرت سے دیکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے نق
ناآشنا نہ ہوں۔

"کیا آزل بت تراش"۔

"ہاں یہ سنگی مجسمہ میں نے تراشا ہے"۔

"یہاں اس ویرانے میں کیوں؟"۔

"دل کی آگ میں جھلس کر اس نے جواب دیا اور میری حیرتیں آسمان کو چھونے لگ
میں نے کہا۔

"سیفا کے عشق میں گرفتار ہو کر...... میرے ان الفاظ پر وہ چونکا اور اس نے
نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا"۔

یہ نام تمہاری زبان تک کیسے آ گیا...... یہ نام تو یہ ایک مقدس امانت ہے...... میرے
لیکن تم کیا صرف اس مجسمے کو دیکھ کر تم اس کا نام لے سکتے ہو"۔

میں نے غلط تو نہیں کہا، کیا یہ سیفا کا مجسمہ ہے؟"۔

ہاں...... یہ اسی قتالہ عالم کا مجسمہ ہے جو عورت نہیں بلکہ عورت کے روپ میں اسرار
ایک مینار ہے...... اتنا بلند مینار کہ اس کی بلندیوں کو نہ چھوا جا سکے...... میرے ہونٹوں
مسکراہٹ پھیل گئی...... اور میں نے کہا۔

تو تم بوڑھے ہو گئے ہو؟"۔

میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا"۔

کیا سیفا وہ نہیں جس نے تم سے عشق کیا تھا اور جس نے تم سے اپنا مجسمہ تراشنے کا
تھا...... میں نے پوچھا بوڑھے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، لیکن میرے حلق سے
ں گیا تھا، میں اس بوڑھے کی داستان جانتا تھا، میں آزل کی داستان جانتا تھا...... اس
ں آزل کی" کیونکہ میں خود بھی اسی داستان کا ایک حصہ تھا اور سیفا مجسم میرے ذہن
ں...... لیکن میں بوڑھے کی زبانی اس کی داستان سننا چاہتا تھا اور بوڑھا آنسو بہاتی
سے مجھے دیکھ رہا تھا، اس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے اور میں اس داستان کا
لیا جس کا تعلق اسی شاطر عورت سے تھا جو نیل کی ساحرہ تھی۔

☆......☆

آزل کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور میں بالکل مختلف انداز میں سوچ رہا تھا
شاید ہی مجھ سے قبل کسی نے رقیب کے لئے دل میں اس قدر ہمدردی محسوس کی ہو، لیکن
جانتا تھا کہ اس بدنصیب کو تو یہ بھی نہیں معلوم ہوگا کہ میں کون ہوں، اسے تو یہ بھی
ہوگا کہ اس سے پہلے نہ جانے کتنے کشتگان اسی طرح آنسو بہاتے رہے ہوں گے۔ آزا
حیرتوں کو نظرانداز کر بیٹھا تھا جو فطری تھیں...... یعنی اس نے مجھے نظرانداز کر دیا تھا،
نے اس کا اور سیفا کا نام لیا تھا...... عشق کے مارے شاید ایسے ہی ہوتے ہیں...... ہوش و
سے بیگانہ...... وہ اپنی ہی آگ میں جھلس رہا تھا...... اس نے کہا۔

"بچپن سے یہ روگ میرے دل کو لگا تھا، اس کا محرک میرا باپ تھا...... ایک ماہر
تراش، مجسمے تراشتا تھا، بڑے نام کا مالک تھا...... شاہی محلات میں اسے پتھروں کا درویش
تھا اور اس کے بنائے ہوئے مجسموں کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان میں راتوں کو زندگی
جاتی ہے، تب میرے باپ کو تباہی نے آگھیرا...... اس کے حواس پر کچھ نقش مسلط ہو
اس نے ان نقوش کو تراشنا شروع کر دیا، جو کچھ اس نے خوابوں میں دیکھا، جسے اس نے
تصور میں پایا، اس کے ماہر ہاتھ اسے کوئی شکل نہ دے سکے، وہ تو ایک ایسا تصور تھا جو
ہاتھوں کی گرفت میں آ ہی نہیں سکتا تھا اور میرا باپ دیوانگی کی حدیں چھونے لگا۔ وہ پاگل
طرح ہر لمحہ پتھروں کو توڑتا رہتا تھا اور اس پر جنون سوار تھا کہ وہ شکل تشکیل کر لے
کے دل کو قرار بخشے، لیکن وہ طلسمی شکل اس کے ہاتھوں کی گرفت میں نہیں آسکی تھی
کے جنون نے اسے عقل و خرد سے بیگانہ کر دیا اور وہ عرفِ عام میں دیوانہ مشہور ہو

ن وہ میرا باپ تھا اور مجھے اس کی حالت دیکھ کر سخت افسوس ہوتا تھا...... میرے دل نے
ے آواز دی اور میں نے سوچا کہ وہ شکل مکمل کر دوں جو میرے باپ کو اس کے حواس واپس
ے دے، لیکن مشکل ہوا۔

میں نے لاتعداد مجسمے بنائے، جبکہ میں اس فن سے واقف نہیں تھا، لیکن ایک لگن، ایک
پ مجھے مجبور کر رہی تھی، سو پھر میرے باپ نے مجھے دیکھا، میرے بنائے ہوئے مجسمے
ھے اور زار و قطار رو دیا...... اس نے کہا کہ اے مصور! اے میرے بیٹے ایک ایسا نقش بنا دے
تجھے میری آنکھوں میں نظر آئے...... آہ کاش میں اپنی آنکھوں سے وہ نقش دیکھ سکوں اور
ں کے عشق کی انتہاء تھی کہ جب میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو مجھے ایک ایسی
ن صورت نظر آئی جو اس کی آنکھوں سے میری آنکھوں میں منتقل ہو گئی، مگر مجھ سے
ا ہوئی کہ میں نے اپنے باپ سے کہہ دیا کہ اے بت تراش! میں نے وہ شکل دیکھ لی ہے اور
مہ میں تراش لوں گا...... اس نے حیرت سے کہا کہ کیا وہ شکل اس کی آنکھوں میں موجود
تو میں نے بدبختی سے اس کا اظہار کر دیا...... اور اسی رات میرے باپ نے اپنی دونوں
یں نکال لیں...... خود اپنے ہاتھوں سے اس نے اپنے آپ کو آنکھوں سے محروم کیا اور
ا چاہا کہ وہ شکل کیسی ہے، لیکن دیوانے کے پاس دیکھنے کے لئے رہ کیا گیا تھا...... یہاں تک
وہ ان زخموں کی تاب نہ لا کر دنیا سے دور ہو گیا، لیکن ماں باپ ورثے میں اولاد کو نجانے کیا
یتے ہیں...... میری کہانی ان کہانیوں میں بالکل ہی نمایاں حیثیت کی حامل ہے، کیونکہ مجھے
ثے میں اپنے باپ کا عشق ملا تھا...... آہ مجھے وہ شکل ملی تھی اور تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ جو
اپ کو اس دنیا سے لے گیا وہی میرے وجود کا حصہ بنے...... پھر پہاڑی تھیں اور میں، میں
وجود کو تراش دینا چاہتا تھا...... اور میری کیفیت بھی اپنے باپ سے مختلف نہیں ہوئی
ا ایک سحر تھا یا ایک دیوانگی تھی یا ایک ایسی تباہی جو اس خاندان کا مقدر بن گئی تھی...... اور
بھی اس تباہی میں مبتلا تھا...... آہ میرے دوست! وہ تباہی مجھے دربدر بھٹکائے پھر رہی
...... مجھے دنیا میں کسی سے دلچسپی نہیں تھی...... میں تو انسانوں کے درمیان رہنا ہی نہیں
تا تھا...... لیکن تقدیر نے ایک بار پھر مجھے غم دیا...... وہ میرے سامنے آ گئی، انسانی شکل و

صورت میں اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا بت تراشوں، میں جو کسی کو دیکھنا ہی پسند نہ
کرتا تھا...... اسے دھتکارتا رہا، لیکن اس نے کہا کہ میں اس کی طرف دیکھوں اور ا
تراشوں...... تو جھنجھلا کر میں نے اسے دیکھا......اور کیا ہی برا وقت تھا کہ اسے دیکھنے کے
میرے دل و دماغ جھلس گئے۔ یہ وہی حسن جہاں سوز تھا جس نے میرے باپ کی جا
تھی......اور اب مجسم ہو کر مجھ تک پہنچ گیا تھا۔

سوائے شخص! ایسے دیوانے کا تو خود ہی تصور کر جو پشتوں سے ایک ہی گھاؤ کھاتا چ
ہو...... سو میں نے وہ زخم کھایا اور چور چور ہو گیا...... بس اس کے بعد اس کے سوا میر
کچھ نہیں تھا...... اور وہ مجھے ان ویرانوں میں لے آئی...... اس نے مجھ سے کہا کہ میں
ایک ایسا مجسمہ تراشوں جسے دیکھ کر انسان اس کی پوجا کرنے لگیں...... سو یہی کیا میں نے
ایک آبادی سے کچھ فاصلے پر ویرانوں میں، وہ مجھے وہاں خود لے کر پہنچی تھی اور میں ا
حسن سے سرشار، اس کی محبت میں ڈوبا ہوا اپنے فن کی تمام تر مہارتوں کو آواز دیتا رہا
نے ایسا ہی کیا...... وہ بہت خوش تھی...... وہ میرے گرد منڈلاتی رہتی تھی...... وہ مجھ
تھی کہ میں اس کائنات کا سب سے عظیم فنکار ہوں...... وہ میرے قدموں میں نثا
رہی، اس نے مجھے اپنی مٹھی میں اس طرح جکڑ لیا کہ اس کے علاوہ اس کائنات میں مجھے
شے نظر نہیں آتی تھی...... آہ وہ حسین تھی...... وہ دلکش تھی...... نسوانیت کا ایک ا
جسے کوئی عالم حواس میں دیکھ لے تو اس کے بعد خود اپنے حواس کھو جانے کی آرزو ک
دوبارہ ایسا پیکر کبھی نظر نہ آنے والوں میں سے تھا اور میرے دوست میں نے اسے چا
اس سے محبت کی، میں نے اسے پتھر میں منتقل کر دیا، لیکن ایک ایسا وجود دے کر جو
اس حسن سے بھی زیادہ حسین تھا...... اور ہم نے ایک چھوٹا سا گھر بنایا اور وہ اپنے مج
دیکھ کر خوش ہوتی رہی...... نجانے کیا تھی وہ...... نجانے کون تھی...... اسے اپنے آ
عشق تھا...... وہ اپنے وجود پر ہی نثار ہوتی تھی...... اسے شاید اپنے سوا کسی سے کوئی د
تھی...... وہ اپنے مجسمے کا طواف کرتی رہتی تھی اور میں اس پر ہنستا رہتا تھا...... بس
میں بھی اس کا وہی مقام تھا...... اور یوں وقت گزرتا رہا...... میں اس کی محبت سے

بت سے بہرہ ور، بس وقت گزار رہا تھا......اور وہ میری ہر محبت کا جواب زیادہ محبت سے
تھی اور انسان کو اور کیا چاہئے...... زندگی میں اگر محبوب کی قربت مل جائے تو کائنات
ں نگاہ کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے...... میں اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھتا
لیکن وقت مجھ پر ہنس رہا تھا...... تقدیر مجھ پر ہنس رہی تھی...... وہ جگہ جہاں میں نے وہ
تراشا تھا کوئی عام جگہ نہیں تھی...... لیکن کچھ قسمت کے مارے ادھر آ نکلے، راستہ بھٹک
تھے۔

ہم پہاڑوں کی اس چھوٹی سی چٹان کی آڑ میں جہاں ہم نے اپنا گھونسلہ بنایا تھا، آرام سے
ہے تھے...... سو میں نے تو نہ دیکھا، لیکن اس نے دیکھا کہ وہ لوگ جو وہاں راستہ بھٹک کر
تھے...... اس مجسمے کے گرد پتھرائے ہوئے کھڑے تھے اور ان میں ایک حسین نوجوان بھی
جو ایک تندرست و توانا طاقتور گھوڑے پر سوار عقل و ہوش سے عاری اس مجسمے کو دیکھ
...... سو مجھے فخر کا احساس ہوا...... وہ بھی میرے قریب تھی، اس نے کہا۔

"دیکھو! وہ کس طرح تمہارے بنائے ہوئے اس مجسمے کو دیکھ رہا ہے"۔

"اس میں میرے فن کا کمال نہیں ہے بلکہ تیرے حسن کا کمال ہے"۔

"آہ اس کی آنکھوں میں کیسی وارفتگی نظر آ رہی ہے"۔

"مجھے تو وہ دیوانہ لگ رہا ہے"۔

"میرا دیوانہ" وہ فخریہ انداز میں بولی۔

"ہاں تمہارا دیوانہ، میری ہی مانند" میں نے کہا اور اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے
...... بس ایک لمحہ صرف ایک لمحہ مجھے یہ احساس ہوا کہ ان نگاہوں میں میرے لئے ایک
ناسب کیفیت ہے، لیکن اس کے بعد اس نے خود کو سنبھال لیا تھا...... وہ لوگ جو اس
ے سوار کے ساتھ آئے تھے...... اسے لے جانے کی کوشش کرنے لگے اور وہ بمشکل
سے لے جانے پر تیار ہوئے...... وہ اپنے مجسمے کے قریب پہنچ گئی اور مجھ سے کہنے لگی۔

"آزل...... ہے کوئی مجھ جیسا؟"۔

"نہیں...... میں تجھے بتا چکا ہوں کہ تیری تاریخ طویل ہے...... ماضی سے تیرا گہرا تعلق

ہے"۔

"تو ٹھیک کہتا ہے..... ماضی میں مجھے نجانے کیسے کیسے ناموں سے پکارا گیا..... میں نجانے کون ہوں، میں زیواس ہوں، میں عشتارہ ہوں اور میرے نجانے کتنے نام ہیں۔

"تیری بات سمجھ میں نہیں آئی"۔

"نہ سمجھے گا تو نہ سمجھے گا..... تیری عمر کتنی، تیری عقل کتنی"۔

لیکن اس وقت میں نے اس طرح اس کی بات پر غور نہیں کیا، جس طرح پہلے نہیں کرتا تھا..... میں تو بس اس کے عشق میں دیوانہ تھا اور طویل عرصے میں پہلی بار میں نے اسے اپنے آپ سے دور پایا۔

رات کا آخری پہر تھا..... جب میں نے وہ جگہ خالی دیکھی جہاں وہ ہوا کرتی تھی..... میں خوف سے پاگل ہو گیا..... میں نے اسے نجانے کہاں کہاں تلاش کیا..... اسے دیکھتا میں بہت دور نکل گیا..... لیکن جب واپس پہنچا تو وہ وہاں موجود تھی..... میں نے اس سے لاکھوں شکوے کئے اور وہ میرا مذاق اڑانے لگی، کہنے لگی۔

"تو تو پاگل ہو گیا ہے، میں بھلا کہاں جاؤں گی..... "بس ایک تھوڑی سی دلچسپی ہو گئی تھی مجھے، اس دوسرے پاگل سے جو میرے مجسمے کو دیکھ کر اپنے حواس کھو بیٹھا ہے اب اس کے گھر میں کہرام مچا ہوا ہے"۔

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر ہنس پڑی، پھر بولی

"ایک دن تو ایسا آنا ہی ہے کہ تجھے میری حقیقت سے واقف ہونا ہے۔ تو نے یہ کیوں نہ سوچا پاگل سنگ تراش کہ تیرے باپ نے بھی میری آرزو میں زندگی گنوا دی تھی اور تیری بساط ہی کیا، تو تو بہت چھوٹا سا شخص ہے، میں تو بہت بلندیوں سے زندگی کو دیکھتی ہوں تجھے کچھ نہیں معلوم اس بارے میں، سو اس وقت بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر میں ایک دن اپنے بنائے ہوئے مجسمے کے سامنے ایک شخص کو زار و قطار روتے ہوئے دیکھا، وہ کے قدموں میں آنکھیں رگڑ رہا تھا اور جب میں اس کے قریب پہنچا تو میں نے وہی شخص جو اس مجسمے کو دیکھ کر گزر گیا تھا، وہ مجھے کوئی درویش سمجھا اور میرے قدموں میں آ پڑا

نے مجھ سے کہا کہ وہ اس مجسمے کی زندگی چاہتا ہے ورنہ وہ خودکشی کر لے گا..... اور اسے مجھے اس پر غصہ آیا، یہ تو میری ملکیت تھی، میں نے اسے بتایا کہ یہ مجسمہ میں نے تراشا تو وہ میرے پیچھے پڑ گیا اور اس نے کہا کہ اس مجسمے میں زندگی پیدا ہو جانی چاہئے، ورنہ وہ ائے گا، میں اسے دھتکار کر وہاں سے چلا آیا تھا۔ لیکن وہ [illegible] اسی مجسمے کے قدموں آ پڑا اور عجیب و غریب واقعات ہوتے رہے۔ وہ مصر کا [illegible] زادہ تھا، ایک بہت ہی بڑا زادہ جو بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا..... لاتعداد گھوڑے سوار بار بار آتے اور اسے [illegible] مجسمے پاس سے پکڑ کر لے جاتے۔ مجھے اس کا خوف ہوا کہ کہیں وہ لوگ اس مجسمے کو ضائع ہی نہ ں، لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا..... ادھر زیواس بہت خوش تھی، وہ بار بار مجھ سے کہتی تھی یکھو یہ میں ہوں اور پھر اس نے ایک دن مجھ سے کہا کہ وہ ایک کھیل کھیلنا چاہتی ہے اور اس کھیل میں اس کی مدد کرنا پڑے گی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کھیل کیا ہو گا تو وہ کہنے ہ اس مجسمے کو یہاں سے ہٹا دیا جائے اور اس کی جگہ وہ خود کھڑی ہو جائے گی اور اس وقت وہ پاگل امیر زادہ بھاگ کر یہاں آئے گا تو وہ اس کی کیفیت کا تماشا دیکھے گی۔ اس نے مجھ یہ بھی کہا کہ میں بھی چھپ کر اس امیر زادے کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کروں..... ے شخص وہ واقعی عجیب و غریب تھی، وہ کہتی تھی کہ ایسے کھیل اسے مرغوب ہیں اور یہ ر میں نے اس سے تعاون نہ کیا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔

تو بھلا یہ بات میرے لئے کیسے قابل برداشت ہوتی کہ میں اسے ناراض ہونے ا..... اس کی خواہش پر میں نے وہ مجسمہ وہاں سے ہٹا کر اپنی رہائش گاہ کی گہرائیوں میں اتار ر وہ اس وقت اس مجسمے کی جگہ کھڑی ہوئی، جب اس نے سفید گھوڑے کو آتے ہوئے ا، وہ دیوانہ امیر زادہ جسے اس کے اہل خاندان پکڑ کر لے جاتے تھے، بار بار اس جگہ آ جاتا ر یہاں اس مجسمے کے قدموں میں پڑا رہتا تھا۔

سو اس وقت زیواس نے بھی ایسا ہی روپ اختیار کیا تھا جیسا کہ مجسمے کا تھا، یعنی ایک ا جو مجسمے جیسا تھا اور جو میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے وجود کو ڈھکنے کے لئے پتھر سے ا تھا۔

پاگل امیر زادہ معمول کے مطابق دوزانو ہو کر اس مجسمے یا پھر اصل زیواس کے سامنے
بیٹھ گیا۔اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور غم زدہ لہجے میں بولا۔

"ابھی میں سمجھتا ہوں میرا عشق اس منزل تک نہیں پہنچا جو تیرے پتھریلے وجود
انسان بنادے، لیکن ایک بات سن، اے آسمان زادی کہ بالآخر ایک دن میری محبت تیر
وجود میں زندگی بن جائے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی زندگی کی آخر
سانس تک تیرے قدموں میں صرف کردوں گا...... تجھے میری محبت قبول کر کے انسانی ش
اختیار کرنا ہوگی، میں جانتا ہوں تو زندہ ہے۔

ہاں تیری محبت نے میرے وجود میں زندگی دوڑادی ہے...... مجسمے نے کہا اور امیر ز
آنکھیں اور منہ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا...... پھر بے خودی کے عالم میں بولا۔

"کیا تو سچ کہتی ہے"۔

"ہاں اے شخص میں سچ کہتی ہوں"۔

"تو اپنا ہاتھ اوپر اٹھا...... اس شخص نے کہا اور مجسمے نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھادیا...... میر
کی باتیں سن رہا تھا، میں نے اب بھی غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا، کیوں کہ اپنی محبت
شرکت بھلا کون برداشت کر سکتا ہے۔

لیکن پاگل امیر زادہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے بعد اس نے بے حیائی کے ایسے مظا
کیے کہ مجھے غصے کے عالم میں باہر نکلنا پڑا...... میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

زیواس یہ کیا بدتمیزی ہے...... تیرا انداز اب شرمناک حد میں داخل ہو گیا ہے او
شخص کیا تو نہیں جانتا، عورت کیا ہی چالاک چیز ہوتی ہے، تو عقل سے اتنا خالی کیوں
میں نے شدید غصے کا اظہار کیا۔

اور وہ شخص حیرانی سے مجھے دیکھنے لگا، لیکن زیواس کے انداز نہ بدلے...... وہ ن
سے بولی۔

تیرے اور میرے درمیان ملاقات کا یہ لمحہ بڑا مختصر رہا ہے...... اس کی آواز میں
آثار تھے...... سونوجوان نے سینہ تان کر کہا۔

"میں سمجھا نہیں"۔

"دیکھ یہ شخص ہے وہ جادوگر جس نے مجھے پتھر بنادیا تھا، آہ یہی تو میرا دشمن ہے اور یہ
پھر مجھے پتھر میں بدل دے گا"۔

"میری زندگی میں یہ ممکن نہیں ہوگا، اس شخص نے کہا اور خنجر نکال کر میری جانب
...میں نے اس امیر زادے سے کہا کہ یہ جھوٹی ہے...... یہ مجسمہ نہیں ہے...... یہ زندہ
ں اس کا سب کچھ ہوں...... میں نے بے شک اس کا مجسمہ تراشا تھا اور وہ مجسمہ اب غار
اہوا ہے اور یہ اس کی جگہ آکھڑی ہوئی ہے...... یہ میری ملکیت ہے۔

لیکن پاگل امیر زادے نے ایک بات نہ سنی، مجھ پر اس نے خنجر سے کئی وار کیے اور
ید زخمی ہو کر گر پڑا...... میں بے ہوش ہو گیا تھا اور وہ اس امیر زادے کے ساتھ
سے چلی گئی اور اس کے بعد میں اسے تلاش نہ کر سکا...... آہ میں نے اپنی زندگی اس
ں میں گنوادی، لیکن وہ مجھے نہیں ملی...... میں نجانے کون کون سے خطوں میں اسے
کرتا رہا...... پھر بہت عرصے کے بعد ایک دن میں نے ایک ایسا گروہ دیکھا جو شکار پر
اتھا اور شکار کے لئے اس نے خیمے لگائے تھے...... اور اس رات ایک آبشار کے
ے چاندنی رات میں میں نے اسے اس امیر زادے کے ساتھ دیکھا...... وہ اس سے
اوہی برتاؤ کر رہی تھی جو اس سے پہلے میرے ساتھ کرتی چلی آئی تھی اور امیر
بے پناہ خوش تھا۔

میں نے عقل سے کام لیا...... اتنا تو میں نے کیا کہ بعد میں جب وہ شکار سے واپس لوٹا تو
تعاقب کرتا ہوا میں مصر پہنچا اور مصر میں، میں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل
پتہ چلا کہ وہ امیر زادہ اس کے عشق میں گرفتار ہے اور وہ اس کے ساتھ رہتی ہے......
، کیسے کیسے جتن کر کے میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا حال دل کہا...... تو وہ قہر
لہجے میں بولی۔

کہ میں اگر زندگی چاہتا ہوں تو واپس لوٹ جاؤں، ورنہ وہ مجھے ہلاک کرادے گی لیکن
نے اس کی پرواہ نہیں کی اور ایک بار پھر انہوں نے مجھے زخمی کر کے پھینک دیا، میں بہت

عرصے تک دوبارہ اس سے ملاقات کی کوششیں کرتا رہا، لیکن پھر اسے شخص کچھ نہ ہو سکا
ایک بار پھر میں اس امیر زادے کے سامنے آیا تو وہ مجھ سے بھی زیادہ بدحواس تھا اور اس
غم آلود لہجے میں مجھے بتایا کہ وہ اس کے پاس سے چلی گئی ہے...... ایک ایسے شخص کے ساتھ
مصر کے ایک دور دراز گوشے میں ایک قبیلے کا سردار ہے اور اب وہ اس نوجوان سے نفر
کرتی ہے اور اس نے اسے کہہ دیا ہے کہ اگر وہ اس کی تلاش میں وہاں سے آگے بڑھا تو زند
کھو بیٹھے گا...... امیر زادے نے غم آلود لہجے میں مجھ سے کہا۔

"وہ تو ایک خواب تھی اے شخص" اور خواب کے بعد آنکھ کھل ہی جاتی ہے،
ہو جاتی ہے۔

پھر وہ صحراؤں میں نکل گیا تھا اور میں سمجھ گیا تھا کہ اب کوئی اور شخص اس کی ہو
نشانہ بن رہا ہوگا...... آہ مجھے تو کچھ بھی نہیں معلوم تھا اس کے بارے میں...... پھر نجا
کہاں سے ہوتا ہوا میں یہاں تک پہنچا اور اس کے بعد میں نے یہاں اس کا یہ سنگی بت تراش
اب میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں...... یہ ہے میری زندگی کی کہانی تو تم سوچو کیا نام ہ
تم نے، عجیب سا نام ہے تمہارا، شاید باطش خماش...... تو باطش خماش میں کس کیفیت کا
تھا، کیا گزر رہی ہوگی مجھ پر، یہ تو تم سمجھ ہی گئے ہو گے لیکن ایک بات ہے، میں نہ تو ان لو
کی طرح کمزور تھا اور نا ہی معمولی...... میں تو خود ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا......
چشمہ حیوان سے حیات ابدی حاصل کر چکی ہے، تو میرا علم بھی محدود نہیں تھا، بس ایک
ہی تھا جو اس کا ساتھ دے سکتا تھا یا دے سکتا ہوں، وہ چاہے زندگی کو کتنا ہی طویل کر
میری زندگی کی طوالت بھی اس کا تعاقب کرتی رہے گی کیونکہ میں بھی اپنے علم میں کم
کم نہیں ہوں...... جو میں تمہیں بتا نہیں سکتا اور نہ تم اسے جان سکتے ہوں۔

"وہ تو ٹھیک ہے سادھان سارتی، لیکن تم یہاں کیسے آگئے"۔

"کہانی کا ایک حصہ ابھی جاری ہے باطش خماش، وہ تو سن لو...... اس نے کہا اور
خماش ایک گہری سانس لے کر گردن ہلانے لگا...... یہ کہانی تو واقعی ایسی انوکھی ہے
انسان اس کی تشہیر کرے تو لوگ اسے پتھر ماریں...... بھلا امیر عادل ثقفی اس کہانی تک

سکتا ہے۔

سو باطش خماش کے لئے یہ کہانی نایاب تھی اور وہ اسے سادھان سارتی کی زبانی سننے کے لئے
بے قرار...... لیکن سادھان سارتی نے کچھ لمحے کے لئے توقف اختیار کر لیا تھا اور باطش
اس کی آواز سننے کا منتظر۔

☆......☆

سادھان سارتی نے کہا۔

اور وہ سنگ تراش معصوم تھا اس نے اپنے لئے ایک مجسمہ تراش کر اپنے آپ کو مط
کر لیا تھا، لیکن بھلا وہ اتنی قربانی کہاں دے سکتا تھا، ہم جو نروان کے متلاشی تھے، ہم جو کائنا
کی حقیقتوں کا راز پانے کے لئے ایک لمبی زندگی اپنا کر دنیا سے کنارہ کش ہو چکے تھے اور وہ
حاصل کرنا چاہتے تھے جس کے حصول کے بعد نجانے اس دنیا کی طویل کہانی میں کہاں
ہمارا دخل رہتا...... سو میں نے جو نقصان کیا تھا وہ نہ تو میرے باپ کی موت اور نا ہی م
دربدری سے پورا ہو سکتا تھا، وہ نقصان تو ان ساری چیزوں سے بے حد قیمتی تھا...... وہ میر
مجاہدے کا نعم البدل تھے، سو میں اسے بھلا کیسے چھوڑ سکتا تھا...... نیل کی اس ساحرہ کو جس
ایک طویل عرصے سے اس دنیا میں اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے...... میں نہیں جانتا تھا کہ میر
دل میں اس کے لئے انتقام کی آگ ہے یا محبت کی یا پھر کوئی اور جذبہ سلگ رہا ہے، سو میں
تمام تر معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد ایک بار پھر صحرائے مصر سے میرا گزر ہو
نجانے کہاں کہاں میں نے اسے تلاش کیا...... کچھ میرے جذبے تھے، کچھ میرا علم اور
میری بہترین تلاش کہ بالآخر ایک بار پھر وہ مجھے نظر آ گئی۔

ایک چار گھوڑوں والی بگھی میں سوار تھی اور اس شان و شوکت سے مصر کی سڑک
گزر رہی تھی کہ دیکھنے والے گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے...... گو اس کے چہر
ایک باریک نقاب تھی اور اس کی ہوش ربا آنکھیں انسانوں کو مست بنا رہی تھیں......
میں ان مستوں میں شامل نہیں تھا، میں تو اس قتالہ عالم کو دیکھ رہا تھا جو آج بھی اتنا ہی

ں سوز رکھتی تھی جبکہ حسین بت تراش اپنی عمر کی ایک حد سے آگے گزر گیا تھا اور اس
ت کو واقعی زوال نہیں تھا جو یونان کی دیوی زیوا اس کا روپ اختیار کر کے اس دنیا میں آئی
ا...... آہ کیا خوفناک عورت ہے۔

سو میں نے اسے دیکھا اور ایک لمحے کے لئے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی نگاہیں
ا مجھ پر پڑیں...... لیکن شاید وہ مجھے پہچان نہیں سکی تھی اور یہ صرف میرا اپنا خیال تھا میں
ر بار پھر اسے دیکھ کر یہ بھول گیا تھا کہ میں کون ہوں اور وہ کون ہے...... سو ایک بازار سے
ر کر وہ ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں خیمے لگے ہوئے تھے اور جگہ بے حد خوبصورت تھی...... اور
ں پہنچ کر جب میں نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ وہ مصر کے
ر قدیم شاہی خاندان کے فرد ارسلاس کی بیوی ہے اور یہ شان و شوکت ارسلاس کی بیوی
حیثیت سے اسے حاصل ہے۔

سو پھر یوں ہوا کہ میں اس کا تعاقب کرتا رہا لیکن ارسلاس کی رہائش گاہ ایسی نہ تھی کہ
ا اس میں داخل ہو سکتا اور یوں بھی یہ ایک خطرناک قدم بھی تھا...... لیکن میں نے دل میں
ج لیا تھا کہ بالآخر اس سے ملاقات ضرور کروں گا...... یہ الگ بات ہے کہ میرے دل میں
ا کوئی تجویز نہیں آ سکی جس سے میں اس عورت کو شکست دے سکوں...... لیکن ایک امید
ا...... ایک آس تھی...... ایک خیال تھا کہ شاید میں اسے ایک بار پھر اپنی محبت کا قائل
سکوں۔

سو ایک بار کوشش کر لینے میں کوئی ہرج نہیں تھا...... اور اس کے لئے میں نجانے کتنے
صے سرگرداں رہا...... اور اس شام میں ارسلاس کی رہائش گاہ سے زیادہ فاصلے پر نہیں
...... شام کے سائے جھک آئے تھے کہ وہ اپنی بگھی میں پھر نکلی...... تنہا تھی اور اس کے
تھ صرف اس کے محافظ تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک طویل فاصلہ
، کرنے کی خواہشمند ہو۔

سو میں نے بھی اپنے لئے ایک ذریعہ سفر تلاش کر لیا اور یہ نہ پوچھنا باطش خماش کہ وہ
یہ سفر کیا تھا کہ میں تمہیں مختصر باتیں بتا چکا ہوں، میرے اپنے علم مجھے بہت سی آسانیاں

فراہم کر دیتے تھے اور اس وقت نجانے کیوں میرے دل میں یہ خواہش مچل رہی تھی کہ میں
جس طرح بھی بن پڑے اس سے ملاقات کروں...... سو میں اس کا تعاقب کرتا رہا اور وہ
نجانے کتنا سفر طے کر کے اس صحرا میں داخل ہوئی...... آہ کیا ہی توبہ شکن عورت تھی اور
کیسی عجیب وغریب قوتوں کی مالک۔

صحرا میں اس نے ایک طویل سفر طے کیا...... آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا اور ریت کے
ٹیلوں پر چاندنی مجسم چل رہی تھی...... جب وہ سفر کر رہی تھی تو یوں لگ رہا تھا جیسے چاندنی
نے سمٹ کر ایک انسانی جسم اختیار کر لیا ہو اور اس کے نازک قدم ریت کے ٹیلوں پر پڑ رہے
ہوں...... تو یہاں میں نے یہ اہرام دیکھا اور یہ صحرائے مینا ہی تھا جہاں وہ آئی تھی اور خدام جو
اس کے ساتھ آئے تھے وہاں رک گئے تھے جہاں گھوڑا گاڑی کا سفر نہیں ہو سکتا تھا اور جہاں
سے وہ پیدل اس اہرام کی جانب آئی تھی۔

بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی تھی لیکن اس سے اچھا موقع شاید مجھے کبھی نصیب
نہیں ہو سکتا تھا...... ریت کے ٹیلوں کی آڑ لیتا ہوا میں اس کا تعاقب کرتا ہوا اس صحرا تک پہنچ
اور جب میں نے اسے اس اہرام میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو میری خوشیاں انتہا کو پہنچ
گئیں...... آج وہ موقع مجھے مل گیا تھا جب میں اس کا سامنا کر سکتا تھا اور یہ طے کر لیا تھا میں
نے کہ اس کی پراسرار قوتوں کے سامنے میں بھی سینہ تان کر کھڑا ہو جاؤں گا اور اپنی تمام
علمی طاقتوں کو استعمال کر کے اسے زیر کرنے کی کوشش کروں گا۔

سو وہ پراسرار عورت اہرام میں داخل ہونے کے بعد ایک ہولناک سفر طے کرتی ہوئی
یہاں تک آ گئی...... میں بھی بے آواز اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک پہنچ گیا تھا اور وہ جگہ جو تم دیکھ
رہے ہو باطش خماش اس جگہ میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔ تب اس نے اپنے چہرے سے
نقاب اٹھائی اور یہاں موجود مشعلیں روشن کیں...... پھر وہ اس خالی تابوت کے سامنے بیٹھ گئی۔
وہ دوزانو بیٹھی ہوئی تھی اور میں خاموشی سے اس کا تجزیہ کر رہا تھا...... پھر میں نے اس
کے رونے کی آوازیں سنیں...... وہ مدہم آواز میں رو رہی تھی، سسکیاں لے رہی تھی اور
آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑاتی بھی جا رہی تھی۔

یں نے اپنے کان اس کی آواز پر لگا دیئے اور جو کچھ وہ کہہ رہی تھی اسے سن کر مجھے
ؤں پر شبہ ہونے لگا...... کیا یہ عورت جو کچھ کہہ رہی ہے وہ سچ ہے...... میں نے حیرانی
چا اور پھر اپنے ذہن کی ساری قوتوں کو اس کی آواز سننے پر مرتکز کر دیا...... اس کے الفاظ
تھے۔

ور شاید میں اپنے آپ کو زندگی کے کسی دور میں معاف نہیں کر سکوں گی...... میں نے
تنی صدیوں کا سفر کیا ہے...... میں نے نجانے اپنے بارے میں کیا کیا سوچا تھا...... لیکن
نسان ہی ہوتا ہے، اگر وہ غلطی نہ کرے تو اسے دیوی دیوتاؤں کا درجہ حاصل ہو جائے
ازیو اس تیری بددعائیں رنگ لائیں اور اسے وہ سب کہ جنہیں میرے ہاتھوں تکلیف
.. آہ مجھے معاف کر دو، اے لوگو مجھے معاف کر دو، مین نے تمہارے دل دکھائے ہیں،
واس میں نے تجھ سے تیری حقیقتیں چھین لیں اور یہ سمجھا کہ میں زندہ جاوید ہو کر اس
کی سب سے خوش نصیب عورت ہوں گی...... لیکن آہ میرا تجربہ غلط ہوا، زندگی اتنی
ین ہے جتنی انسانوں کو حاصل ہوتی ہے اور وہ جو اپنے آپ کو انسانیت سے الگ کرنے
ش کرتے ہیں منہ کے بل گرتے ہیں...... کاش انسانی جسم میں دل جیسی کوئی شے نہ
ہ میں کیا کروں، کیا کروں میں، موت کی طلب کرتی ہوں تو خود پر ہنسی آتی ہے، جیتی
ں تو کسی کی یاد کو سینے سے لگائے ہوئے ہمیشہ سلگتی رہوں گی...... آہ میں تجھے کبھی نہیں
لتی...... کبھی نہیں، سادھان سارتی میں تجھے کبھی نہیں بھول سکتی...... تو علم و عمل کا
انجانے تو کیا تھا اور تیرے جیسا تو کوئی مجھے میری اس پوری طویل زندگی میں کبھی
ما سکا۔ میں نے تو یہی سوچا تھا کہ انسانوں کے تجزیئے کرتی رہوں، نت نئے لوگوں
ے میں معلومات حاصل کرتی رہوں...... اس میں میری بُری فطرت کا دخل نہیں
ہاں عورت تو ہوں میں...... اپنے عورت پن کی بات کبھی نظر انداز نہیں کر سکوں
یکن سادھان سارتی جو دل میں اتر جائے وہی عورت کا من بھایا مرد ہوتا ہے...... کاش
بازی نہ کرتی...... نجانے کتنے میری زندگی میں آئے لیکن تجھ سے الگ ہونے کے
انے جو کچھ کیا وہ ایک مذاق تھا...... وہ ایک کھیل تھا...... سادھان سارتی کاش تو میرے

سامنے آجائے تو میں تیرے قدموں میں گر کر تجھ سے معافی مانگوں، تجھ سے کہوں ک
سادھان سارتی میری جانب صرف قہر کی نگاہ سے دیکھ، مجھے کبھی اپنے قدموں میں جگہ نہ
دے...... لیکن بس اتنا کہہ دے کہ میں تجھے دور دور سے دیکھ سکتی ہوں...... تیری یاد اس دل
میں رکھ سکتی ہوں......اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تیرے گرد آلود پاؤں دھلاؤں......اگر تو
مجھے اجازت دے تو میں تیرے بدن کا ایک ایک داغ صاف کردوں......اگر تو مجھے اجازت
دے تو میں تیرے بال سنواروں، اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تیرا لباس صاف کروں، بس
صرف تیری اجازت چاہئے صرف اتنی سی اجازت......سادھان سارتی تو عورت کو نہ سمجھ سکا
اور سچی بات یہ ہے کہ میں خود بھی نہیں سمجھ سکی، جبکہ میں عورت ہوں، کھودینے کے بعد
پانے کا تصور بڑا مضحکہ خیز ہوتا ہے...... میں جانتی ہوں کہ اگر میں تیرے سامنے آجاؤں تو تو
مجھے نفرت سے دھتکار دے گا...... ہاں ہوں تو میں اسی قابل، لیکن پھر بھی میں اپنے دل کی
طلب کو کس طرح نظر انداز کروں...... آہ سادھان سارتی میں تیرے لئے روتی ہوں...
میں تیرے لئے روتی ہوں۔

وہ سسک سسک کر رونے لگی اور میرے دوست باطش خماش میرا دل موم کی طرح
پگھلنے لگا......اس کم بخت میں آج بھی اتنی قوت تھی کہ دلوں کو تسخیر کرلے حالانکہ کیا کچھ
بیتی تھی مجھ پر......اور اس کے بعد بھی اس نے بس نہیں کی تھی، وہ مظلوم مصور پہاڑوں پر
اس کی پوجا کرتے ہوئے زندگی گزار رہا تھا اور اس نے جو کہانی سنائی تھی وہ نجانے کہاں
کہاں تک پہنچی ہوگی۔

وہ روتی رہی اس کی دلگداز سسکیاں فضا میں گونجتی رہیں، وہ سسکیاں اتنی دلدوز تھ
کہ میں اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا اور ایک ہلکی سی آہٹ میرے بدن سے ہوگئی جس پر
چونکی...... اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا، دیکھتی رہی، ناقابل یقین انداز میں...... پھر پھیکے
انداز میں ہنس کر بولی۔

"ہاں تیرا تصور ہی میرے لئے جان بخش ہے...... تو مجھے زندہ رہنے میں مدد دیتا
ہنسے گا، آہ تیرا تصور ہنسے گا......اگر تو مجسم ہوتا تو تب قہقہے لگاتا مجھ جیسی ذلیل و خوار عو

لیکن میں...... میں تو صرف تیرے ہی خواب دیکھتی ہوں...... آہ کاش یہ خواب میری
ں میں اس طرح منجمد نہ ہوجائیں کہ جب آنکھیں بھی بند کرلوں تب بھی مجھے تیرے
ں کی گرمی محسوس ہو، میں جاگ بھی رہی ہوں تب بھی تجھے محسوس کرتی رہوں۔
وہ کہتی رہی اور میں حیران کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ تب اس نے کہا۔
"اور جب بھی مجھے موقع ملتا ہے میں یہاں آکر دل کی بھڑاس نکال لیتی ہوں...... آہ
ن سارتی کاش تو بوڑھا ہو کر مر نہ گیا ہو...... کاش زندگی میں ایک بار تجھے دیکھنے کا موقع
ے، صرف ایک بار...... آہ سادھان سارتی میری ترسی ہوئی نگاہوں کو سکون حاصل
ئے گا۔
میں چند قدم آگے بڑھا تو اس نے پیاس بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا، پھر بولی۔
"اتنے قریب تو تو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا"۔
"ہاں اتنے قریب میں اس لئے پہلے نہیں آیا تھا کہ وہ صرف میرا تصور ہوتا تھا، میں نے کہا۔
گیا"۔
"ہاں......اور اب یہ میں ہوں جو زندہ سلامت تیرے سامنے موجود ہوں"۔
"نہیں اس کے بدن کو جیسے شدید جھٹکا لگا ہو"۔
"ہاں مکار عورت تو نے جو کچھ کیا وہ ناقابل معافی ہے، تو نے اتنا تو جانا ہی ہوگا کہ میں
معمولی انسان نہیں ہوں، میں اب بھی تجھے اپنے بارے میں نہیں بتاؤں گا کہ میں کیا
رکیوں تیرے سامنے موجود ہوں، جبکہ تو نے مجھے چھوڑ ہی دیا تھا...... میرے دل میں
لئے انتقام ہے، سمجھ رہی ہے نا، وہ جو تو نے کیا تھا مجھ پر کارگر نہ ہوسکا، تو اپنے آپ کو نہ
یا سمجھتی ہے...... لیکن دیکھ بالآخر میں نے تجھے تلاش کر ہی لیا...... چاہے اپنی دانست
نے مجھے ختم ہی کیوں نہ کر دیا۔
تو باطش خماش عورت کے آنسوؤں سے واسطہ پڑا ہے کبھی......اگر نہیں پڑا تو خوش
ہو ورنہ آنسوؤں کا جال ایک ایسا خوفناک جال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے اس میں
ندگی بھر نہیں نکل پاتے......اور اس کم بخت کی آنکھیں تو اتنی حسین تھیں کہ ان سے

نکلنے والے آنسو کے ہر قطرے کی قیمت ادا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں تھی...... میرا
دل تو پگھل رہا تھا اور اس کے الفاظ بھی مجھے عجیب سی کیفیت کا شکار کر رہے تھے، لیکن پھر بھی
میرے دل میں جو غصہ تھا وہ زبان تک آ ہی گیا تھا...... وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس نے
آنکھیں بند کر کے کہا"۔

"اگر تو زندہ ہے تو بس یہ سمجھ لے کہ مجھے میری دعاؤں کا پھل مل گیا اور تعجب کی بات
ہے کہ مجھ جیسی گنہگار عورت کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں...... آہ دیوتاؤ تم نے میرے اوپر
جو احسان کیا ہے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گی...... یہ احسان میری زندگی کا سب سے
بڑا احسان ہے اور دیوتاؤ اس کے بدلے تم مجھ سے میری آنکھوں کی بینائی مانگو تو خوشی سے
دے دوں گی...... اور سن سادھان سارتی تجھ سے تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی، کیونکہ اب
میرے پاس تجھے کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے اور اے سادھان سارتی اتنا کہہ کر اپنی زبان
بند کئے لیتی ہوں کہ میں تیری گناہ گار ہوں...... تیری مجرم ہوں، تجھ سے معافی نہیں سزا کی
بھیک مانگتی ہوں اور اپنے لئے سزا بھی تجویز کرتی ہوں...... وقت مجھ پر ختم ہو چکا ہے اور میں
زندہ رہنے پر مجبور ہوں لیکن تو یوں کر کہ میرے جسم کو آگ میں جلا دے، میرے بدن کی
کھال جل جائے گی اور میرے جسم پر زخم ابھر آئیں گے...... پھر تو ان زخموں پر نمک پاشی کیا
کرنا تا کہ میں اذیت و تکلیف سے تڑپتی رہوں...... میرے پیروں میں کہیں لے جا کر زنجیریں
ڈال دے، مجھے کسی ایسی جگہ باندھ دے جہاں سے ہوا کا گزر بھی نہ ہو تو مجھے کسی ایسی جگہ لے
جا سادھان سارتی جہاں انسانوں کا گزر نہ ہو اور وہاں تو میرے ساتھ یہ سلوک کر کہ میں اس کے
لائق ہوں اور شاید میری روح کو تیرے اس سلوک سے ہی تسکین ملے گی...... یہ نہ سمجھ
سادھان کہ میں تجھے اپنے الفاظ کا فریب دے کر تیرے دل کو اپنی جانب مائل کرنا چاہتی
ہوں...... اگر تو اب بھی میری طرف راغب ہوا تو یوں سمجھ کہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی
غلطی کرے گا، ایسی غلطی کے شاید پھر تو کبھی اپنے آپ کو بھی معاف نہیں کر سکے گا...... ایسی
غلطی اب نہ کرنا سادھان سارتی، اس کی گنجائش نہیں ہے۔

وہ حسین عورت روتی رہی اور اس کے حسین آنسو میرے دل پر قطرہ قطرہ گر

، میرا دل پگھل رہا تھا، اس کے آنسو مجھے موم کر رہے تھے، وہ جس انداز میں بول رہی
تھی اس نے مجھے برباد کر دیا تھا...... آہ باطش خماش اس نے مجھے تباہ کر دیا اور اب کس قدر میں
اس سے منحرف ہو سکتا تھا...... میں چند قدم اور آگے بڑھا اور وہ بلک بلک کر رونے لگی......
اس نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا اور کہنے لگی۔

"آزل اس کے بعد کوئی اور، پھر کوئی اور، اور اب یہ ارسلاس لیکن سادھان میں،
تجھے ہمیشہ یاد کرتی رہی ہوں، میں نے، میں نے صرف اپنے آپ کو بہلانے کی کوشش کی
مگر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دے سکی، نا ہی باز رکھ سکی، اپنے آپ کو...... آہ سادھان
، بس تو جلدی سے میرے لئے کوئی سزا منتخب کر دے...... بس اس کے علاوہ مجھے تجھ
سے کچھ نہیں چاہئے۔

"تو اپنے کئے پر نادم ہے"۔

"لہجہ نرم نہ کر...... تیرے لہجے میں آتش ہونی چاہئے"۔

"افسوس ایسا نہیں ہو سکتا، میں نے کربناک لہجے میں کہا"۔

"نہیں سادھان، دھوکے میں نہ آ...... دیکھ تجھے دیوتاؤں کا واسطہ، دھوکے میں نہ آ۔

"اگر تو اپنے کئے پر نادم ہے تو میں تجھے معاف بھی کر سکتا ہوں"۔

"ہرگز نہیں...... میں معاف کئے جانے کے قابل نہیں ہوں، تو تو سمجھتا کیوں
...... تو کیوں نہیں سمجھتا"۔

اسی وقت قدموں کی تیز چاپ سنائی دی اور پھر کوئی بھاگتا ہوا اندر آیا...... میں اور وہ
چونک کر آنے والے کو دیکھنے لگے۔

آنے والا خداموں میں سے ایک تھا اور بری طرح ہانپ رہا تھا...... اس کے چہرے پر
خوف کے آثار تھے...... اس نے خدام کی طرف دیکھا اور بولی۔

"کیا ہے تو یہاں کیوں آ مرا......"۔

"عزا علیہ بڑی خرابی ہو گئی، عزا علیہ وہ...... وہ یہاں آ گئے ہیں"۔

"کیا...... کون...... وہ چونک کر بولی۔

"ارسلاس اعظم"۔

"کیا......؟اس بار وہ خوفزدہ نظر آنے لگی"۔

"جی ہاں عزاعلیہ......ارسلاس اعظم بہت سے افراد کے ساتھ برق رفتاری سے
آرہے ہیں......ان کے چہرے پر شدید غصہ ہے اور وہ ننگی تلواریں لئے ہوئے ہیں۔

"ہیں یہ کیسے ہوا......؟"۔

"عزاعلیہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے......اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور میری طر
دیکھنے لگا......تو وہ بولی۔

تو جا واپس جا اور خبردار ان کے نزدیک نہ جانا بلکہ کہیں پوشیدہ ہو جا ورنہ تو مارا جا
خادم باہر نکل بھاگا تھا وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔

"شاید اسے یہاں میری آمد کا پتہ چلا ہے......شاید اسے شبہ ہو گیا ہے، لیکن آج
ہونا تھا۔

اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر ایک دم خالی تابوت کا ڈھکنا اٹھایا اور میری
رخ کر کے بولی۔

"جلدی سادھان سارتی جلدی، کچھ وقت کے لئے صرف کچھ وقت کے لئے آ
میں ارسلاس کو مطمئن کرنے کی کوشش کروں گی تو اس طرح آنکھیں بند کر لینا جیسے ک
ہو، جلدی کر جلدی کر......اور میں برق رفتاری سے تابوت میں جالیٹا......اس نے تا
ڈھکن بند کر دیا تھا۔

میں اس عجیب و غریب تابوت کو حیرت سے دیکھ رہا تھا، جس کا ڈھکن بند تھا لیک
اس کے آر پار سب کچھ صاف نظر آرہا تھا...... تابوت میں لیٹتے ہی مجھے یوں محسوس
میرے جسم میں خون کی روانی رک گئی ہو، میرے اعضاء شل ہو گئے ہوں، میرے
دھڑکن بند ہو گئی ہو......بس آنکھیں کھلی تھیں جو دیکھ سکتی تھیں، کان سن سکتے
سوچ سکتا تھا......لیکن میں...... میں بے جان تھا...... جنبش نہیں کر سکتا تھا، میں ا
دائیں بائیں جنبش بھی نہیں دے سکتا تھا۔

ہی میرے کانوں نے ایک قہقہہ سنا......ایک زبردست قہقہہ اور میرے کانوں
سنا، میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا وہ میرے لئے ناقابل یقین تھا۔

یہ قہقہہ تو زیواس لگا رہی تھی اور پھر ایک نہیں، مسلسل قہقہے وہ ہنستی رہی، پیٹ پکڑ
رہی تھی......وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوتی جا رہی تھی۔

ی چند لمحے قبل یہ عورت اس طرح آنسو بہا رہی تھی کہ کتنے ہی سخت دل کا مالک
کیوں نہ ہو ان آنسوؤں میں بہہ کر رہ جائے......اور اب یہ ہنس رہی تھی، لیکن اس
نے کیوں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے پھر اس کے ہاتھوں دھوکا کھایا ہو......
سے چیخ کر آواز دی، تب وہ ہنس کر بولی۔

ں میں تیری آواز سن رہی ہوں...... میں تیری آواز سن رہی ہوں...... سادھان
اور یہ اچھی بات ہے کہ تو بھی میری آواز سن رہا ہے...... مجھے دیکھ رہا ہے اور یہ
میں جانتی ہوں صرف میں......اور کتنی خوشی ہو رہی ہے مجھے اپنی عقل و فراست
ہنسی آرہی ہے مجھے تجھ پر اور یہ حقیقت ہے کہ عورت کا وجود بہت طاقتور ہے......
ں کچھ ایسے حربے ہیں کہ مرد قیامت تک ان حربوں کے سامنے نہ ٹک سکے گا، میں
بے کئے ہیں، لاتعداد تجربے کئے ہیں، کتابوں میں لکھی باتوں کا یقین نہ کر کے میں
نے آپ کو آزمایا ہے۔

تو میری باتیں سن رہی ہے زیواس...... میں نے پھر کہا۔

ہاں کیوں نہیں"۔

را بدن شل ہو گیا ہے...... میرے اعضاء جنبش کرنے کے قابل نہیں رہے ہیں،
ں کیوں رہی ہے...... کیا تجھے اس بات کا خوف نہیں ہے کہ ارسلاس یہاں آجائے
طور پر مجھے یہاں دیکھنا پسند نہیں کرے گا اور کیا اس کی آمد کسی شبے کی بنیاد پر نہیں
جواب میں وہ پھر ہنسی اور بولی۔

سلاس یہاں کبھی نہیں آئے گا"۔

ن تیرے خادم نے تو"۔

"میں نے اس خادم کو یہی سمجھایا تھا کہ ایک مناسب وقت وہ مجھے یہاں آکر اس سلار
آمد کی اطلاع دے دے"۔

"کیوں...... میں نے سوال کیا"۔

"یہ اک لمبی کہانی ہے، بہت لمبی کہانی...... تو کیا اور تیری اوقات کیا، ساد ھان سار
میں نے زندگی گزاری ہے اور گزار رہی ہوں، مجھے علم ہے کہ تو ایک مختلف شخصیت ہے۔
لیکن میرا ابھی یہی شوق رہا ہے، میں بھی ذرا مختلف شخصیت ہوں، وہ جو اپنے آپ کو بہت
سمجھتے ہیں، میں انہیں بے حقیقت بنا کر خوشی محسوس کرتی ہوں...... یہ میرا شوق ہے......
نے اس معصوم مصور کو چھوڑ دیا، وہ میرے مقابلے پر کچھ بھی نہیں تھا اور باقی تجھے
بتاؤں...... یوں سمجھ لے کہ میں نیل کی ساحرہ ہوں...... صحرائے اعظم مصر کے بارے
جتنا کچھ میں جانتی ہوں اتنا شاید ہی کوئی جانتا ہو، میں فراعنہ کے دور سے گزری ہوں،
نے بے شمار ادوار دیکھے ہیں اور ایسی ہی ایک کہانی میرے ذہن میں آگئی...... جانتا ہے کہ
وقت جب میں اپنی گاڑی پر سیر کے لئے نکلی تھی اور میں نے تجھے دیکھا تھا، تجھے یہاں دیکھ
میں ششدر رہ گئی تھی اور اتنا تو مجھے اندازہ تھا کہ جو شخص یہاں تک پہنچ گیا اور اس نے
اندازہ لگا لیا وہ معمولی نہ ہوگا...... تو میں نے سوچا کہ کیا کیا جائے اور میرے دماغ کی کتاب
گئی، اس کتاب میں مجھے صحرائے مینا یاد آیا اور یہ طلسمی مقبرہ جیسے ایک عجیب و غریب رو
کی حیثیت حاصل ہے...... ہاں یہ طلسمی اہرام ہے اور اس کی کہانی یوں ہے کہ "راغوناخ"
کی موت واقع ہوگئی تھی اور جس کے بارے میں یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ اب اس کی ت
کر دی جائے...... اسے حنوط کیا جانے لگا، لیکن حنوط کرنے والوں کو اس وقت شدید ح
ہوئی جب راغوناخ کی لاش ان کے درمیان سے غائب ہوگئی اور راغوناخ کے لئے جو مقبر
گیا تھا وہ خالی رہ گیا...... لیکن یہ بھی ایک روایت تھی کہ اگر خالی مقبرے خالی رہ جائیں تو
فرعون ظہور میں آتا ہے اس کی زندگی مختصر ترین ہو جاتی ہے، سو اس وقت کے سیانوں
فرعون وقت کو بتایا کہ راغوناخ کے مقبرے کا وہ تابوت کچھ ایسی روایت کے تحت وہاں
جائے کہ اس میں راغوناخ خود نہ پہنچنے پائے...... وہ جہاں بھی ہو اس کی روح بھٹک

......اگر وہ کسی طرح واپس اپنے تابوت میں پہنچ گیا تو پھر بہت سی تباہیاں نازل ہوں
عجیب و غریب روایت تھی اور اس روایت میں بہت سی دوسری روایتیں بھی شامل
ہیں...... مثلاً اب جب تو اس تابوت میں موجود ہے تو تو کبھی باہر نہیں نکل سکے گا......
غوناخ کی طرح تو بھی زندہ رہے گا اور اسی تابوت میں تیری زندگی کا آخری لمحہ بھی
ئے گا...... چونکہ اس تابوت کو کھولنے والا اب کوئی نہیں آئے گا اور جب تک اس
کو کوئی اجنبی ہاتھ نہ کھولے تیرے بدن میں خون کی روانی درست نہیں ہو سکتی......
ا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ کچھ وقت کے بعد یہ زمین بوس اہرام تیز ہواؤں کے جھکڑوں
سے اپنی جگہ تبدیل کرنے والے ریت کے ٹیلوں کے درمیان داخل ہو جائے گا......
نشانیاں مٹ جائیں گی، ہاں کبھی صدیوں کے بعد یا ہزاروں سال کے بعد اگر آثار
سے دلچسپی رکھنے والے کچھ لوگ یہاں پہنچ گئے تو شاید تجھے اس تابوت سے رہائی مل
یکن اس وقت میں اب سے کہیں زیادہ طاقتور ہو چکی ہوں گی اور تو اس وقت بھی میرا
ہیں کر پائے گا، جبکہ مجھے اس کی کوئی امید نہیں ہے۔

"لیکن کیوں آخر کیوں تو نے ایسا کیوں کیا"۔

اس لئے کہ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں" اپنی خوشی سے، میں اپنی پسند کی زندگی گزارنا
ہوں، میں کوئی ایسا الجھا ہوا مسئلہ اپنے سینے سے لگا کر نہیں پھر سکتی جو مجھے مضطرب رکھے۔
بں غم و غصے سے اسے دیکھنے لگا، وہ پھر ہنس رہی تھی اور اس کے بعد اس نے کہا۔
تو گزرا وقت ہے اور میں جاری رہنے والوں میں سے ہوں اور اب تو اطمینان سے
ں زندگی کے ماہ و سال کا حساب کر کہ یہی ایک دلچسپ مشغلہ ہے، جب تو اپنی زندگی
، روز کا آغاز کرے گا تو اس دن تک پہنچتے ہوئے تجھے نجانے کتنا عرصہ لگ جائے گا اور
ن کا حساب بھول جائے گا، سو بہتر مشورہ یہ ہے کہ اس کے بعد پھر پہلا دن یاد رکھنا اور
سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے...... تو میں نے اس سے کہا۔
اے عورت میں تجھ سے رحم کی بھیک مانگوں گا، البتہ یہ سچ ہے کہ تو شیطان کا دوسرا
ہے"۔

"اس سے بڑی اگر کوئی بات تیرے ذہن میں آئے تو بھی کہہ دے ابھی، میں یہا
موجود ہوں، لیکن اب میں اطمینان کے ساتھ واپس جاؤں گی اور ارسلاس کے ساتھ اپنا
خاصا وقت گزاروں گی کہ اگر تو اسے دیکھے تو فیصلہ کرے گا کہ وہ واقعی اس قابل ہے کہ اسے
کچھ وقت اپنی زندگی میں دیا جائے۔

اس نے واپسی کے لئے قدم بڑھا دیئے اور میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ درحقیقت میں نہ تو اسے
آواز دینا چاہتا تھا اور نہ ہی رحم کی بھیک مانگنا چاہتا تھا...... لیکن یہ سوچ رہا تھا میں کہ زندگی میں
شاید اس سے زیادہ چالاک عورت اور کوئی نہ دیکھی ہو گی۔ واقعی اس نے مجھے اپنی ذہانت سے
شکست دے دی تھی اور ایک ایسے عذاب میں گرفتار کر دیا تھا کہ آہ...... آہ...... آہ...... سادھا
سارتی نے کربناک انداز میں کہا اور باطش خماش اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگا......
کے دل میں حیرت کی لہریں اٹھ رہی تھیں اور حیرت نے اس کے سارے وجود کو جکڑ لیا تھا۔

سادھان سارتی کی کہانی بڑی عجیب تھی۔ بے حد انوکھی اور شاید پراسرار بھی غار
میں سونے والے نہیں جانتے تھے کہ سادھان سارتی پر کیا بیتی اور وہ کس عذاب سے گزر
ہے...... لیکن صدیوں کی یہ کہانی باطش خماش کی مختصر سی زندگی کے لئے ایک انتہائی انو
چیز تھی اور سادھان سارتی کی یہ کہانی تو نجانے کب تک جاری رہے گی...... امیر عادل ثق
کی کتاب بھلا اس کا کیا تجزیہ کر سکے گی...... لیکن اسی زندگی میں ایک اور کہانی بھی شامل
جس کے بارے میں امیر عادل ثقفی تو کیا مصر پر تحقیق کرنے والے بھی کچھ نہ جانتے
گے، یعنی نیل کی ساحرہ...... وہ عجیب و غریب عورت جس کا تعلق قدیم یونان سے تھ
تاریخ و تہذیب سے بہت پہلے کی شخصیت تھی اور آج تک کہیں نہ کہیں پر مصروف عمل
تب باطش خماش نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سادھان سارتی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"تابوت کا یہ ڈھکن کھلنے کے بعد کیا تیرے بدن میں خون کی روانی جاری ہو گئی۔"

"نہ ہوتی تو میں تجھ سے یوں ہمکلام نہ ہوتا...... اگر نہ ہوتی تو میں اس طرح تابوت
متحرک نہ ہوتا، تو نے مجھے صدیوں کے اس طلسم سے نکال لیا ہے...... باطش خماش، میں
معنوں میں تیرا شکر گزار ہوں۔

تجھے اندازہ ہے کہ اس اہرام میں تو نے کتنا وقت گزارا......"۔

صدیاں...... صدیاں...... صدیاں...... اور صدیوں کا کوئی انت نہیں ہوتا"۔

تو کیا تیرے خیال میں زیواس یا وہ عورت جو زیواس کی کنیز تھی اور جس نے زیواس
کا روپ چھینا اور طرح طرح کے روپ اختیار کئے، کیا وہ اب بھی اس دنیا میں ہو گی۔

ہو سکتا ہے کوئی ایسا مرحلہ آئے، جب مجھے اس دنیا سے آنکھیں موڑ لینا پڑیں لیکن وہ
چشمہ حیوان سے سیراب ہو چکی ہے، بھلا وہ کیوں نہ ہو گی...... وہ جہاں بھی ہو گی اپنے
لئے روپ میں ہو گی اور نجانے اس کی زندگی کی کتاب میں کتنے کشتگان کی تاریخیں
ں گی۔

وہ تو واقعی ایک انوکھی شخصیت ہے"۔

ہاں...... اور باطش خماش میں اسے تلاش کرنا چاہتا ہوں"۔

کیا تو اسے تلاش کر لے گا...... سادھان سارتی"۔

ہاں مجھے یقین ہے، میں اسے تلاش کر لوں گا...... اس کی خوشبو سونگھتا ہوا اس تک پہنچ
۔

اور پھر تو کیا کرے گا"۔

شاید اس سے کوئی نیا فریب کھا جاؤں یا شاید اس عظیم وقفے میں میں نے اس کے
ل جو بھی سوچا ہے اس کی تکمیل کر ڈالوں"۔

کیا ایسا ممکن ہے"۔

ناممکن تو یہ بھی تھا کہ تو یہاں داخل ہوتا اور اس تابوت کا ڈھکنا کھول دیتا اور یہ بھی
مکن ہو گیا تو جب یہ ناممکن ممکن ہو گیا تو پھر کون سا ناممکن ممکن ہونے کے لئے ہے۔

ماش اس کے الفاظ پر غور کرنے لگا...... سادھان سارتی میں نے تیری تلاش میں
ضائع کیا ہے مگر میں اب اس وقت کو ضائع کرنا نہیں سمجھتا بلکہ تجھے پا کر تو میری
لی کتاب میں ایک انوکھے باب کا اضافہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے
یٹی کے سلسلے میں کیا ہے وہ میری زندگی کا حاصل ہے؟ کاش مجھے ایسا کوئی موقع ملے جب

میں دنیا کو یہ بتا سکوں کہ سادھان سارتی کون تھا اور وہ جو اپنے عہد کو نبھانے کے لئے
کھو بیٹھے کیا چاہتے تھے۔

"میرے خون کی روانی اور میرے بدن کی قوتیں بحال ہو چکی ہیں، میرے محسن ا
یہ نہ سمجھنا کہ میں احسان ماننے والوں میں سے نہیں ہوں اور نہ ہی میں وہ ہوں جو م
ساتھ چھوڑ دیتے ہیں بلکہ بہتر تو یہ ہوگا کہ میری خواہش کی تکمیل اور میرے وجود کو ا
زندگی بخشنے والے کے دل میں کیا آرزو ہے...... تو نے مجھ سے میرے بارے میں پوچھا
نے سب کچھ بتا دیا...... اور تیرے بارے میں...... میں نے جو کچھ جانا وہ مختصر ہے، لیکن
سمجھنا تو کہ مجھے صرف اپنی ذات سے دلچسپی ہے، سیفایا نیل کی ساحرہ جو کچھ بھی کر چکی
تیرے علم میں بھی آ گیا ہے۔ میرا مقصد حیات اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ میں اسے
کروں اور ایک بار پھر اسے پالوں...... لیکن اس کے عشق میں گرفتار ہو کر نہیں؛
شخصیت کو بحال کرنے کی کوشش میں جو میری ہے لیکن جو مجھ سے چھن گئی ہے......
بات تو نے سمجھی۔

"ہاں کیوں نہیں...... اور جہاں تک میرا معاملہ ہے تو یہ سمجھ لے کہ نہایت
اس کے سوا کچھ نہیں کہ تجھے تلاش کروں...... اور تجھ سے تیری شخصیت کے بار
معلوم کروں۔

"سو تو معلوم ہو چکا ہے سارتی کی کہانی جس قدر تیرے علم میں آئی ہے اور
جانتا اور تو حقدار ہے کہ مجھے جانے...... سو تو نے جان لیا، لیکن سن میرے عزیز دو
چاہے تو میرا ساتھ دے اور میری کاوشوں میں میرا مددگار بن بشرطیکہ تیری زند
کوئی مقصد نہ ہو اور اگر ایسا ہے تو میں تجھے مجبور نہیں کروں گا اور تجھے اختیار ہے کہ ا
دل چاہے کر......

"نہیں سادھان میں بھی اپنے جہاز جلا چکا ہوں اور اب اور کوئی مقصد نہیں
زندگی میں...... اگر تجھے میرا ساتھ قبول نہ ہو تو میں تجھے مجبور نہیں کروں گا۔

"ایسی بات نہیں ہے، میں تو خواہش مند ہوں اس بات کا کہ اب میرا کوئی ساتھی ہو
یا زیرک اور چالاک دنیا کو جاننے والا...... سو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اس اہرام سے نکل کر
نا میں چلیں...... اگر تو پسند کرے۔

"کوئی حرج تو نہیں ہے...... ویسے بھی مجھے یہاں سے جانا ہے"۔

"تو بس پھر چلتے ہیں، بعد میں ہم دیکھیں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا
...... میں تو نجانے کب سے اس اہرام میں قید ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وقت کتنا
بڑھ گیا ہے اور آگے جانے والے وقت کے اقدار کیا ہیں، لوگوں کا انداز فکر کیا ہو گیا
...... مصر میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔

"تو پھر ٹھیک ہے اگر تو خود کو بہتر سمجھتا ہے تو چل یہاں سے آگے بڑھتے ہیں......
خماش نے کہا اور سادھان سارتی نے گردن ہلا دی۔

تب وہ وہاں سے آگے بڑھے اور اس اہرام کے آگے جانے والے راستے پر چل پڑے
میں دفن تھا اور بس کچھ ہی وقت جاتا تھا کہ اڑنے والی ریت کی چادر اس جگہ پر حاوی
ئے اور یہ بھی اس وقت تک کے لئے زمین بوس ہو جائے...... جب تک کہ کوئی تحقیق
نے والا اسے دریافت نہ کرلے۔

☆......☆

ہاشم عبداللہ فہدی نے اپنا اسلحہ ان پر تان لیا اس کی آنکھوں میں ایک تیز چمک تھی ا
وہ مسرور تھا کہ اپنے فرض میں ناکام نہ رہا...... سادھان سارتی نے حیران نگاہوں سے آس
پر اڑتے ہوئے پرندوں، قرب وجوار میں پھیلے ہوئے ریت کے ٹیلوں اور اس کے بعد عجیب
غریب ہئیت کے شخص کو دیکھا جو نا جانے اس کے سامنے کیا لئے ہوئے کھڑا تھا...... غالباً
ہتھیار ہی تھا...... جو اس نے سیدھا کیا ہوا تھا اور اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ نظر آ
تھی...... تب اس نے باطش خماش کو دیکھا جو تعجب بھری نگاہوں سے سامنے کھڑے ہو
شخص کو دیکھ رہا تھا اور ہاشم عبداللہ فہدی نے کہا۔

"باطش خماش اگر تم سمجھتے ہو کہ مصر میں آنے کے بعد تم نے مصر کی ذہانت کو شک
دی ہے تو اب اپنے خیال میں تبدیلی کر لو...... تم یہاں تک پہنچے اور اس کے بعد اہرام
داخل ہو گئے...... گویا تم نے اپنے آپ کو قانون مصر کی نگاہوں سے محفوظ سمجھ لیا، لیکن
تمہیں اس قانون کی برتری کا احساس دلاتا ہوں، اپنے ہاتھ بلند کر لو ورنہ میں تمہارے دو
پاؤں زخمی کر دوں گا، کیونکہ قانون کے نام پر تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے......" باطش
چونکا، اس نے مقامی پولیس کی وردی میں ملبوس اس شخص کو دیکھا، صورت حال کافی حد
اس کے علم میں تھی...... لیکن اس دوران اس کا ذہن کچھ اس طرح سو گیا تھا کہ بہت سی
اسے یاد نہیں آ رہی تھیں، لیکن پھر اس نے سنبھل کر کہا۔

"محترم آفیسر"...... آپ مجھے قانون کی گرفت میں کیوں دینا چاہتے ہیں"۔

"اس لئے کہ ایک بڑی شخصیت نے تمہاری مکمل نشاندہی کی ہے اور تم قاہرہ

ہاں تک پہنچے تم نے دوہرا جرم کیا کہ بغیر اجازت ایک صحرائی اہرام میں داخل ہوئے،
ہیں یقیناً اس بات کا علم ہو گا کہ اب غیر ملکی سیاحوں کو نامعلوم اہراموں کی تلاش کی
نہیں دی جاتی اور اگر اجازت دی جاتی ہے تو اس شکل میں جب ہمارا محکمہ آثار قدیمہ اس
ری اجازت دے تو، یہ بات میرے علم میں ہے کہ تم نے ایسی کوئی تحریری اجازت
ں، بلکہ تم قانون کو دھوکہ دیتے ہوئے یہاں تک پہنچے اور اس اہرام میں داخل
...... تم پر دوسرا جرم یہ ہے کہ تم نے امیر عادل ثقفی کی وہ کتاب چوری کروائی اور اگر
ے ہو کہ ہم حلاش تک نہیں پہنچے تو یہ بھی تمہاری حماقت ہے، ساری باتیں تمہارے علم
ں، لیکن اپنے آپ کو ان باتوں سے اجنبی ظاہر کرنے کی کوشش مت کرو"۔

"تو مجھے کیا کرنا ہو گا"...... باطش خماش نے پوچھا، لیکن اسی وقت سادھان سارتی نے
ے کہا۔

"یہ شخص کون ہے اور کیا چاہتا ہے اور کیا اس کا لباس عجیب نہیں ہے......؟"

"یہ ہم دونوں کو گرفتار کر کے اپنی تحویل میں لینا چاہتا ہے"۔

"وجہ......"۔

"وجہ، چونکہ طویل ہے اس لئے اس وقت اس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے"۔

"تو پھر یوں کرو کہ خود کو اس کے حوالے کر دو، اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ ہم اس کے
آبادیوں تک پہنچیں گے ورنہ ہمیں دوسرے راستے اختیار کرتے ہوئے نئے خطرات کا
کرنا پڑے گا"۔

"بڑی اچھی تجویز ہے، باطش نے کہا اور چونک کر ہاشم عبداللہ فہدی کو دیکھنے لگا کہ اس
ہ الفاظ سنے تو اس پر کیا ردعمل ہوا، لیکن عبداللہ فہدی نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا،
اس نے جیب سے ہتھکڑیاں نکال کر آگے بڑھا دیں اور باطش خماش نے اپنا ہاتھ، تب
للہ فہدی نے اس شخص کی طرف دیکھا، جسے دیکھ کر اس کے ذہن کو کئی جھٹکے لگے تھے اور
نہیں سمجھ پایا تھا کہ اہرام سے برآمد ہونے والے مجرم کے ساتھ دوسرا آدمی کون
جبکہ اُسے نہیں دیکھا تھا، لیکن بہر حال ایک زندہ وجود اس کے سامنے تھا، سو اس نے

باطش خماش کو ہتھکڑی لگانے کے بعد سادھان سارتی سے کہا۔

"اے شخص تو کون ہے اور اس اہرام میں کیا کر رہا تھا"۔

یہ میرا ساتھی ہے...... باطش خماش نے کہا۔

"تب تو پھر اسے بھی گرفتار کرنا پڑے گا اور باطش خماش نے سادھان سارتی سے کہ جو خیال اس نے پیش کیا اس کے لئے اسے بھی اپنے ہاتھ میں لوہے کا یہ زیور پہننا پڑے گا...... سو سادھان سارتی نے بھی اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور فہدی نے اس کے ہاتھوں ہتھکڑی ڈال دی، پھر وہ بولا"۔

"تم جانتے ہو کہ یہ اسلحہ ہے اور اس سے نقصانات پہنچائے جاسکتے ہیں، چنانچہ برادرانہ مشورہ یہ ہے کہ مجھ سے پورا پورا تعاون کرو، تمہیں سزا دینے والا میں کون ہوں، لیکن میرا جو فرض ہے اگر اس کے پورا کرنے میں تم نے رکاوٹ ڈالی تو یہ بھی فرض ہے کہ تمہیں زخمی کر کے اپنے ساتھ رکھوں"۔

"نہیں جب میں نے تیرے کہنے سے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈال لی ہے تو سمجھ لے کہ نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا اور ایسا ہی میرے ساتھی نے کیا، لیکن بہتر ہے کہ تو آفیسرانہ شان کو ہم پر استعمال نہ کر جب ہم تجھ سے تعاون کر رہے ہیں تو تیرا رویہ ہمارے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہئے"۔

"حالانکہ قانون مجھے اجازت دیتا ہے کہ زبان درازی کرنے والے کو اپنے بازو کی سے اور قوت سے زبان بند کرنے پر مجبور کر دوں، لیکن بہر حال میں اس سے پہلے ہدایت دیتا ہوں کہ خاموشی سے جو میں کہہ رہا ہوں وہ کر"۔

"تو میں نے کب اس سے انکار کیا، میرے ہاتھ میں لوہے کا یہ زیور کیا اس بات کا نہیں کرتا"۔

"تو میرے ساتھ آ......" ہاشم عبداللہ فہدی نے کہا اور باطش خماش اس کے چل پڑا، سادھان سارتی تو سائے کی طرح اس کے ساتھ تھا، سو ہاشم عبداللہ فہدی ان تک پہنچا جہاں باطش خماش نے اپنی جیپ کھڑی کی ہوئی تھی۔ اس نے ان دونو

ں کو جیپ سے منسلک کر دیا اور کہنے لگا۔

"میرا ساتھی رضوانی واپس آئے گا اور اس کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہوں گے......

آسمان کی بلندیوں پر ہیلی کاپٹر کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ ابھری تو ہاشم فہدی نے ی کی جانب دیکھا...... اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ کہنے لگا"۔

"بھی کبھی مجھے اس پر بہت پیار آتا ہے، بہت مناسب وقت پر وہ پہنچا ہے، سادھان ی پھٹی پھٹی آنکھیں بلندیوں کی نگرانی کر رہی تھیں، اس نے سرگوشی میں باطش سے کہا"۔

"باطش خماش......" یہ کون سا پرندہ ہے، یہ تو بہت ہی عجیب سا ہے"۔

"کیا مطلب......؟ کیا تم ہیلی کاپٹر کو نہیں جانتے"۔

"ہیلی کاپٹر"...... سادھان سارتی نے تعجب بھرے لہجے میں کہا...... پھر بولا"۔

"نہیں میرے دور میں یہ پرندہ نہیں ہوتا تھا"۔

"اوہو معافی چاہتا ہوں، بہت سی باتیں میں بھول گیا، لیکن قصور میرا نہیں ہے، ظاہر ی میں تم سے اتنا واقف نہیں ہوا، اور بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو انسان وقت پر مجھ پاتا، بعد میں ہی یہ اس کے ذہن میں آتا ہے کہ وہ ہی ایک حقیقت تھیں یعنی میں یہ جانتا، جس دور سے تم اس اہرام میں داخل ہو گئے تھے وہ کیا تھا؟ لیکن خاموشی اختیار کرو، یہ پرندہ انسانی ہاتھوں کی تخلیق ہے اور یہ فضا میں انسانوں کو لے کر اڑتا ہے"۔

"کیا کہہ رہے ہو"...... سادھان سارتی نے حیران لہجے میں کہا"۔

"یہ حقیقت ہے سادھان سارتی اور اب تو یہ احساس ہو رہا ہے کہ تم ماضی کی کوئی قدیم ناہو اور ان عام چیزوں کو نہیں جانتے...... اب یوں سمجھ لو کہ جدید ترین دور کا انسان کے جادوگروں سے کہیں زیادہ ذہین ہے...... اور یہ اسی انسان کا جادو ہے کہ سمندر کی ں میں اس کی تہہ کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہے اور آسمان کی بلندیوں میں ان حدود سکتا ہے جہاں تک جانے کی اسے اجازت دی گئی ہے اور بعض ایسے انسان بھی ہیں جو سے آگے کا سفر کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ ہو نہیں سکتا"۔

"مگر تو کہتا ہے کہ یہ انسانی ہاتھوں کی تخلیق ہے، پھر اس میں زندگی کیوں ہے"۔

"اس دور کے انسان ایسے ہی عجیب وغریب ہو چکے ہیں"۔

"گویا، ہماری باتیں، ہمارا علم ان کے آگے بے اثر"۔

"تقریباً یونہی سمجھ لے، لیکن بہتر ہے خاموش ہو جا میں نہیں چاہتا سادھان سارتی کہ یہ لوگ تیرے بارے میں کچھ جانیں اور سن ان میں سے اگر کوئی سوال کرے تو اپنی زبان بند رکھنا، ایک جواب بھی اُنہیں نہ دینا، ورنہ یہ سمجھ لے کہ ہم مشکل میں پھنس جائیں گے...... یعنی میں اور تو"۔

"بھلا، مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ میں ان لوگوں کی کہانیاں سنوں یا انہیں اپنی کہانیاں سناؤں، تو نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے، میرے محسن بس یہ سمجھ لے کہ میں تیرا ہوں صرف تیرا اور تیرے ہی ساتھ اور تیرے اشارے پر زندگی آگے بڑھے گی...... سو ہیلی کاپٹر ریت اڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا اور اڑنے والی ریت نے ان سب کو گرد آلود کر دیا تھا، پھر وہ نیچے اتر گیا تو علی باقری خود ہی آگے بڑھ آیا تھا رضوانی بھی اس کے ساتھ تھا اور بہت بڑے فوجی ہیلی کاپٹر میں سفر کرنے والے مزید دو افراد جو مسلح تھے، یعنی ایسے افراد جو با آسانی ان لوگوں کو واپس ہیلی کاپٹر میں لے جاسکتے تھے، سو رضوانی نے اپنا فرض پورا کیا اور علی باقری۔ عبداللہ فہدی کے پاس پہنچ کر کہا"۔

"تم نے عجیب وغریب انداز میں مجھے بلایا عبداللہ فہدی، لیکن دیکھ لو میں تمہارا احترام کرتے ہوئے کس طرح یہاں پہنچا ہوں"۔

"جس شخص کی گرفتاری کے لئے مجھے ہدایت کی گئی تھی میں نے اسے گرفتار کر لیا۔ نہ صرف اسے بلکہ اس کے ایک ساتھی کو بھی جس کے بارے میں آپ لوگوں میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا۔

"ہاں یہ اجنبی شخص ہمارے لئے ناشناس ہے، خیر تو تم نے ہمیں کیوں طلب کیا؟

"میں سمجھتا تھا کہ شاید مجھے بہت سے افراد کی ضرورت پیش آجائے، لیکن اس ضرورت پیش نہیں آئی، تاہم آپ لوگ آگئے ہیں، آپ نے بہت اچھا کیا اور یہ جیپ جو

ی ہے اور جس کے بارے میں تمام رپورٹ موجود ہیں کہ کس طرح حاصل کی گئی، پنی تحویل میں لینا ہوگی، لیکن ان مجرموں کو ہم ہیلی کاپٹر میں ہی لے جائیں گے"۔

"کیا ان سے کسی برائی کا خدشہ ہے؟"۔

"بظاہر نہیں" لیکن فرض شناسی یہی ہوتی ہے...... ہم اسے اس طرح لے جائیں گے رے لئے کوئی خطرہ نہ رہے...... لیکن سادھان سارتی نے اس وقت برا مانتے ہوئے خماش سے کہا"۔

"یہ لوگ تو بہت بری طرح ہمارے ساتھ پیش آرہے ہیں، دیکھو انہوں نے میرے س طرح میری پشت پر کس دیئے ہیں، جبکہ یہ بندشیں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں ...... میں ایک پھونک سے انہیں اڑا سکتا ہوں"۔

"لیکن ایسا نہ کرنا سادھان سارتی ہم ایک مناسب جگہ ہی چل رہے ہیں اور تمہارا یہ کہنا درست کہ صحرائے اعظم میں ہمیں پیدل نہیں چلنا پڑے گا، یہ لوگ ہماری مدد کریں ر ہمیں آبادیوں تک لے جائیں گے، لیکن براہ کرم اپنے آپ کو کسی بھی قسم کی برائی بانا کیونکہ اس وقت ہمیں ان کی مدد کی ضرورت ہے۔

"تم یوں کرنا باطش خماش جہاں میں غلط کام کرنے لگوں تم مجھے ٹوکتے رہنا اور میں ایت پر عمل کروں گا، چاہے وہ میری پسند کے مطابق ہوں یا نہ ہوں، سو ہیلی کاپٹر میں ئے سادھان سارتی کو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا اور وہ سرگوشی کے انداز میں ماش سے بار بار اس آہنی پرندے کے بارے میں تفصیلات معلوم کرتا جا رہا تھا۔ پھر ی کاپٹر فضا میں بلند ہوا تو سادھان سارتی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے، کہا"۔

"آہ اس کا مطلب ہے کہ جدید دنیا کے انسانوں کا جادو قدیم انسانوں کے جادو پر کہیں ی ہو چکا ہے اور شاید یہی وجہ ہے اب جادوگروں کو وہ فوقیت حاصل نہیں رہی جو کسی ں رہا کرتی تھی"۔

طش خماش نے کوئی جواب نہیں دیا تھا...... وہ دوسری سوچوں میں گم تھا"۔

امیر عادل ثقفی نے بالآخر مقامی انتظامیہ کو اس کی جانب متوجہ کر دیا تھا، لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس سلسلے میں باطش خماش کو کیا کرنا چاہئے، وہ دیر تک انہی سوچوں میں گم رہا۔

جبکہ سادھان سارتی اپنے طور پر اپنے خیالات میں گم رہا۔ یہاں تک کہ شہری آبادیاں آگئیں، صحرائے مینا سے وہ لوگ نکل چکے تھے۔ پھر بعد کی کارروائیاں باطش خماش کے لئے پریشان کن تھیں، سادھان سارتی انہیں دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، جس دور میں اس کا تعلق رہا تھا اور جس دور کے بعد وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گیا تھا، اس کی ایک حیثیت تھی اور اس وقت آبادیوں کا یہ انداز بھی نہیں تھا۔ مصر کی زندگی بالکل مختلف ہو چکی تھی۔

زمانہ قدیم میں مصر جس انداز میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا اب وہ بالکل مختلف ہو گیا تھا اور سادھان سارتی یہ سوچ رہا تھا کہ وقت نے انسان کو بہت آگے پہنچا دیا ہے اور اس کی سوچ کا انداز بالکل بدل گیا ہے، کیا جادو اس قدر عام ہو چکا ہے کہ آج سڑکوں پر زندگی کی روانی بالکل ہی مختلف شکل اختیار کر گئی ہے...... لیکن ساری کی ساری سوچیں اس کے ذہن میں تھیں۔

باطش خماش جبکہ اس سے مختلف انداز میں سوچ رہا تھا لیکن صحرائے مینا کے اس اہرام سے اس نے جو حاصل کیا تھا وہ اس قدر قیمتی تھا، اس کے لئے کہ تمام تر صعوبتیں برداشت کر کے بھی وہ اسے حاصل کر کے خوش تھا۔

ہاشم فہدی نے ان دونوں کو لاک اپ میں بند کر دیا، بعد کی کارروائیاں قانون کے مطابق ہونی چاہئیں تھیں...... اس کا مطلب صرف اتنا سا تھا کہ وہ شاطر شخص جو خود کو بہت زیادہ ذہین سمجھتا تھا، بالآخر قانون کے شکنجے میں آجائے، سو اپنا کام سر انجام دینے کے بعد اس نے علی باقری کو تمام تر رپورٹ پیش کی اور علی باقری نے اسے شاباش دیتے ہوئے کہا۔

”بہت اچھا کام کیا ہے تم نے“۔

”شکریہ سر“۔

”اور جس شخص نے ہمیں اس کام پر آمادہ کیا ہے پتہ ہے وہ کتنی بڑی حیثیت کا حامل

جی سر پتہ ہے“۔

امیر عادل ثقفی جس کے بارے میں تم اچھی طرح جانتے ہو“۔

جی سر بہت اچھی طرح جانتا ہوں“۔

جانتے ہو کہ حکومت کے اعلیٰ ترین عہدے داران سے اس کا گہرا تعلق ہے“۔

جی سر یہ بھی جانتا ہوں“۔

ویسے تمہیں پتا ہے کہ وہ ہم لوگوں کے لئے بڑا منافع بخش ثابت ہو سکتا ہے۔ سو اب
اع دیئے دیتے ہیں کہ اس کے مجرم پکڑے جا چکے ہیں اور ہاشم عبداللہ فہدی ظاہر
یہ ذمہ داری میں نے تمہارے سپرد اسی بنیاد پر کی تھی کہ جو کام میں کرنا چاہتا ہوں وہ
“...... ہاشم عبداللہ نے افسران اعلیٰ کا شکریہ ادا کیا تھا۔

☆......☆

یہ جگہ ان دونوں کے لئے تھی تو تکلیف دہ لیکن سادھان سارتی مختلف انداز میں سو
رہا تھا۔ اس نے خاموش بیٹھے ہوئے باطش خماش سے کہا۔

"میرے دوست بات صرف اس قدر نہیں ہے کہ تم نے مجھے اس قید سے رہائی دلائی
میرے دل میں یہ خیال آجاتا تھا کہ شاید کائنات کے آخری دن تک میں اس قید سے نہ نکل
سکوں، لیکن یوں ہوا کہ بالآخر تم میری رہائی کا ذریعہ بنے اور اب مجھے اس سے زیادہ اور کس
بات کی فکر نہیں ہے کہ اس شیطان زادی کو تلاش کیا جائے، لیکن ہمیں جس طرح یہاں
گیا ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان لوگوں سے آزادی حاصل کر لو گے......" باطش خماش
اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ظاہر ہے ہمیں کوئی بہت بڑی سزا تھوڑی ملے گی، ویسے زمانہ قدیم میں تم نے
خانوں کو تو دیکھا ہوگا اور کیا تم یہ اندازہ لگا سکتے ہو...... سادھان سارتی کہ وہ کون سا دور
جب تم نے اس اہرام تک رسائی حاصل کی تھی"۔

"نہیں یہ تو بہت مشکل کام ہے، جب تک کہ مناسب تحقیق نہ ہو، لیکن میں
طرح حالات کو بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں، جس طرح عمارتوں کا انداز بدل چکا ہے، جس ط
لوگوں کا طرز زندگی بدل چکا ہے، جس طرح ماحول میں تبدیلی آئی ہے، اس سے یہ ا
ہوتا ہے کہ یہ ایک طویل وقفہ ہے اور میں مستقبل میں بہت دور تک نکل آیا ہوں اور ما
بہت پیچھے رہ گیا ہے"۔

"پھر تو تمہیں نیل کی ساحرہ کی تلاش میں بہت زیادہ دقت ہوگی"۔

"ہم ابتدائی مرحلوں سے گزر جائیں تو اس کے بعد کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کر

روں گا جس سے ہم اپنی منزل کی جانب قدم بڑھا سکیں"۔

"کیا تم ایسا کر سکو گے......" باطش خماش نے اس سے پوچھا۔

"ہاں میں ایسا کر سکوں گا"۔

"تب میں مطمئن ہوں"...... لیکن ایک سوال تم سے اور کرنا چاہتا ہوں۔

"کیا؟"۔

"سادھان سارتی اس قید سے رہائی حاصل کرنے کے بعد ظاہر ہے تم اپنے مقصد کے
و کچھ بھی کرو گے کیا تمہاری اس کارکردگی میں مجھے تمہاری قربت حاصل ہو سکتی ہے"۔

سادھان سارتی نے مسکراتی نگاہوں سے باطش خماش کو دیکھا اور بولا۔

"اگر تو چاہے"۔

"کیوں نہیں میں تو چاہوں گا"۔

"تو ٹھیک ہے"۔

"ویسے تم جانتے ہو کہ میں نے تمہاری تلاش میں کس قدر صعوبتیں اٹھائی ہیں اور اب
ان کے ثبوت بھی مل رہے ہیں"۔

"کسی حد تک کیا تو مجھے اس کے بارے میں بھی تفصیلات بتائے گا کہ ان لوگوں نے
اس طرح گرفتار کیوں کیا ہے۔ زمانہ قدیم میں بادشاہوں کے قیدی ہوا کرتے تھے اور
ا قید اسی طرح کیا جاتا تھا جیسے اب ہمیں کیا گیا ہے، قید خانے کی شکل بدل چکی ہے، لیکن
نہیں بلکہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ تیری قید کا ذریعہ یا مقصد کیا ہے اور جواب میں باطش
ا نے امیر عادل ثقفی کے بارے میں بھی تفصیل بتائی کہ اس کہانی میں جس کا اس نے
ھان سارتی سے اظہار کیا تھا...... امیر عادل ثقفی کا نام اس طرح شامل نہیں تھا، سوائے
کے کہ اس نے تھوڑی سی معلومات فراہم کی تھیں، لیکن تمام تر تفصیلات سننے کے بعد
ھان سارتی نے کہا"۔

"یہ ایک اچھی بات ہے اور پتہ یہ چلا کہ تحقیق مجھ پر ہی ہو رہی تھی اور کیا ہی دلچسپ
ہے یہ کہ اس تحقیق کے نتیجے میں، میں تیرے ساتھ ہوں اور وہ اسی طرح تنہا لیکن

تیرے خیال میں وہ تجھے زیادہ سے زیادہ کیا سزا دلوا سکے گا"۔

"یہ تو آنے والے وقت کا فیصلہ ہوگا اور میں اس کے بارے میں کوئی صحیح نشاندہی ن
کر سکتا...... تب سادھان سارتی نے دبی آواز میں کہا۔

"لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تو عتاب میں گرفتار ہو گیا، میں نے زمانہ قدیم میں اپنا مقصد پا
کی کوششوں میں بہت سے علوم حاصل کئے ہیں، بے شک جس طلسم میں مجھے اس نے گر
کرا دیا تھا وہ ایک بالکل مختلف بات تھی، لیکن اب میں نے اس تنہائی سے فائدہ اٹھاتے ہو
جس قدر اپنے آپ کو مستحکم کر لیا ہے اگر وہ شیطان زادی بھی مجھ پر دوبارہ کوشش کر
شاید اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے پائے، بے شک یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہو
سیفا مجھ سے زیادہ قدیم ہے اور جس نے دیوی اور دیوتاؤں کو دھوکہ دے کر ایک دیو
اس کا سب کچھ چھین لیا، ذہنی طور پر بہت طاقتور ہوگی۔ لیکن پھر بھی زمانہ جدید کا علم ا
طاقت پر کہیں نہ کہیں حاوی ہو سکتا ہے بس میں اس کی راہ پا جاؤں تو دیکھوں کہ میں ا
بگاڑ سکتا ہوں، باطش خماش تو تھوڑا سا انتظار کر لے، وقت کا مجھے اپنی دنیا کے اس ماحو
روشناس کرا مجھے یہ بھی بتا کہ انسانوں نے زندگی کس طرح تبدیل کر لی ہے اور نئی ز
انداز کیا ہے، باقی جہاں تک تیرے تحفظ کا مسئلہ ہے تو تو اسے میری ذات کے لئے چھ
چونکہ مجھے بھی تو تیری ضرورت ہے اور پھر تو میرا دوست اور میرا محسن ہے......
خماش نے نہ سمجھنے والے انداز میں سادھان سارتی کو دیکھا...... اور بولا"۔

"گویا تو یہ کہنا چاہتا ہے سارتی کہ تیرے پاس کچھ ایسے علوم ہیں جو خفیہ ا
الفطرت ہیں"۔

"کہہ سکتے ہو بسما ساؤ کھناتے خود بھی ایک طلسمی مذہب تھا اور اس کے پیرو
اپناتے ہوئے بہت کچھ حاصل کر لیا کرتے تھے، لیکن اس کی تفصیل قبل از وقت ہے ا
نہ کر بس تھوڑا سا انتظار لیکن اطمینان اور اعتماد کے ساتھ...... باطش خماش کو ایک
سا احساس ہوا تھا۔

☆......☆

امیر عادل ثقفی نے اپنی رہائش گاہ میں ایک افسر اعلیٰ کا پر احترام استقبال کیا۔ علی باقری
دوست بھی تھا اور پھر اس قدر اختیارات کا مالک کے امیر عادل ثقفی کو اس کی حیثیت کا
م دینا لازمی تھا، حالانکہ اس کے اپنے ذہن سے وہ واقعات نکل بھی چکے تھے...... یعنی اس
ین کتاب کی چوری، چونکہ وہ کتاب اسے واپس مل چکی تھی اور یہی اس کے لئے کیا کم
ں یہ الگ بات ہے کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کتاب کی واپسی اس سے اصل چیز کے
ں کے بعد ہی ہوئی ہوگی اور اگر کوئی شے اس کے دل کو مضطرب کرتی تھی تو صرف یہی
کہ باطش خماش نے اس کی کتاب سے کیا حاصل کیا ہوگا اور کہیں یوں نہ ہو کہ
ں خماش اس پر فوقیت حاصل کر لے اور یہ تو بہتر نہ ہوگا...... علی باقری کو دیکھ کر اسے
ں باتیں یاد آ گئی تھیں اور علی باقری نے اس کے چہرے کے اضطراب کو بھی محسوس کیا
...... سو اس نے مسکراتے ہوئے کہا"۔

"امیر عادل ثقفی جس قدر اعلیٰ حیثیت کا انسان ہے۔ سو اگر وہ کوئی ذمہ داری کسی کے
کرے تو بھلا مجال ہے مصری پولیس کے افسران کی کہ وہ عادل ثقفی کے حکم کا احترام نہ
ے"۔ عادل ثقفی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو میرے دوست، حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے دوستوں ہی پر ناز کرتا ہے اور
کے بھروسے پر بڑے بڑے قدم اٹھا لیتا ہے اور مجھے تو فخر ہے اپنے ان دوستوں پر جو میرا
ام کرتے ہیں اور مجھے یہ مقام عطاء کرتے ہیں...... سو باقری تم بھی انہی میں سے ایک ہو
کا نام لے کر میں بڑے سے بڑے قدم اٹھا لیتا ہوں"۔

”شکریہ عادل ثقفی شکریہ......اور بھلا جب تم اس قدر ہم پر اعتماد کرو تو ہماری کیا مجا
کہ تمہارے احکامات سے منحرف ہوں“۔

”تو پھر سناؤ میرے دوست اس نامعقول شخص کا کیا ہوا جس کے لئے تم نے مجھ سے ب
ذمہ داریاں قبول کر لی تھیں۔

”یعنی باطش خماش“۔

”ہاں، میں اسی کی بات کرتا ہوں“۔

”تو تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی عادل ثقفی......کہ باطش خماش کو اس کے ایک سا
کے ہمراہ گرفتار کر لیا گیا ہے“۔

”کیا اس کا کوئی ساتھی بھی تھا“۔

”ہاں ایک شخص، مگر تمہیں تفصیل سننا ضروری ہے“۔

”وہی تو میں جاننا چاہتا ہوں“ عادل ثقفی نے کہا۔

”ہم نے اسے صحرائے مینا سے گرفتار کیا۔

”آہ“ کیا واقعی......“عادل ثقفی اچھل کر بولا“۔

”ہاں“ وہ صحرائے مینا میں سفر کرتا ہوا ایک اہرام تک پہنچا تھا......پھر وہ اہرام
داخل ہو گیا......ہم اس مدفون اہرام کا اندر سے جائزہ تو نہیں لے سکے، لیکن ہم نے ا
انتظار کیا اور پھر وہاں سے باہر نکلے تو ہم نے اسے گرفتار کر لیا“۔

”گویا اس نے ایک معاون بھی اپنے ساتھ رکھا تھا“۔

”سو فیصدی“ حالانکہ فرار ہوتے ہوئے ہم صحیح طور پر یہ اندازہ نہیں لگا سکے تھے
کتنے افراد ہیں“۔

”تو کیا علی باقری تم نے اس سے پوچھا کہ اس نے وہ کتاب کیوں چوری کی تھی“۔

”نہیں ابھی نہیں، بات اصل میں یہ ہے کہ یہ ذمہ داری میں نے ہاشم عبداللہ
کے سپرد کی تھی اور اگر تم ہاشم عبداللہ فہدی کو جانتے ہو تو تمہیں اس بات کا علم ہو گ
ایک پتھر کی چٹان ہے جو کہیں سے بھی نہیں پگھلتی اور صرف وہ کرتا ہے وہ شخص جو قا

۔ سو ابھی تو تمہیں اس بارے میں اطلاع دی گئی ہے۔“ امیر عادل ثقفی تھوڑی دیر
سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے کہا“۔

اور چونکہ تم عبداللہ فہدی نہیں ہو بلکہ میرے دوست علی باقری ہو اس لئے میں
اؤں کہ وہ کتاب تو میرے پاس واپس پہنچ چکی ہے“۔

شاید کچھ ایسے الفاظ میرے کانوں میں بھی پڑے تھے“۔

یہ ایک سچ ہے“۔

آہ......شاید اس گرفتار شدہ شخص یعنی حلاش نے یہ بات بتائی تھی“۔

ہاں، جو معلومات بعد میں مجھے تفصیل سے فراہم ہوئیں وہ یہی تھیں کہ حلاش نامی
ں نے جو ایک ماہر چور ہے چمنی کے راستے اتر کر وہ کتاب حاصل کی اور اس کے بعد
، واپس اسی جگہ رکھ دیا گیا......کتاب مجھے واپس مل چکی ہے......گویا ایک طرح سے تو
ختم ہو گیا ہے، لیکن یہ بات تو تم جانتے ہو کہ باطش خماش اس کتاب کے لئے کس
رب تھا اور اگر اس نے اس کتاب سے کچھ اقتباسات لے لئے ہیں تو پھر میرا کام تو
ختم ہو گیا“۔

ب میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا“۔

آہ، میں بھی تو نہیں کہہ سکتا علی باقری، اگر میں تم سے دل کی بات کروں تو ایک
ن ہونے کی حیثیت سے تم وہ نہ کر سکو گے اور سچی بات یہ ہے کہ میں بھی شاید یہ نہ
ا“۔

لیا......؟“

یک شخص جو میری محنت سے تیار کی ہوئی کتاب کے اوراق اپنے ذہن میں اتار چکا
ندگی سے محروم کر دیا جائے تو اس بات پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان اوراق سے
رہ مواد کو اپنے لئے استعمال نہیں کر پائے گا“۔

اؤ نہیں......یہ تو ممکن نہیں......بہر حال کچھ بھی ہے میں نے تم سے تعاون کیا......
ثقفی لیکن اگر کسی کو سزائے موت دینے کا حق حاصل ہوتا ہے تو وہ صرف قانون کو

ہو تا ہے اور قانون بھی اسی انداز میں سزائے موت کا فیصلہ سنا سکتا ہے جب اس کے پ
کوئی چارہ کار نہ ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک کتاب کی چوری اور اس کی اس جگہ پر واپسی
بات میں کوئی شک نہیں ڈالتی کہ اس شخص کو ایک معمولی سی سزا کے علاوہ اور کچھ
ہو سکتا یا اگر اس کی حیثیت مستحکم ہے تو بس ایک چھوٹا سا جرمانہ اسے سزائے موت د
کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایک قانون کے محافظ ہونے کی حیثیت سے میں
اس کی اجازت دوں گا...... بلکہ امیر عادل ثقفی تم نے اس بات کا اظہار کیا، سو میرے
میں شک بھی ڈال دیا اور یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ اگر اس شخص کی زندگی کو کوئی
پہنچا تو میری نگاہیں تمہاری جانب ہی اٹھیں گی"۔ امیر عادل ثقفی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور ایک ایسے شخص کو جو قانون کا اس قدر احترام کرتا ہو کہ اپنے عزیز ترین د
کو بھی قانون کی راہ میں آتا دیکھ کر انہیں وارننگ دے دے میں انہیں دل سے چاہتا
مین خود بھی ایسا انسان نہیں ہوں، لیکن میرے دوست علی باقری تمہیں بہر حال
تھوڑی بہت مدد تو کرنا ہی ہوگی"۔

اگر وہ میرے لئے قابل قبول ہو تو، جس طرح اس کی گرفتاری میرا فرض تھ
باقری نے جواب دیا...... عادل ثقفی کچھ دیر تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا، پھر اس نے کہ

"میں جانتا ہوں...... یہ بات میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ قانون کسی ایسے
اس پر کوئی تشدد نہیں کر سکتا، ہاں...... اگر کچھ اور ہو جائے جس سے میرا کام بن
باقری تم اس سلسلے میں میری مدد ضرور کر سکو گے"۔

"میں نے کہا نا، اگر وہ میرے لئے ممکن ہو سکے"۔

"میں اس سے ملنا چاہتا ہوں"۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے...... تم اگر چاہو تو میں اس کا انتظام ابھی کر سکتا ہ

"میں تیار ہوں"...... عادل ثقفی نے کہا اور علی باقری اسے ساتھ لے جا
تیار ہو گیا...... سو دونوں اس جگہ پہنچے جہاں باطش خماش اور سادھان سارتی قید
عادل ثقفی نے باطش خماش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میں نے تم سے پہلے کہا تھا باطش خماش کہ میں بہت صاحب اختیار ہوں اور تم وہ نہ
گے جو تم چاہتے ہو اور تم نے دیکھا کہ میرے مقابلے میں تم اپنے مقصد میں ناکام رہے
ہ نہ کر پائے"۔ باطش خماش نے علی باقری کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"عادل ثقفی! میں نے تجھ سے کچھ چاہا تھا کہ تو میرے ساتھ تعاون کرے اور بڑے
م سے میں نے تجھ سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے اپنے علم میں شریک کر لے اور تو یہ
جانتا ہے عادل ثقفی کہ میرا اور تیرا ایک قدیم رشتہ تھا...... لیکن یوں محسوس ہوا کہ تو نے
آپ کو آسمان کی بلندیوں پر سمجھا اور مجھے زمین کی پستیوں میں رہنے والا حالانکہ یہ
ت نہیں ہے اور اے پولیس آفیسر میرا تعلق لیبیا سے ہے اور ٹریپولی میں اگر تم میرے
ے میں معلومات حاصل کرو تو تمہیں یہی پتہ چلے گا کہ میں ایک معزز اور صاحب حیثیت
ں ہوں اور ہوتا تو یہی ہے کہ کوئی بھی شخص چاہے اس کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو
ے ملک کا مہمان ہوتا ہے اور عزت و توقیر کا حامل...... بہر حال میں یہ احمقانہ شکایت
کروں گا...... امیر عادل ثقفی کی کتاب بے شک میں نے حلاش نامی شخص سے حاصل کی
ں میں اپنے مطلب کی چیزیں پا کر محکمہ ڈاک کے ذریعے اسے واپس بھجوا دیا...... گویا یہ
مانہ ہوئی، علم چھپا کر رکھا جائے تو کوئی بھی پسندیدگی کی نگاہ سے اسے نہیں دیکھتا، اس
میں سے اگر ایک لفظ بھی چوری ہوا ہو تو بے شک میں چور ہوں، لیکن میں نے اسے
نگاہ دیکھنے کے بعد واپس اس کی جگہ بھجوا دیا۔ اب اس سلسلے میں قانون میرے علم میں
ہ کہ عدالت مجھے اس کے لئے کیا سزا دے گی، یہ تو علم کی منتقلی تھی۔

تیری منطق عجیب ہے، کسی شخص کی کوئی بھی چیز ہو اس کی امانت ہوتی ہے......
ے ایک گھنٹے کے لئے کیوں نہ چرایا جائے"۔

سے چوری تو نہیں کہا جا سکتا...... افسر اعلیٰ، وہ چیز واپس اپنی جگہ پہنچ گئی ہے"۔

س سلسلے میں قانون فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا کرنا ہے"۔

اں، اگر تو مجھے بتا دے کہ میری کتاب سے فائدہ اٹھا کر تو صحرائے مینا پہنچا اور پھر
لے مطابق تو نے کسی اہرام کا رخ کیا اور اس اہرام میں داخل ہوا اور وہاں سے واپسی پر

گرفتار کیا گیا...... ہاں اگر تو مجھے بتادے کہ اس اہرام سے تو نے کیا حاصل کیا اور سادھا
سارتی کے بارے میں تو نے کتنی معلومات حاصل کیں تو میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اپ
مزید اختیارات سے کام لے کر تجھے رہا کرادوں گا"۔ جواب میں باطش خماش ہنسنے لگا پھر بولا
"نہیں...... یہ تو کسی طور ممکن نہیں ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے امیر عادل ثقفی، کہ جب
تک تو اپنی کتاب مکمل کرے گا میں تجھ سے کہیں آگے نکل چکا ہوں گا۔ بہر حال میں تیر
اس کاوش اور عدم تعاون پر تجھ سے کسی طرح کا تعاون کرنے کو تیار نہیں ہوں...... جہا
تک میرا معاملہ ہے تو جو کچھ بھی وقت چاہے گا وہ ہو جائے گا اور جہاں تک سادھان سار
معاملہ رہا تو اس کی بات ابھی رہنے دے"۔

نہ تو امیر عادل ثقفی نے اور نہ علی باقری نے باطش خماش کے ساتھی کے بارے
کوئی سوال کیا تھا نہ ہی اسے غور سے دیکھا تھا...... بس یہی سمجھا تھا ان دونوں نے کہ جو شخ
باطش خماش کے ساتھ گرفتار کیا گیا ہے وہ اس کا کوئی معمولی سا کارکن ہوگا اور سادھ
سارتی نے بھی ایسا ہی انداز اختیار کیا تھا...... لاک اپ سے واپسی کے بعد عادل ثقفی نے
باقری سے کہا۔

"باقری! ایک تجویز اور میرے ذہن میں ہے"۔

"ہاں بولئے امیر کیا ہے؟"

"کیا اس شخص کو لاک اپ سے ہی رہا کیا جاسکتا ہے؟"۔

"کیا مطلب؟"

"میں چاہتا ہوں کہ تم اسے چھوڑ دو"۔

"تو پھر......"

"ہم دیکھیں گے کہ اس کے بعد یہ کیا کرتا ہے، کہاں جاتا ہے، یہ ذمے داری تم
چھوڑ دو...... میرے پاس بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس کا تعاقب کریں گے اور یہ
لگانے کی کوشش کریں گے کہ صحرائے مینا سے واپسی پر اس نے ایسی کون سی شے حا
ہے جس کے بعد یہ اس قدر مطمئن ہے، ہم یہ معلومات حاصل کریں گے"۔

"نہیں...... یہ میرا منصب نہیں ہے اور امیر آپ جانتے ہیں کہ اسے ہاشم عبداللہ
نے گرفتار کیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں آپ کہ ہاشم عبداللہ فہادی کس پائے کا انسان
ہ، کبھی کوئی غیر قانونی عمل نہیں کرتا اور اسے کسی غیر قانونی عمل کے لئے تیار بھی نہیں
سکتا...... وہ اس بات کو کبھی نہیں مانے گا"۔

"آہ تو پھر کیا کیا جائے؟"۔

"صرف ایک تجویز اور ترکیب ہے جس سے تم اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو سکتے
، لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ اس شخص کے ساتھ ایسا کوئی عمل نہیں کیا جائے گا جو
ن کی گرفت میں آتا ہو"۔

"وہ ترکیب بتاؤ"۔

"تم اپنا یہ کیس واپس لے لو، کتاب تمہارے پاس پہنچ چکی ہے، ایک تحریر دے دی
ئے تو ہم اس شخص کو رہا کردیں گے"۔

"تحریر میں کیا لکھا ہو؟"۔

"یہی کہ اس شخص نے تم سے کتاب بے شک مجرمانہ طور پر حاصل کی تھی لیکن اسے
ہا کر دیا اور یہ چونکہ باعلم شخص ہے اس لئے علم کے حوالے سے علم کا احترام کرتے ہوئے
ں پر سے اپنا مقدمہ یا اپنی وہ شکایت واپس لینا چاہتے ہو تم یہ شکایت واپس لے لو گے تو
ہا کر دیا جائے گا" امیر عادل ثقفی بغور اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

اگر میں اس پر اس بات کا اظہار کروں کہ اس کی رہائی کا ذریعہ میں ہوں تو وہ چالاک
ہوشیار ہو جائے گا۔

"ہاں بے شک"۔

"تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تحریری طور پر درخواست واپس لے لوں اور تم لوگ
چھوڑ دو، لیکن یہ کہہ کر کہ اس پر کوئی مقدمہ قائم نہیں ہو سکتا"۔ علی باقری سوچ میں
گیا، اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے، اتنا کام میں تمہارے لئے بے شک کروں گا...... اس لئے کہ تم میرے

دوست ہو"۔

"ایسا ہی کرو، یقینی طور پر ایسا ہی کرو" امیر عادل ثقفی نے بحالت مجبوری کہا، یہ اندازہ تو اسے باطش خماش کے مزاج سے ہو چکا تھا کہ وہ اب عادل ثقفی سے کوئی تعاون نہیں کرے گا...... یہ علی باقری کا کردار تھا کہ اس نے قانون کے خلاف کچھ نہیں کیا...... امیر عادل ثقفی نے بالآخر وہ تحریر لکھ کر دے دی جس میں کہا گیا تھا کہ چونکہ اس کی گمشدہ کتاب اسے واپس مل گئی ہے، اس لئے وہ باطش خماش کے خلاف اپنی شکایات واپس لیتا ہے اور چونکہ عبداللہ فہدی نے شدید کاوش کر کے باطش خماش کو صحرائے مینا سے گرفتار کیا تھا اس لئے اس نے اس بات پر خاصی برہمی کا اظہار کیا تھا...... لیکن بہر حال وہ اب کسی بھی طرح باطش خماش کو قید نہیں رکھ سکتا تھا...... سبھی نے ایک ایسے شخص کو نظر انداز کر دیا تھا جو بنیادی حیثیت کا حامل تھا...... یعنی سادھان سارتی جو ان لوگوں سے بہت خوش تھا اور اس نے رہائی کے بعد جو سب سے پہلا جملہ اپنے منہ سے ادا کیا تھا وہ یہی تھا۔

"میرے دوست! جدید دنیا کے جادوگرو جنہوں نے بہت کچھ ایجادات کر لی ہیں، ذہنی طور پر اس قدر برتر نہیں ہو سکے کہ ہم انہیں واقعی عظیم سمجھیں...... ان سبھی نے مجھے نظر انداز کیا، رتی نہ پوچھا کسی نے کہ میں کون ہوں اور کب تمہارے ساتھ اس کام میں شامل ہوا"...... باطش خماش نے ہنس کر کہا۔

"میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تیرا ہی پراسرار علم ہے جس نے ان کے ذہن تیری جانب راغب نہ ہونے دیئے"۔

"نہیں میں کسی ایسی بات کو اپنے آپ سے منسوب نہیں کروں گا جس کی کوئی حقیقت نہ ہو"۔ پھر وہ وہاں سے ہوٹل ہی واپس آ گئے تھے...... باطش خماش نے اس دوران دو ہوٹلوں میں اپنا قیام رکھا تھا...... لیکن اب اس کی ضرورت نہیں تھی...... چنانچہ اس نے اپنا سامان یکجا کر لیا۔

ادھر امیر عادل ثقفی نے فوری طور پر مصر کی زیر زمین دنیا سے تعلق رکھنے والے چند ایسے افراد سے رابطہ قائم کیا جو اس طرح کے کام کر سکتے تھے اور عادل ثقفی جانتا تھا کہ طریقہ

و گا جو باطش خماش نے اختیار کیا تھا...... یعنی ایک مجرمانہ عمل...... جبکہ حلاش کے
لش خماش نے کامیابی سے اس کی کتاب حاصل کی اور اس کتاب سے اس نے جو کچھ
با یقینی طور پر صحرائے مینا تک اس کا سفر اسی بنیاد پر تھا، لیکن وہ صحرائے مینا سے کیا لایا،
ادل ثقفی کو نہیں معلوم ہو سکی تھی...... اور دولت میں کھیلنے والا بھلا اس بات کو کیسے
کر سکتا تھا...... عادل ثقفی جانتا تھا کہ باطش خماش اب رہا ہو گیا ہے اور یقینی طور پر
نے کچھ حاصل کیا ہے تو اسے لے کر وہ یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرے گا،
ن لوگوں سے اس نے رابطے کئے تھے انہیں ہدایت کی تھی کہ باطش خماش جہاں
ئے وہاں کا مکمل ریکارڈ رکھا جائے اور اس کے متعین کردہ افراد یہ کام کرتے
یہاں تک کہ عادل ثقفی کی خواہش پر انہوں نے باطش خماش کے سارے سامان کا
لے ڈالا اور اس کی تفصیلی رپورٹ عادل ثقفی کو پیش کر دی، بلکہ اس میں سے کچھ ایسی
ری بھی کر لی گئی تھیں جو ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں، لیکن ان اشیاء کو دیکھ
ثقفی نے سر پکڑ لیا۔

بے وقوفو! اس میں تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرے مطلب کی ہو۔ تم نے بلاوجہ
کا شکار کر دیا ہو گا...... ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اپنی حاصل شدہ شے اس نے کسی ایسی جگہ
و جہاں تک تمہاری رسائی نہ ہو سکی ہو"۔

عادل ثقفی! ہم نے ہر وہ جگہ دیکھی جہاں وہ گیا اور اس کا بھرپور جائزہ لیا...... لیکن
ہیں پتہ چل سکا کہ وہ کسی ایسی جگہ جاتا ہے جہاں اس کا جانا پراسرار سمجھنے کے قابل ہو
تر تفریح گاہوں میں آتا جاتا ہے اور اس کا ساتھی اس کے ساتھ ہوتا ہے، بس اس
وہ اور کچھ نہیں"۔

"آہ! میں مسلسل ناکامیوں سے دوچار ہو رہا ہوں...... یوں لگتا ہے جیسے باطش خماش
بل کر رہا ہے، ویسے جس طرح سے وہ مطمئن نظر آتا ہے...... اس سے یہ اندازہ ہوتا
اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا ہے، لیکن کیا!

"یہ سوچنا ہمارا کام نہیں"۔

"ٹھیک ہے، تم اپنا معاوضہ لو اور آرام کرو...... اب میں ہی کچھ کرتا ہوں" عادل ثقفی نے کہا اور جب باطش خماش اور سادھان سارتی نے عادل ثقفی کو اپنے کمرے کے دروازے پر دیکھا تو باطش خماش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت بڑے شخص نے اس معمولی سے ہوٹل میں آنے کی زحمت کی ہے۔ حالانکہ اب بھی تم پولیس کے اعلیٰ افسران کو بھیج کر ہمیں گرفتار کر کے اپنی رہائش گاہ میں بلوا سکتے تھے، نے ایسا کیوں نہ کیا عادل ثقفی"...... باطش خماش کے لہجے کے طنز کو محسوس کر کے عادل ثقفی نے کہا۔

"اصل میں میرے اندر ایک بہت بڑی خرابی ہے باطش خماش"۔

"شاید وہ خرابی ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بڑی ہوگی ورنہ تمہارے اندر موجود خرابیوں تو میں بھرپور جائزہ لے چکا ہوں...... تم اپنی کون سی خرابی کی نشاندہی کرنا چاہتے ہو عادل ثقفی"۔

"وہ یہ کہ جب میں کسی سے اپنے آپ کو کمتر سمجھ لیتا ہوں تو پھر اس کی برتری کو قبول کر لیتا ہوں اور تم نے مجھے اپنے آپ سے کمتر ثابت کر دیا ہے"۔

"ارے وہ کیسے"۔

"نہیں...... تم طنز کے کتنے بھی تیر برساؤ لیکن میں تم سے ایک گفتگو کرنا چاہتا ہوں"

"ضرور...... امیر عادل ثقفی"۔

"بہتر ہوگا کہ تم میرے ساتھ لنچ کرو"۔

"کیا اب تم مجھے کھانے میں زہر دینا چاہتے ہو؟" باطش خماش نے کہا اور امیر عادل چونک کر اسے دیکھنے لگا...... چند لمحات سنگین نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتا رہا...... پھر اس کہا"۔

"ہاں...... تم یہ بھی سوچ سکتے ہو، لیکن پھر بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہئے"۔

"ہمارے لئے ایک بہترین طعام کا بندوبست" باطش خماش نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" "یعنی۔

یعنی یہ کہ ہم بھلا ایک اتنے بڑے امیر زادے کے گھر کا کھانا کیوں نہیں کھائیں ہاں اگر تم ہمیں کھانے میں زہر ہی دینا چاہتے ہو تو وہ تمہاری اپنی بات ہوگی...... ہم وہ ں گے......" امیر عادل ثقفی نے گہری نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا پھر بولا"۔

تو پھر میں رات کے کھانے میں تمہارا انتظار کروں گا"۔

ہم ضرور پہنچیں گے" عادل ثقفی کے جانے کے بعد باطش خماش نے سادھان سارتی

تو تم کیا کہتے ہو؟"

ور اگر تم اس کی دعوت قبول نہ کرتے تو یہ میری مرضی کے خلاف ہوتا، طے یہ ں کہ اگر کوئی ایسی بات جس پر ہم آپس میں مشورہ کرنا چاہیں تو اس کے لئے کچھ نتخب کر لیں۔

الکل ٹھیک...... بھلا بتاؤ کیسے؟"۔

تم میری آنکھوں میں دیکھ لیا کرو، میری آنکھیں تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب گی"۔

کیا واقعی؟"۔

ور وہ جواب میری سمجھ میں بھی آجائے گا"۔

ونکہ وہ اشاروں کی زبان ہوگی جن کا راستہ ذہن سے آنکھوں تک اور آنکھوں سے ہوگا...... اس لئے تم اس کا تجربہ بھی کر سکتے ہو"۔

یہ تجربہ میرے لئے انتہائی دلچسپ ہوگا۔

بھی تو کچھ بھی نہیں ہے ہم بہت سے ایسے دلچسپ تجربات سے گزریں گے کیونکہ جانتا ہوں کہ اس جدید دور میں جبکہ ہر شخص اپنی عقل سے بہت کچھ کر چکا ہے۔ ہمیں توں سے کام لینا ہوگا جو ہمارے اندر پوشیدہ ہیں اور یہ تو حقیقت ہے کہ میں نروان ستے چھوڑ چکا ہوں، جن کے لئے میں اپنے طویل سفر پر نکلا تھا اور اب ان لوگوں سے قائم ہونا کچھ ناممکن ہی نظر آتا تھا جو برف زاروں کی گہرائیوں میں سو رہے تھے اور

یقینی طور پر وہ میرے خلاف انتقام کا جذبہ نہیں رکھتے ہوں گے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ میر
راستوں میں کہیں نہ کہیں مزاحمت کرتے، لیکن ایسا نہیں ہے، یہ بعد کی باتیں ہیں...... لگا
تم یہ سمجھ لو کہ میں نے اب اپنے تمام علوم کو جگا لیا ہے اور تمہیں بہت سی حیرت ناک باتوا
سامنا کرنا پڑے گا......" سو باطش خماش خاموش ہو گیا، لیکن امیر عادل ثقفی کی یہ دعوت ا
بہت زیادہ محتاط کئے ہوئے تھی...... امیر عادل ثقفی سے اب بھی بہت سے معاملات میں تعا
کیا جاسکتا تھا، کیونکہ بہر طور پر وہ بھی ایک محقق تھا اور باطش خماش کو اس سے بھی معلوما
حاصل ہو سکتی تھیں، البتہ یہ مسئلہ بالکل اس کے سامنے نہیں لایا جاسکتا تھا...... یعنی نیل
ساحرہ کا امیر عادل ثقفی نے ان دونوں کا پر جوش استقبال کیا...... چالاک شخص نے ا
آپ کو اس طرح بدل لیا تھا جیسے اس کے اور ان کے درمیان کوئی چپقلش ہی نہ رہی ہو
انہیں اپنے ڈرائنگ روم میں لے گیا اور معزز مہمانوں کی طرح بٹھاتے ہوئے بولا"۔

"تمہارے ساتھ یہ شخص جو ہے باطش خماش...... میرا اس سے کوئی تعارف نہیں
میں تو یہ سمجھتا تھا کہ عارضی طور پر تم نے اسے اپنی مدد کے لئے حاصل کر لیا ہے...... تم
تمہاری مرضی ہے...... میں اصل میں جو تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں...... وہ میرے لئے
اہمیت کی حامل ہے، لیکن یہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا دل میری جانب سے صاف نہیں ہو گا۔

"ہاں"...... کم از کم اس سلسلے میں جھوٹ بولنا میرے لئے ممکن نہیں ہے عادل ثقفی

"لیکن میرے دوست، تم میرا موقف کیوں نہیں سمجھتے، تم دیکھو، میں نے تو تم
پیش کش کی تھی کہ اس کتاب کی تکمیل میں میری معاونت کرو...... اپنی معلومات مجھے د
جب میں یہ کتاب مکمل کر لوں، اس کے بعد اگر تم اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتے ہو تو تمہیں
کا اختیار ہو گا...... میں نے یہ سب تم سے کہا تھا۔

"ہاں...... عادل ثقفی، لیکن صورت حال میرے لئے ممکن نہیں تھی...... میں اپنے
پر کوئی تحقیق کرنا چاہتا تھا، جبکہ مجھے اس میں نام و نمود سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

"ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اس میں کچھ میری غلطیاں ہیں اور کچھ تمہاری...... م
غلطی یہ ہے کہ مجھے تم سے تھوڑا بہت تعاون کرنا چاہئے تھا اور تم نے جو کچھ کیا باطش خماش

ے تم بھی واقف ہو، یعنی اگر میں یہ کہوں کہ صحرائے مینا کی نشاندہی تمہیں میری کتاب
ہوئی اور اس اہرام کی تو کیا یہ غلط ہو گا۔

"مجھے میرے ایک سوال کا جواب دو، عادل ثقفی جب تم اپنی تحقیق میں اس قدر آگے
گئے تھے کہ تم نے اپنی کتاب میں صحرائے مینا کی نشاندہی کر دی اور اس اہرام کی بھی، جس
تمہارے خیال کے مطابق کچھ ایسی چیزیں دستیاب ہو سکتی تھیں جو تمہاری تحقیق میں
ن ثابت ہوتیں تو تم نے خود اس جانب کا رخ کیوں نہیں کیا۔

"آہ اصل میں اس کی بھی کچھ وجوہات تھیں"۔

"یعنی ایسی وجوہات جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا"۔

"ہاں...... واقعی ایسی ہی وجوہات"۔

"وہ کیا وجوہات تھیں؟"۔

"نہیں بتا سکوں گا اور یہ وجوہات کسی ایسی کتاب میں درج نہیں ہیں جو تمہاری نگاہوں
سامنے آجائیں"۔

"چلو ٹھیک ہے...... کوئی بات نہیں...... میں بھی تم سے زیادہ نہیں پوچھنا چاہتا، لیکن
ال میں نے اس سلسلے میں جو کامیابی حاصل کی ہے اس میں تھوڑا سا تمہارا بھی حصہ ہے اور
، خماش کے ان الفاظ پر عادل ثقفی کا چہرہ سکڑ گیا...... وہ مشتبہ نگاہوں سے باطش خماش کو
ہوا بولا۔

"اور یہ تو میں ان پولیس افسروں سے بھی کہہ چکا ہوں کہ صحرائے مینا سے یقینی طور پر تم
ی چیزیں لائے ہو جو آگے تمہارے لئے کار آمد ہو سکتی ہیں اور تم نے ان اشیاء کو کسی ایسی
ہپا دیا ہے جہاں سے انہیں حاصل نہیں کیا جاسکتا"۔

"جبکہ تم نے میرے سامان کی تلاشی لینے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی ہے"۔

"تم اس سے واقف ہو" عادل ثقفی نے کہا اور باطش خماش مسکرانے لگا...... پھر بولا۔

"بہر حال"...... عادل ثقفی، اب تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"۔

"ایک درخواست، ایک تعاون، ایک ایسے شخص کی حیثیت سے جو اپنی شکست تسلیم

کر چکا ہے اور اس کا اعتراف بھی کرنا چاہتا ہے"۔

"یعنی تم اس بات کا اعتراف کرتے ہو کہ تم اپنی کاوشوں میں ناکام رہے ہو"۔

"ہاں"...... میں ہار گیا...... مجھے اس چیز کا احساس ہے، میں اس شئے کی تلاش میں مسلم
طور پر ناکام رہا ہوں...... جو تم نے وہاں سے حاصل کی ہے"۔

"اور میں تم سے یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی ایسی شئے نہیں
میں نے چھپانے کی کوشش کی ہو، یا میں نے اسے کہیں اور محفوظ کیا ہو"۔

"یعنی وہ تمہارے سامان میں ہی تھی"۔

"نہیں؟"۔

"تو پھر......"

"اصل میں تم اس شئے کا تعین نہیں کر سکتے اور اس سلسلے میں تم نے ایک سادہ لوح از
ہونے کا ثبوت دیا ہے لیکن میرے دوست امیر عادل ثقفی تم نے جو کچھ کیا ہے، اسے یاد کر
میرے ذہن کو ایک تردد کا احساس ہوتا ہے اور میں یہ سوچتا ہوں کہ تمہارے ساتھ
سلوک کیا ہونا چاہئے...... عادل ثقفی کے چہرے پر پریشانی کے اثرات نظر آئے اس نے کہ

"اصل میں سب سے بڑی بات یہ ہے باطش خماش کہ ہر انسان اپنی ذات کو انفرا
بخشنے کا خواہشمند ہوتا ہے اور میں بھی اس انسانی کمزوری سے دور نہ رہ سکا، تم ٹھیک کہتے ہو
بھی اپنے آپ کو اسی انسانی کمزوری سے منسوب ظاہر کرتے ہو جو میرے دل میں پیدا ہوئی
کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر تعجب کیا جاسکے، یعنی یہ کہ اگر میں اپنے احساس اور اپنی بر
خواہش کا شکار ہو کر اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمہیں ان حالات کا شکار کر
مجبور ہوا تو تمہارے دل میں بھی بدلے کا تصور پیدا ہونا چاہئے اور تم مجھے اپنی معلومات سے
رکھ کر اپنے انتقام کی اس خواہش کو پورا کر سکتے ہو کیونکہ جو انسانی کمزوری میرے اندر تھی
سے جدا تو نہیں ہو"...... باطش خماش نے مسکراتی نگاہوں سے امیر عادل ثقفی کو دیکھا اور

"تم نے بے حد شاطرانہ چال چلی ہے امیر عادل ثقفی یعنی مجھے بھی ایک کمزو
ثابت کرنے کی کوشش کر کے میرے ان جذبات کو ابھارا ہے جن کے تحت میں تمہ

پ کو برتر ثابت کرنے کے لئے وہ سب کچھ بتاؤں جو میں نہیں بتانا چاہتا، واہ عمدہ کوشش ہے
ں میرے معزز ساتھی کیا میں نے غلط کہا...... باطش خماش نے سادھان سارتی کی طرف
یکھتے ہوئے کہا جو ان حالات سے بالکل الگ تھلگ اپنے کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا اور یہ اس
نے اپنی دانست میں بہتر کیا تھا کہ باطش خماش کی اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا، بلکہ خاموشی
ختیار کر کے اپنی شخصیت کو چھپائے رکھا لیکن باطش خماش نے عادل ثقفی سے کہا"۔

"اور میں ایسا کروں گا نہیں، اس لئے کہ میں اپنے آپ کو انسانی کمزوریوں کا شکار نہیں
اہر کرنا چاہتا بلکہ یہ تو ایک دلچسپ بات ہوتی ہے کہ ایک تحقیق کرنے والا اپنی تحقیق کو منظر
ام پر لائے یا کم از کم کسی ایسے شخص کو اس کے بارے میں ضرور بتائے جو خود بھی اس سے
لچسپی لیتا رہا ہو اور میرے دوست امیر عادل ثقفی جیسا کہ میں نے تم سے کہا میں نے ایک
اص تحقیق کے لئے اپنا سب کچھ گنوا دیا اور اس کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا...... سو میں نے
ں تحقیق کو پالیا اور اپنی تشنہ آرزوؤں کا ایک حل تلاش کر لیا، جانتے ہو تم صحرائے بینا سے
یں نے کیا حاصل کیا۔

"آہ ضرور کوئی ایسی چیز جو تمہیں تمہاری تحقیقات میں بھرپور مدد دے"۔

"ہاں ایسی ہی بات ہے"...... باطش خماش نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اور بات اصل میں
یہ ہے کہ کبھی کبھی انسان اپنی آنکھوں کے سامنے موجود کسی ایسی شئے کو نظر انداز کر دیتا ہے
جو تمام چیزوں کا محرک ہوتی ہے، یعنی وہی والی بات کہ ایک شخص روزانہ سائیکل پر ایک تھیلا
رکھ کر سرحدی محافظوں کی مدد سے سرحد عبور کرتا تھا اور شام کو وہ اسی سائیکل پر واپس آجاتا
تھا...... سرحدی محافظ اس کے ساتھ رعایت برتتے تھے لیکن انکے ذہنوں میں یہ خیال موجود
تھا کہ وہ شخص کوئی اسمگلر ہے اور روزانہ کوئی ایسی شے لے کر پڑوسی ملک جاتا ہے جس سے
، منافع حاصل ہوتا ہے لیکن وہ کئی بار اس بوری کی تلاشی لے چکے تھے۔ یہاں تک کہ
ں نے سائیکل کے پرزے کھول کر ان میں سے بھی کسی شے کی موجودگی کو تلاش کیا تھا،
ا سائیکل کے پیچھے رکھی ہوئی بوری میں صرف ریت بھری ہوتی تھی اور اس کے علاوہ
شخص سے کبھی کچھ برآمد نہیں ہوا جبکہ سرحدی محافظ سخت الجھن کا شکار تھے کہ آخر یہ

شخص کیا چیز اسمگل کرتا ہے اور پھر ہم آج تک اسے کیوں نہ پکڑ سکے۔ انہوں نے اس کی ہر ممکن تلاشی لے ڈالی تھی جو وہ لے سکتے تھے لیکن وہ شخص بھی مطمئن نظر آتا تھا ایک دن سرحدی محافظوں نے اس سے کہا۔

"میرے دوست بات سنو، ہم نے تمہیں جو رعایت بخشی ہوئی ہے تم اس سے نہیں کرسکتے، یعنی یہ کہ ہم تمہیں بھرپور اجازت دیتے ہیں کہ تم سرحد عبور کرکے ملک جاؤ اور وہاں سے واپس آجاؤ، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تم بے مقصد اتنی مشقت نہ ہوگے، لیکن آج تک ہم یہ پتہ نہیں چلا سکے کہ تم کیا شے اسمگل کرتے ہو"۔ تو اس نے کہا...... اگر میں آپ کو یہ بتادوں کہ میں کیا شے اسمگل کرتا ہوں تو آپ میرا سر جانا روک سکتے ہیں۔

"نہیں عزیزم تم سے یہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ تم اسی طرح آتے جاتے رہو گے ہمیں یہ بتادو کہ ہم ہمیشہ اپنی کوششوں میں ناکام کیوں رہے ہیں، تم ایک سائیکل پر ر بوری رکھ کر جاتے ہو اور پھر اسی طرح واپس آجاتے ہو، پھر وہ کون سی شے ہے اسمگل کرتے ہو اور کس طرح اسمگل کرتے ہو"۔

"جناب اعلیٰ ٹھیک ہے میں آپ کو بتائے دیتا ہوں" میں سائیکل اسمگل کرتا ہوں

"کیا مطلب" سرحدی محافظ حیرت سے بولے۔

"آپ نے کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ جو سائیکل میں لے کر اس طرف ہوں وہ مقامی ساخت کی اور نئی ہوتی ہے اور جب میں واپس آتا ہوں تو ایک بوسیدہ اور سائیکل پر آتا ہوں، یعنی ایک قیمتی سائیکل میں مہنگے داموں فروخت کرتا ہوں اور تھوڑ قیمت پر ایک پرانی سائیکل لے کر واپس آجاتا ہوں۔ میرا ذریعہ معاش یہ ہے" تو می دوست امیر عادل ثقفی، باشم عبداللہ فہدی تمہاری پولیس فورس کا ایک بے مثال ذہا مالک شخص ہے لیکن اس نے یہ غور نہیں کیا کہ میں جب صحرائے مینا میں داخل ہوا تھا تھا کیونکہ وہ میرا تعاقب کررہا تھا لیکن جب ہم اس اہرام سے برآمد ہوئے تو دو تھے یعنی اور میرا یہ ساتھی اس نے صرف یہ تصور کرلیا کہ شاید وہ میرے ساتھی کو دیکھ نہ سکا ہوا

ں یہ کام کررہے ہوں لیکن ایسا نہیں تھا"۔

"یہ سادھان سارتی ہے جسے میں نے اہرام میں پایا ہے" باطش خماش کو یوں محسوس ہوا امیر عادل ثقفی بے ہوش ہوجائے گا، حیرت کا اتنا ہی شدید جھٹکا اس کے ذہن کو لگا تھا اور لمحوں تک وہ چکراتا رہا تھا، پھر وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سادھان سارتی کو دیکھنے لگا اور اس سحر زدہ لہجے میں کہا"۔

"آہ تم سچ کہتے ہو، باطش خماش تم سچ کہتے ہو ایسا ہی ہے اور اس کے نقوش اوہ میرے واقعی تم بالکل سچ کہتے ہو، ہر شخص عقل کل نہیں ہوتا اوہ میرے خدا یہ سادھان سارتی ماضی کی قدیم ترین تاریخ کا ایک کردار جو بسماساؤ کھناتے کے بارے میں ہر بات جانتا ہے، اس کے افکار و خیالات اس کے علوم اس کے بارے میں ہر بات آہ تو تم تاریخ کے ایک م دور سے معلومات کا عظیم خزانہ حاصل کرچکے ہو، تم نے مجھ پر برتری حاصل کرلی ہے۔ طش خماش واقعی تم نے مجھ پر برتری حاصل کرلی ہے اور یہ برتری میں دل و جان سے قبول رتا ہوں اور اب میں یہ نہیں کہہ سکتا امیر عادل ثقفی تم سے زیادہ دولت مند ہے، دولت تو علم ہوتی ہے جو انسان کو حاصل ہوجائے اور اسی علم کے لئے تو میں سرگرداں تھا، لیکن یہ ہاری تقدیر میں تھا۔

"سو اب میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں عادل ثقفی کہ نہ مجھے تمہاری اس کتاب سے وئی دلچسپی تھی جسے تم "آکسفورڈ یونیورسٹی" کے لئے لکھ رہے تھے اور نہ میں اس میں اپنے ام کی شمولیت چاہتا تھا، میرا مقصد تو اور ہی کچھ تھا اور میں اپنے اس مقصد کو تقریباً پاچکا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی میں ان سے مزید کچھ معلومات کا خواہشمند ہوں لیکن بہر حال مجھے میری کاوشوں کا پھل مل چکا ہے۔ عادل ثقفی میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں کہ تمہاری کتاب سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ تمہارا شعبہ ہے تمہیں مبارک اور مجھے جو کچھ حاصل ہوچکا ہے میں اس سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کروں گا، مجھے تمہاری اس کتاب سے اختلاف نہیں ہے اور نہ تھا، میں صاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ میں اس میں اپنے نام کا اندراج نہیں چاہتا، بلکہ اب جب میرے اور تمہارے درمیان یہ تعاون ہوچکا ہے مجھے اس بات پر کوئی

اعتراض نہیں ہوگا کہ تم اپنی کتاب کے لئے سادھان سارتی سے معلومات حاصل کروا
کچھ وہ بتانا چاہے اپنی پسند اور اپنی خوشی سے تمہیں بسماساؤ کھناتیوں کے بارے میں بتائ
اپنی شخصیت کے بارے میں بھی جو کچھ چاہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر یہ اس کی اپنی پسند ہو
میں تو تم سے یہی کہتا ہوں کہ میں سادھان سارتی سے تمہاری سفارش بھی کروں گا......
عادل ثقفی موم نظر آنے لگا تھا، وہ بہت متاثر ہو گیا تھا اور اس کی نگاہیں سادھان سارتی
جائزہ لیتی رہی تھیں، پھر اس نے عاجزانہ لہجے میں سارتی سے کہا۔

"اور یہ تو بہت ہی حیران کن بات ہے کہ تم ایک اہرام سے برآمد ہوئے ہو......
کاش اس کے بارے میں پتہ چل جائے کہ ایسا کیسے ہوا اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ زمانہ ق
سے اب تک ایک زندہ انسان کی حیثیت سے کیسے قائم دائم رہے ہو۔ میرے عزیز کیا تم
میری کتاب کی تکمیل میں مدد دو گے؟"۔

"اگر یہ چاہے...... سادھان سارتی نے سادگی سے باطش خماش کی طرف اشارہ کر
ہوئے کہا۔

"میں تو پہلے ہی یہ کہہ چکا ہوں سادھان سارتی کہ اگر تم اس بارے میں کچھ بتانا پسند کر

"اور اصل میں مجھے مستقبل میں نئی دنیا کے انسانوں کی مدد کی ضرورت ہے اور خص
اس کی جو میرا نجات دہندہ ہے اور جس نے مجھے ایسی مشکل سے نکالا ہے جس سے شاید
چھٹکارا حاصل ہونا ممکن نہ ہوتا سو جیسا یہ کہے مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔

"تم میرے معزز مہمان ہو اور فکر نہ کرنا کسی بھی چیز کی ماضی میں جو کچھ گزرا ایک
پھر میں تم سے اس کے لئے معافی چاہتا ہوں...... باطش خماش لیکن حال میں میری تحقیق
میری معاونت کر کے تم میرے لئے سب سے معزز انسان بن چکے ہو اور اب کچھ د
میرے ساتھ گزارو اور ہم دونوں اپنی معلومات کا تبادلہ کریں، بلکہ اب یہ الفاظ کہنا
شرمندگی کا شکار کرتا ہے۔ یہی کہنا مناسب ہے کہ تم میری معلومات میں اضافہ کرو، سو
باطش خماش کو ایک معزز مہمان کی حیثیت سے قیام کی دعوت دی گئی اور امیر عادل ثقفی
ہر وہ کوشش کی جس سے ان کی حمایت اور محبت حاصل ہو، سو تنہائی میں سادھان سارتی

ں خماش سے پوچھا۔

"کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں اسے اپنی داستان سناؤں"۔

"کوئی حرج نہیں ہے ویسے نئی دنیا سے روشناس ہونے میں ہمیں جن کی معاونت کی
رت ہے ان میں سے ایک شخص یہ بھی ہے۔

"مگر ایک شرط کے ساتھ"۔

"کیا"؟۔

"تو میرا کب تک ساتھ دے سکے گا باطش خماش"۔

"میں تیرے ساتھ ہوں اور جب تو یہ چاہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کر لوں تو
آگاہ کر دینا کہ اب تجھے میری ضرورت نہیں...... میں تجھے پریشان نہیں کروں گا"۔

"پھر ٹھیک ہے"...... سو نشست ہوئی اور باطش خماش نے امیر عادل ثقفی سے کہا۔

"اب تم میرے دوست سے جو معلومات حاصل کرنا چاہو کرو"۔ سو عادل ثقفی نے کئی
تک کھناتیوں کے مذہب ان کے عقائد اور ان کی کاوشوں کے بارے میں سادھان
تی سے سوالات کئے اور ان کے نوٹس لیتا رہا۔ یہاں تک کہ غاروں میں سونے والوں کی
منظر عام پر آئی اور سادھان سارتی اپنے دل کی لگن کا شکار ہو گیا، یعنی دورانِ گفتگو جب
کا ماضی اس کی آنکھوں کے سامنے گردش میں آیا تو اسے اپنی محبت بھی یاد آگئی اور سیفا کی
ادہرائی جانے لگی، امیر عادل ثقفی پتھرائے ہوئے انداز میں یہ کہانی سن رہا تھا اور کہانی
ے بڑھتی رہی، یہاں تک کہ صحرائے مینا کے اہرام تک پہنچی اور ارسلاس کا نام سن کر امیر
ل ثقفی جس طرح چونکا تھا۔ باطش خماش نے بھی اس پر غور کیا اور جب سادھان سارتی
وش ہو گیا۔ تب باطش خماش نے کہا۔

"امیر عادل ثقفی ایک نام پر تم چونکے تھے کیا، اس نام پر چونکنے کی کوئی خاص وجہ تھی۔
عادل ثقفی نے اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کہا جاتا ہے کہ چراغ سے چراغ جلتے ہیں اور میں بھی سادھان سارتی کو کچھ ایسی
مات فراہم کرنا چاہتا ہوں جسے چراغ جلنے کے مترادف ہی کہا جا سکتا ہے۔

"کیا"...... باطش خماش نے چونک کر کہا۔

"میں جو کچھ سادھان سارتی سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا میں سمجھتا ہوں مجھے حاصل ہو چکی ہیں اور کھناتی مذہب کے بارے میں جتنی بھی تفصیلات درکار تھیں میں سمجھ ہوں مکمل ہو چکی ہیں لیکن اب میں سادھان سارتی پر جو انکشاف کرنا چاہتا ہوں وہ یقینی طور باطش خماش تمہارے لئے اور سادھان سارتی کے لئے حیران کن دلچسپ اور شاید کارآمد بھ ثابت ہو، باطش خماش ہی نہیں بلکہ سادھان سارتی بھی تحیر خیز نگاہوں سے امیر عادل ثقفی کو دیکھ رہا تھا اس نے کہا۔

"جیسا کہ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا چکا ہوں کہ میرا خاندان مصر کے دولت م خاندانوں میں رہا ہے اور صدیوں سے ہم صاحب ثروت رہے ہیں اور انہی زمینوں میں ا ایسی حویلی بھی تھی جس کی عمر سینکڑوں سال بتائی جاتی ہے اور جو اب بھی ایک جگہ موجود اور اس حویلی کی داستان بڑی پراسرار ہے، اب تو وہ ایک کھنڈر کی شکل اختیار کر چکی ہے اور کچھ ہے میرے پاس کہ اس حویلی کا کوئی مصرف میری سمجھ میں نہیں آیا۔ سو میں نے ا یونہی قائم رہنے دیا اور کہا یہ جاتا ہے کہ تین سو سال قبل از مسیح میرے اجداد وہیں قیام کر تھے اور ظاہر ہے ان کا مذہب وہ نہ تھا جو میرا ہے۔ وہ مختلف مذہب کے لوگ تھے اور انہی میرے جد امجد ارسلاس اعظم بھی تھے اور ارسلاس اعظم کے ساتھ سیفا کا نام بھی لیا ہے۔ ایک پراسرار کہانی کے طور پر یوں سمجھ لو کہ تم اسی خاندان تک پہنچے جس سے کچھ ع سیفا منسلک رہی ہے اور ہوا یوں کہ ایک بار میں اپنی جستجو کے دوران اس ٹوٹی حویلی تک اور یونہی میرے دل میں خیال آیا کہ اپنی اس خاندانی حویلی کا گہری نگاہوں سے جائزہ لوں میں اسی جستجو میں تھا کہ مجھے ایک تہہ خانہ دریافت ہوا جو زیر زمین ایسی جگہ تھا جس کے با میں کسی کو معلومات حاصل نہیں تھیں اور چونکہ میرا شعبہ جو کچھ بھی ہے اب تمہار میں ہے، اس بوسیدہ تہہ خانے میں ایک باقاعدہ لائبریری بنائی گئی تھی، جس میں انتہائی کتابیں رکھی ہوئی تھیں، ایسے نایاب نسخے جن کا شاید دنیا میں کہیں وجود نہ ملے لیکن افسو سب اس حالت کو پہنچ چکے تھے کہ چھونے سے لئی بن جاتے تھے، میں ان میں سے ایک

تاب نہ حاصل کر سکا اور میرے دل کو انتہائی دکھ کا احساس ہوا۔ اس عظیم الشان خزانے نہ جانے کیا کیا کچھ پوشیدہ ہوگا۔ البتہ ایک کتاب کے کچھ اوراق میرے ہاتھ لگے جو اسی گل گئی تھی لیکن اس کا کچھ حصہ سلامت تھا۔ یہ کتاب کئی زبانوں میں لکھی گئی تھی اور انیں ان میں ایسی تھیں کہ جنہیں میں آج تک نہیں سمجھ سکا، ہاں خود ارسلاس اعظم پی زندگی کے جو کچھ واقعات لکھے تھے انہیں میں نے پڑھ لیا اور انہی میں کچھ اوراق ایسے ہیں جو ناقابل فہم زبان میں ہیں لیکن بات چونکہ اس قدر دلکش نہیں تھی، صرف ایک کی داستان تھی اس لئے میں نے اس پر زیادہ تحقیقات نہیں کی، لیکن اگر تم چاہو سادھان تی تو کتاب کے وہ اوراق میں تمہیں دکھا سکتا ہوں۔

"آہ کیا وہ تمہارے پاس موجود ہیں؟"۔

"موجود اور محفوظ"...... امیر عادل ثقفی نے جواب دیا، باطش خماش اور سادھان تی مضطرب ہو گئے تھے، یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہوئی تھی، یعنی اب امیر عادل ثقفی پر ان سان نہیں رہا تھا بلکہ اگر امیر عادل ثقفی وہ کتاب دکھا دے تو سادھان سارتی پر اس کا براہ ت احسان ہوگا چونکہ اس میں سیفا کی داستان تھی اور ارسلاس کے بعد سیفا کی داستان کا اگلا کہیں سے نہیں معلوم ہوتا تھا تو سادھان سارتی بے چین ہو گیا اور عادل ثقفی نے کہا۔

"میں تمہیں کتاب کے وہ اوراق دکھاتا ہوں میں یہ نہیں کہتا کہ تم مستقبل کی تحقیق مجھے شامل کرو کیونکہ شاید میرے پاس اب وہ وقت باقی نہیں رہے گا جس میں کسی اور ب توجہ دی جا سکے، سو اس کتاب سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے تو وہ تمہاری ت ہوگا اور اگر تم چاہو تو میں تمہاری اس حویلی تک بھی رہنمائی کر سکتا ہوں جو اب ایک ٹے کھنڈر کی شکل میں ہے۔

"آہ تم مجھے کتاب کے وہ اوراق دکھاؤ"...... باطش خماش نے کہا اور عادل ثقفی اپنی جگہ ے اٹھ گیا، اس نے اسے یہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا تھا...... پھر شیشے کے ایک چوکور بکس ں جو شاید ان نایاب اوراق کو محفوظ رکھنے کے لئے ہی بنایا گیا تھا۔ وہ کتاب کے اوراق لے کر پس پہنچ گیا۔ بوسیدہ کتاب کے چاروں طرف کے کنارے گل سڑ چکے تھے کہ چھوئیں اور

ریزہ ریزہ ہو جائیں، لیکن کمال احتیاط سے باطش خماش نے ان اوراق کو ایک دوسرے
الگ کیا اور چونکہ خود بھی وہ قدیم تحریریں پڑھنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا، اس لئے باطش
خماش اور سادھان سارتی دونوں ہی ان اوراق پر متوجہ ہو گئے۔ امیر عادل ثقفی جانتا تھا
جب کسی تحریر کا معمہ حل کرنا ہو تو اس میں وقت کا کوئی تعین نہیں ہوتا۔ سو اس نے کہا۔

"اور اگر تم لوگ مجھے اجازت دو تو میں تمہارے اس کام میں مداخلت نہ کروں بلکہ یہ
اپنے کام میں مصروف ہو جاؤں اور مطمئن رہو بالکل ہی تمہارے درمیان کوئی مداخلت نہ
کی جائے گی...... باطش خماش نے شکر بھری نگاہوں سے امیر عادل ثقفی کو دیکھا اور ثق
وہاں سے اٹھ کر چلا گیا...... پھر اس نے دروازے میں رک کر کہا"۔

"اور جس شئے کی حاجت ہو تو یہ گھنٹی بجا کر نوکر کو طلب کرنا اور اسے اپنی ضرور
کے بارے میں بتا دینا...... تب باطش خماش اور سادھان سارتی نے ایک دوسرے کی شک
دیکھی اور باطش خماش سے بولا۔

"آہ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہوئی سادھان سارتی اس طرح سے تو تم ارسلاس کے
سیفا کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو۔

"ہاں ایسا ہی ہے اور دیکھو...... یہاں سے ارسلاس سیفا کے بارے میں کیا کہتا ہے"۔

"میں تمہیں سناتا ہوں، باطش خماش نے کہا اور سادھان سارتی چونک کر اسے دیکھنے
پھر بولا۔

"تم یہ تحریر پڑھ سکتے ہو؟"

"ہاں"...... باطش خماش نے کہا اور بولا۔

"چاند اگر اپنی کرنوں کو جسم انسانی میں مکمل کر دے تو سیفا بن جائے اور وہ کہتی ہے کہ اس۔
دیوی زیوا اس کا روپ چرا لیا۔ سو اہل یونان اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ حسن و جمال کی ایک
دیوی نے ان کے درمیان جنم لیا، جس کے بعد حسن کا تصور ختم ہو جائے اور کیا ہی افسوس
بات ہے کہ ایک دیوی کو انسان کے ہاتھوں نقصان پہنچا یعنی وہ شاطرہ جسے دیکھ کر اس طر
میں بے حواس ہوا کہ آج تک اپنی بے حواسی پر شرمندہ ہوں، مجھے تو یوں لگا جیسے

نے اپنی زندگی کے لئے ایسی بیماری خریدی ہو جس کا کوئی علاج نہ ہو، لیکن خلوتوں میں
یا شاہکار کہ جسے الفاظ میں قید نہ کیا جا سکے۔ سو زندگی کے جو ادوار میں نے گزارے
کا جو وقت میں نے گزارا اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کو اپنی پسند کا ایک لمحہ مل
تو وہ اس کی ساری زندگی پر محیط ہوتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اپنی پسند کی چیزوں کو
یل میں لئے رکھنا انسان کی خواہش ہوتی ہے...... سو ایسا تو میں بھی چاہتا تھا لیکن بعد کی
سے پتہ چلا کہ وہ تو ایک ہوا ہے جو اپنی جگہیں تبدیل کرتی رہتی ہے، اپنا رخ تبدیل
ہتی ہے۔ آہ سیفا جو کچھ بھی ہے لیکن تیرے ساتھ گزرے ہوئے لمحات شاید قبر میں
ر موت کے بعد بھی میری زندگی کے خوشگوار لمحات بن جائیں اور میں ان یادوں کے
ے موت کی تاریکیوں میں بھی اپنے لئے روشنیاں تلاش کر لوں اور یہی تو ہوا تھا جب وہ
ں تو مجھے یوں لگا جیسے آسمان میں ٹکے ہوئے تاروں میں سے کوئی تارا ٹوٹ کر زمین پر
ا اور ایک اجنبی نے اسے سہارا دیا اور کیا ہی معصومیت تھی اس کے وجود میں کہ لگتا ہی
تھا کہ وہ زمینی مخلوق ہے اور جب اس زمینی مخلوق نے میری محبت قبول کر کے محبوبیت
ام آداب اختیار کئے تو میں نے سوچا کہ دنیا میں اس کے بغیر جینا بے کار ہے اور یہی ہوا
ارسلاس اس کی محبت میں دیوانہ ہو کر ہر چیز سے بیگانہ ہو گیا اور وہ بھی مجھ پر اپنی محبت
نے لگی۔ تصور میں بھی نہیں آیا کہ اس آسمانی مخلوق کے سینے میں کچھ اور بھی پنہاں
... سو لوگ تو یہی کہتے تھے کہ ارسلاس تو جس راستے پر سفر کر رہا ہے اس میں تیرے
ائی ہے اور یہ کوئی نہ کہتا تھا کہ اس حسینہ کو چھوڑ دے جو میرے ساتھ مصر کے بازاروں
تی تھی تو لوگ اپنی منزل بھول جاتے تھے اور نجانے کہاں کہاں اس کے چرچے ہوتے
ر کوئی یہ نہ کہہ پاتا کہ وہ کون ہے، سو میرا اور اس کا ساتھ رہا اور میں اپنے ان راستوں
ا جا رہا تھا جو میرے لئے ضروری تھے، تب سیفا ہی نے کہا کہ ارسلاس اپنی ضروریات پر
جہ دو، میں تمہارے قریب ہوں" اور بھلا تم سے زیادہ حسین مرد مجھے کون ملے گا جو ایک
تھی بھی ہو اور ایک دلکش شخصیت بھی تو میں سوچتا تھا کہ ایک عورت جب اپنی زندگی
لے مرد کو دیکھتی ہے تو وہی اس کی تمناؤں کا آخر ہوتا ہے اور یہی روایات سنتا چلا آ رہا تھا

توسیفا کی جانب سے بھی مطمئن تھا۔

پھر یوں ہوا کہ ایک سمندری جہاز نیل کے راستے ساحل سے آلگا اور یہ جہاز میرے دوست سیروس کا تھا جو تاجر تھا اور مال تجارت لے کر اپنے جہاز کے ذریعے جگہ جگہ کا سفر کرتا تھا...... بہت پہلے سے یہ بات میرے اور اس کے درمیان طے تھی کہ وہ مصر آئے گا تو مجھ سے ملے گا، میرا مہمان ہوگا...... سیروس سے اتنے اچھے تعلقات تھے میرے کہ میں اس کی آمد سے بہت خوش ہوا اور میں نے اس کی پذیرائی کی، اسے عزت و احترام کے ساتھ ایک قیام گاہ میں پہنچایا اس کی دعوتیں وغیرہ کرتا رہا، وہ اپنے کام میں مصروف رہا اور اس کام میں مصروف ہو کر میں اور کئی دن تک سیفا سے نہ مل سکے، یعنی اس سے سیفا کا تعارف ہی نہیں ہوا تھا...... جب اپنی خا رہائش گاہ میں میں نے اسے طلب کیا تو وہ سیفا سے ملا اور اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا، لیکن وہ نیک مزاج انسان تھا، جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ سیفا میرے حرم کا پھول ہے تو اس نے احترام سے نگاہیں جھکا لیں۔ اس کے ساتھ اس کے ذاتی سپاہی بھی تھے جو خود بھی سیفا کو دیکھ کر مبہوت رہ گئے تھے اور ان میں ایلاک بھی تھا...... ایک تندرست و توانا جوان جسے دیکھ کر محسوس ہوتا تھا جیسے گیلی اور نم زمین سے ابھی ابھی کوئی پھول کھلا ہو، اس کے نقوش تو زیادہ اچھے نہیں تھے لیکن اس میں کچھ ایسی کشش تھی کہ عورت تو عورت مرد کی نگاہیں اسے دیکھ کر اس پر کچھ لمحوں کے لئے جم جائیں...... لیکن چونکہ ایک معمولی سا آدمی تھا لئے قابل توجہ نہیں تھا۔ سیروس نے سیفا کی تعریف کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ میں خوش نصیب ترین انسان ہوں جس نے حسن کے سب سے بڑے خزانے کو حاصل کر لیا اور بہر حال یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں تھا جس پر میں توجہ دیتا...... لیکن سیفا، آہ سیفا، آہ سیفا!! یوں کہ جب سیروس واپس گیا اور میں نے خود اسے جہاز میں سوار کیا اور جب میں اپنی پر آیا تو سیفا موجود نہیں تھی۔

ہاں وہ گم ہو گئی تھی...... نجانے کب کیسے کہاں میرے ذہن کے کسی پردے پر آیا کہ سیفا سیروس کے ساتھ جا سکتی ہے اور سیروس کے ساتھ تو میں صبح و شام مصروف تھا اور نہ ہی اس نیک اور دیانت دار شخص نے کبھی سیفا کے بارے میں کوئی نازیبا لفظ کہا

یہ ظاہر ہو کہ ایک عام پسند کے علاوہ اس کے دل میں سیفا کے لئے کوئی اور تصور ابھرا ہو، ں میں سیفا کی تلاش میں دیوانہ ہو گیا...... ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال نہیں تھا کہ سیفا ں سے کہیں اور جا سکتی ہے اور یہ سمجھ میں ہی نہ آیا کہ یہ کیا ہوا...... لیکن پھر ایک خادمہ ڈرتے ڈرتے مجھے بتایا کہ سیفا، سیروس کے جہاز پر چلی گئی ہے اور اس نے اس خادمہ سے پنے دل کی بات کہی تو اس نے کہا تھا کہ دولت، عزت، شہرت، عیش و آرام کی زندگی اپنی ت کے سامنے بے مقصد ہوتی ہے اور دیکھو ذرا سیروس کو کہ دولت کا پہاڑ لگتا ہے، لیکن میں وہ کشش کہاں جو اس کے ایک سپاہی ایلاک میں ہے...... ایلاک کو دیکھ کر تو یوں دل ہتا ہے کہ زندگی اس کے قدموں میں نثار کر دی جائے...... سو خادمہ نے ارسلاس کو یہ بھی یا کہ ایلاک بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے اور رو رو کر کہتا ہے کہ کہاں وہ حسن کا یار اور کہاں وہ ایک معمولی سا سپاہی، لیکن سیفا نے رازدار ملازمہ سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ لاک کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہے، ایلاک کے سوا اسے اس دنیا میں کچھ نظر نہیں تا...... تو یہ اندازہ ہوا کہ وہ ایلاک کے ساتھ چلی گئی ہے۔

اور اب مجھے انتظار کرنا تھا یعنی ارسلاس کو کہ جب سیروس اپنی منزل پر پہنچے تو ارسلاس ری طور پر وہاں جا کر سیفا کے بارے میں سیروس کو بتائے اور ارسلاس غم سے دیوانہ ہو گیا ا اور لوگوں کے طعنوں سے دلبرداشتہ ہو کر گوشہ نشین۔

پھر بہت عرصے کے بعد جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ سیروس اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے تو اس نے راہ سفر اختیار کی...... اور بالآخر سیروس کے پاس جا پہنچا...... لیکن بیچارے یروس کو تو کچھ بھی نہیں معلوم تھا، البتہ یہ اس نے ضرور بتایا کہ ایلاک کہیں راستے ہی میں گم ہو گیا تھا اور اس کے بعد پتہ نہ چلا یعنی ایک ایسی بندرگاہ پر جہاں اس نے قیام کیا تھا اور اس کے بعد ایلاک وہاں سے انہیں دستیاب نہیں ہو سکا تھا، جبکہ اسے ہر جگہ تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ ملا ور سیروس نے یہ بھی کہا کہ اسے تو بالکل معلوم نہیں تھا کہ جہاز پر وہ حسین عورت موجود ہے، یعنی اب یہاں سے کچھ بھی نہیں پتہ چل سکا تھا اور ارسلاس شدت غم سے دیوانہ ہوا، بیمار ہوا اور بالآخر اس نے سرزمین مصر پر دم توڑ دیا...... یہ مختصر سی داستان اس بات کا اظہار کرتی

تھی کہ سیفا ایلاک کے ساتھ ایک مخصوص جگہ تک پہنچی اور اس مخصوص جگہ کا نام بھی موجود تھا، لیکن یہ ماضی کی بات تھی اور جتنا عرصہ گزر چکا تھا اس کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس شیطان زادی نے اس کے بعد کیا عمل کیا...... اور اس تصور سے باطش خماش اور سادھان سارتی افسردہ ہوگئے، لیکن یہ بھی سچ تھا کہ امیر عادل ثقفی نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا...... سو کتاب کے وہ اوراق جو اس کی امانت تھے اسے واپس کر دیئے گئے اور عادل ثقفی نے کہا۔

"کیا ہی عجیب بات ہے باطش خماش کہ ہم دونوں کچھ عرصے کے لئے بدترین دشمن رہے اور پھر بہترین دوست بن گئے، لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میں تمہارے لئے مزید کیا کروں"۔

"بس عادل ثقفی تم ہماری جو کچھ مدد کر سکتے تھے وہ تم نے کی اور یہ بات بھی تم ہی سے ہمارے علم تک پہنچی کہ کتاب کی تکمیل کے سوا تمہارے پاس اور کوئی ایسی خواہش نہیں ہے جس میں تمہیں ہماری ضرورت ہو تو اب یوں کرو کہ اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں، بلکہ یہ تو ہم نے کہا کہ ہم تمہیں آئندہ بھی اپنی معاونت پیش کر رہے ہیں۔ سو اب تم یہ بتاؤ کہ تم ہم سے کچھ اور تو نہیں چاہتے"۔

"نہیں اور میں نے بھی تم سے سچ کہا کہ اب میں تمہارے اچھے دوستوں میں شامل ہوں"۔

"تو پھر ٹھیک ہے اب ہمیں اجازت دو"۔

"نہیں میرے دوستو! جب تک مصر میں ہو میرے پاس قیام کرو"۔

"یہ مناسب نہ ہوگا چونکہ ہمیں آگے قدم بڑھانے کی ضرورت ہے"۔

تو پھر وہ ایک ہوٹل میں منتقل ہوگئے، حالانکہ ثقفی چاہتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ رہیں لیکن اب یہ مناسب نہیں تھا تو سادھان سارتی نے کہا۔

"اور یہ سچ ہے کہ تیری اس جدید دنیا سے میں بالکل واقف نہیں ہوں بلکہ جو کچھ دیکھ ہوں حیرت سے گنگ رہ جاتا ہوں، لیکن اب جو نئی صورت حال میرے سامنے آئی ہے اس میں مجھے اپنے اس قدیم علم کا سہارا لینا پڑے گا جو کبھی میں نے سیکھا تھا اور کیا کہانی سناؤں اس علم کو سیکھنے کی کہ اور طویل داستان کا آغاز ہو جائے گا...... بس یوں سمجھ کہ ایک ایسا صاحب

مجھے ملا تھا جو دنیا سے کنارہ کش ہو چکا تھا اپنی تحقیق مکمل ہونے کے بعد اور کون جانے ہم بھی اسی کیفیت سے دوچار ہوں، اصل میں انسان کی فطرت بڑی عجیب ہوتی ہے۔ وہ کی جستجو کرتا ہے اور پالیتا ہے تو پائی ہوئی چیز اس کے لئے بے حقیقت ہو جاتی ہے اور وہ ہوں کی تلاش میں چل پڑتا ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پالیتے ہیں انہیں پھر کچھ کرنے رزو نہیں رہتی...... اور جب انسان کے دل میں کچھ حاصل کرنے کی آرزو نہ ہو تو وہ ں سے دور ہونا پسند کرتا ہے، سو ایسا ہی حال اس شخص کا تھا جس نے ہواؤں کے رخ ت کئے تھے"۔

"ہواؤں کے رخ"۔

"ہاں...... پراسرار خلاء میں زمین اور آسمان کے درمیان جو ماورائی قوتیں موجود ہیں نہیں ہم ماورائی قوتیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انسانی عقل سے بلند ہوتی ہیں اور انسانی کی پہنچ محدود، سو وہ انہیں سمجھ نہیں پاتا اور جو بات سمجھ میں آئے وہ ماورائے عقل ہے تو ہواؤں کے رخ کو جاننے والا یہ سوچ بیٹھا تھا کہ اس کی تحقیق مکمل ہے اور اب کیا کرنا چاہئے تو پھر ایسے لمحات میں وہ مجھے ملا جب وہ اپنی زندگی کو اختتام تک پہنچا رہا تھا مدید بیماری کا شکار تھا۔

سو میں نے اس کی خدمت کی اور اس نے مجھ سے کہا کہ نوجوان میں تمہیں ایک فن ، جا رہا ہوں، اس فن کی تکمیل تو میں نے کی لیکن اب یہ سوچتا ہوں کہ یہ میرے لئے بے ا۔ آہ کاش میں مستقبل میں اپنے اختتام کو تلاش کر سکتا لیکن میں نے تو ہواؤں کے رخ ت کئے اور ہوائیں جو گزرنے کے ساتھ اس طرح اپنے وجود میں کہانیاں سمیٹ لیتی لہ یہ کہانیاں ان میں زندہ رہیں اور وہ تحلیل ہو جائیں لیکن درحقیقت وہ تحلیل نہیں یہ کہانیاں ہوا میں گردش کرتی رہتی ہیں اور کیا تو یہ بات جانتا ہے کہ کسی دور دراز نے میں کبھی کبھی تیرے کانوں میں انسانی آوازیں ابھرتی ہیں اور کبھی کبھی ایسے تصورات ے خوابوں میں آجاتے ہیں جن کا تیری زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا"۔

"ہاں"...... میں نے اس دانا شخص سے کہا۔

"تو بتا وہ کیا ہوتا ہے......؟"

"میں نہیں جانتا"۔

"ہواؤں میں کہانیاں قید ہوتی ہیں اور وہ آوازیں جن کا تعلق ان کہانیوں سے ہوتا ہے
اور جب کھلے دماغ کے ساتھ وہ ہوائیں کبھی دماغ میں سرائیت کر جاتی ہیں تو وہ خواب نظ
آتے ہیں جن کا زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن اصل میں یہ خواب ہواؤں کی تصویر
پیش کرتے ہیں اور تو ان کے بارے میں جان نہیں پاتا...... سو میں نے ہواؤں کے ر
دریافت کئے ہیں لیکن تلاش شرط ہے یعنی فضاؤں میں گردش کرتی ہوئی ہواؤں میں اگر ت
اپنا ماضی تلاش کرنا ہو یا کوئی ایسی چیز جو تیرے دل میں خواہش بن گئی ہو تو تو ہواؤں کے ر
پر اپنے آپ کو چھوڑ دے رخ بدلتا رہ اور جانتا ہے رخ کتنے ہوتے ہیں"۔

"چار......" میں نے کہا اور وہ شخص ہنس پڑا پھر بولا۔

"نہایت احمقانہ بات ہے جو تو نے کہی تو مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی بات کر
ہے لیکن تجھے شاید اس کا علم نہیں ہے کہ ایک لاکھ اکتالیس ہزار رخ ہوتے ہیں جو فضا
سے تعلق رکھتے ہیں اور کیا تو سورج کی کرنوں کو گن سکتا ہے۔

"نہیں......"

"تو پھر یوں کر کہ سورج کی کرنوں کے ساتھ ساتھ ہواؤں کے رخ تلاش کر اگر
سورج کی کرنیں چار نظر آئیں تو بے شک یہ چار ہی رخ ہوں گے اور اگر تو انہیں گن نہ
تو سمجھ لے کہ اس میں ہر کرن کا ایک الگ رخ ہوتا ہے۔ ایک عجیب منطق تھی، ایک ع
کہانی لیکن میرے لئے باعث دلچسپی کیونکہ بسماساؤ کھناتے تو مذہب ہی جاننے کا تھا اور ج
کے لئے تو ہم نے اپنی زندگی کو خیر آباد کہہ دیا تھا...... میں نے اس علم کی چھان بین کی ا
شخص اپنی زندگی میں مجھے ہواؤں کے رخ کی پہچان بتاتا رہا اور شاید تو یقین نہ کرے با
خماش کہ میں نے ہواؤں کے لاتعداد رخ دریافت کر لئے اور میرے علم کے ذخیرے
ایک اور خزانے کا اضافہ ہو گیا۔

"مگر میں اس بات سے مطلب نہیں سمجھا"۔

"آہ میں تجھے بھی ہواؤں کے رخ بتانا چاہتا ہوں تاکہ جب ہم ماضی میں اسے تلاش
کے لئے نکلیں تو ہواؤں کے رخ کے ساتھ ساتھ ماضی کا سفر کر سکیں اور یہ پتہ
ں کہ ارسلاس کے پاس سے نیل کی ساحرہ کہاں گئی اور ایلاک نے اسے کہاں چھوڑا یا پھر
ے ایلاک کو کہاں چھوڑا۔

"کیا یہ ممکن ہے؟"۔

"کل کھلے صحراؤں میں اس کا تجزیہ کریں گے۔

"اور یہ بات میرے لئے باعث کشش ہے...... باطش خماش نے جواب دیا۔

☆......☆

وقت کی ہوائیں سیفا کی کہانی کچھ یوں سناتی ہیں کہ اس پراسرار عورت کے ماضی کے
بارے میں پوری تفصیل شاید ہی کسی کو معلوم ہو، ایلاک کو دیکھنے کے بعد اس نے دل میں فیصلہ
کیا کہ اب ارسلاس اس کے لئے بے کشش ہے اور یہ تو ہونا ہی نہیں چاہئے کہ کسی ایک کے دام
فریب میں گرفتار ہو جایا جائے اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلی جائے۔ یہ وجود جس نے حیات
ابدی حاصل کی ہے اور جو عجیب و غریب صفات کا حامل ہے۔ صرف اپنی پسند کی قید کا متمنی تھ
اور ایلاک سیروس کا ایک معمولی غلام جو کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن سب سے بڑی حیثیت
اس کی شاندار جوانی تھی۔ جو اب زہریلی ناگن کی نگاہوں کا نشانہ بن رہی تھی۔ سو بھلا سیفا جیس
چالاک عورت کے لئے یہ کام کیسے مشکل تھا کہ وہ ارسلاس کو احمق بنادے اور ارسلاس سیرو
کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور یہاں تک کے سیروس نے واپسی کی ٹھانی اور اپنا جہاز تیار کیا، پھ
اس نے سیروس کو خدا حافظ کہا اور سیروس اپنا جہاز لے کر چل پڑا۔ ایلاک تو بس ایک غلام تھ
جس کے سپرد جو ذمہ داریاں تھیں انہیں پورا کرنے میں ہی اس کی بقاء تھی، سو وہ اپنے فرائض
سرانجام دے رہا تھا اور کچھ نہیں جانتا تھا کہ کیا ہو چکا ہے اور جو ہو چکا ہے اس میں اس کی ذات
کس طرح ملوث ہے، پانی کی پھیلی ہوئی چادر پر عظیم الشان جہاز سفر کر رہا تھا اور جہاز پر سف
کرنے والے ہواؤں کے تعاون سے مطمئن تھے کہ جہاز پرسکون سفر کر رہا تھا اور جب وہ ابتدائ
فرائض سے فارغ ہو جاتے تو جہاز پر جشن مناتے تاکہ زندگی رواں دواں رہے، رقص
موسیقی کا رسیا خود سیروس بھی تھا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ سیفا اسے بہت بھائی تھ
لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس کے دوست کی منظور نظر ہے اور یہ کسی بھی طرح ممکن نہیں
تھا کہ وہ سیفا کے بارے میں کسی بُرے انداز سے سوچتا، کیونکہ اسے بہر طور ارسلاس کی دو

ی چنانچہ کوئی تصور ہی نہیں کیا تھا اُس نے اور نہ ہی مصر سے نکلنے کے بعد اس نے سیفا کا
یا تھا اور ایلاک تو بے چارہ تھا ہی کس کھیت کی مولی، لیکن جب جہاز پر سفر کرنے والے
ی بدمستیوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد چین کی بنسی بجا رہے تھے تو ایلاک
میں نکلے ہوئے چاند کی روشنی میں ٹہلتا ہوا جہاز کے اس گوشے تک آگیا جہاں
امان کے انبار پڑے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے تھیلے اور ایسی دوسری اشیاء جو بے مصرف تو
لیکن بے قیمت تھیں اور انہیں جہاز کے اس گوشے پر بار کر دیا جاتا تھا، مصرف ان کا یہ
ضرورت کے کسی بھی وقت وہ کام آسکیں، جیسے ٹاٹ کی بنی ہوئی بوریاں، رسیوں کے
ے ڈھیر جو انسانی قد سے بہت بلند تھے اور ایک دائرے کی شکل میں جہاز کے ایک وسیع
انبار تھے ایسی ہی دوسری اشیاء، لیکن ایلاک ان میں سے کسی شے سے دلچسپی کی بناء پر
ہیں آیا تھا، بس یہ تو ایک چہل قدمی تھی جو چاندنی کے کھیت میں ہو رہی تھی، لیکن ایک
ر مترنم آواز نے اسے خوفزدہ کر دیا۔ اس کی ماں، جو ورشیانہ میں رہتی تھی ایک ایسی
تھی، جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ایک بڑے صاحب علم کی بیٹی ہے اور اس علم
نے اس عورت کو اپنا علم دیا ہے اور اس عورت نے اپنے بیٹے کو جو کہانیاں سنائی تھیں وہ
نیاں تھیں جن میں پراسرار قوتوں کا ذکر بھی ہوتا ہے، یعنی یہ کہ چاندنی رات میں تنہا
بولتی ہیں اور ان میں ایسی پراسرار قوتیں گزرنے والوں کو آواز دیتی ہیں جن کا وجود
ہیں ہوتا اور انسان ان کے سحر میں پھنس جائے تو اس سے نکلنا مشکل اور اس کے بعد
غریب کہانیاں جنم لیتی ہیں، تو یہ مترنم آواز جو ایلاک کے کانوں میں پڑی تھی...... ایسی
بھلا یہاں کون ہو سکتا ہے؟ سیروس کے جہاز پر جو رقص کرنے والیاں اور گانے والیاں
ہ تو اپنے ٹھکانوں پر آرام کر رہی تھیں، پھر یہ کون ہے؟ اور یہ کس کی آواز ہے؟ جو اس
ؤں میں ابھرتی ہے اور نجانے کیوں اسے ایک خوف کا احساس ہو رہا تھا اور اس نے سہمی
ہوں سے چاروں طرف دیکھا، تب ہی رسیوں کے ڈھیر پر چاند چمکتا ہوا نظر آیا، اس
ے کر آسمان کی جانب دیکھا تو چاند اُسی جگہ موجود تھا اور ساری فضا کو روشنی سے منور
، لیکن یہ نمودار ہونے والا چہرہ کس کا ہے جو چاند کی طرح چمک رہا ہے، تب اس نے

اپنے شاعرانہ خیالات پر لعنت بھیجی اور سوچا کہ یہاں سے واپس چلا جائے کہ اس کی ماں نے
اسے ایسے ہی حالات سے ہوشیار رہنے کے لئے کہا تھا لیکن اس چہرے پر بھرپور نگاہیں ڈالے
بغیر گزر بھی نہ ہو سکی اور جب اس نے اس کے نقوش پر غور کیا تھا تو اسے اندازہ ہوا کہ ا
چہرے میں تو شناسائی ہے، سو وہی آواز اسے پھر سنائی دی"۔

"ایلاک احمق شخص کیا دیکھ رہا ہے، کیا تیرے دل میں میرے لئے ہمدردی کا کوئی تـ
نہیں ہے، کیا تو یہ نہیں سوچتا کہ میں یہاں اس پریشان کن جگہ کیوں موجود ہوں، آمیر
قریب آ احمق، تجھے اندازہ نہیں ہے کہ میں نے تیرے لئے کس مشکل سے یہ سفر کیا ہے
تجھے یہ بھی علم نہیں ہے کہ جہاز کا اتنا طویل سفر میں نے بھوک اور پیاس کے عالم میں
ہے، اگر تو میری جانب راغب نہیں ہوتا تو چلا جا یہاں سے، میں سمندر کی آغوش کو اپنا لو
کیونکہ جب انسان کو زندگی کی خواہشوں کا کوئی صلہ نہ ملے تو اسے زندہ نہیں رہنا چاہئے۔

عجیب سے الفاظ تھے نہ سمجھ میں آنے والے ایلاک کو اچانک ہی اپنی ذات کے
پن کا احساس ہوا، اس نے کچھ الفاظ ایلاک سے منسوب کئے...... یعنی اس سے...... ایک
غلام سے...... جس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

"تو...... تو...... تو کون ہے؟ ایلاک کے حلق سے بمشکل آواز نکلی تھی"۔

"سیفا...... وہ جو ارسلاس کی زندگی تھی...... لیکن ارسلاس اس کا محبوب نہیں تھا

"مگر تو یہاں کیا کر رہی ہے؟"۔

"اپنی تقدیر کو رو رہی ہوں...... سوچ رہی ہوں جس کی محبت میں گرفتار ہو کر
ہوں، اس کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں ہے"۔

"تو کیا تو...... کیا تو میرے مالک سیروس کے عشق میں گرفتار ہو گئی ہے......
نے معصومیت سے کہا۔

"لعنت ہے اس بوڑھے گدھ پر، میں اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی"۔

"تو پھر......"

"آہ...... مجھے تجھ سے عشق ہو گیا ہے، سیفا نے کہا"۔

ایلاک، سیروس کا غلام...... ٹھوکروں میں پرورش پانے والا، عزت کے مقام اور پیار
ظ سے ناآشنا...... اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا...... وہ تھوڑی دیر تک اپنا کان کھجاتا
پھر بولا۔

"ویسے تو کبھی کسی نے مجھ سے اس بات کی شکایت نہیں کی ہے...... لیکن خود میرا
ہے کہ کبھی کبھی میری سماعت کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور میں صحیح الفاظ نہیں سمجھ پاتا تو
رہی ہے...... ذرا وضاحت کر مجھے افسوس ہے کہ تجھے دوبارہ اپنے الفاظ دہرانے پڑیں
...... سیفا کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے مسکراہٹ دوڑی، پھر اس نے فوراً ہی اپنے
کو سنبھال لیا اور مدھم لہجے میں بولی"۔

"میں تیرے عشق میں گرفتار ہو کر وہاں سے آئی ہوں"۔

"اے عورت میں اب بھی نہیں سمجھ پا رہا، ذرا اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر میرے پاس آ
کر مجھے بتا کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں تیری کیا مدد کروں اور یہ تو حقیقت ہے کہ
مجھے سب کچھ یاد آ گیا، جب میرا مالک سیروس اپنے دوست کے محل میں داخل ہوا تھا تو
بھی اس کے قریب ہی موجود تھا"۔ اور میں نے تجھے دیکھا تھا...... سیفا اس کے قریب
، اس کی حسین آنکھوں میں قیامت اتری ہوئی تھی اس نے کہا۔

"تو نے مجھے دیکھا تھا......؟"

"ہاں"۔

"تو تیرے دل میں کوئی احساس نہیں ہوا......؟"

"ہوا تھا"۔

"کیا"......سیفا اشتیاق بھرے لہجے میں بولی۔

"بہت پہلے کی بات ہے میرا مالک سیروس اپنے جہاز پر ایک بار ایک شہر گیا اور چونکہ وہ
تاجر ہے اور مختلف چیزوں کی تجارت کرتا رہتا ہے، چنانچہ جب ساز وسامان دیکھا جاتا تھا تو میں
بھی اس سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہوتا تھا اور ایک بار میں نے ایک تاجر کے پاس ایک ایسا ہیر
دیکھا جو سیاہ رنگ کا تھا اور اس سے سفید روشنی پھوٹ رہی تھی، میں اسے دیکھ کر حیران رہ گ
اور اس وقت میرے دل میں یہ آرزو ابھری کہ ایک بار اپنی ساری زندگی میں صرف ایک با
میں اسے چھو کر دیکھوں گا لیکن غلام وہی ہوتے ہیں جو اپنی آرزوؤں کی تکمیل نہیں کرپا
اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر بھلا ان میں اور آقاؤں میں کیا فرق رہ جائے، یہ تو آقا ہی ہوتے ہیں
اپنی ہر خواہش کی تکمیل کرلیتے ہیں لیکن بس احساس اور ایسا ہی احساس میرے دل میں ا
وقت پیدا ہوا تھا جب میں نے تجھے دیکھا تھا اور سوچا تھا کہ آہ یہ عورت کس قدر حسین
بالکل اس کالے ہیرے کی مانند جسے میں چھو کر نہیں دیکھ سکا۔

"اور سیفا نے سوال کیا......؟

"بس اور کچھ نہیں"۔

"اس کے بعد میں تجھے کبھی یاد نہیں آئی"۔

"یاد ان چیزوں کو کیا جاتا ہے جن کے دوبارہ دیکھنے یا نہیں پانے کی آرزو دل میں ہو
ہے اور یہ آرزو تو میرے دل میں تھی ہی نہیں"۔

"چھو کر دیکھنے کی آرزو بھی نہیں"۔

"نہیں یہ تو بس ایک خیال تھا جس کا میں ہمیشہ مذاق اڑاتا ہوں یعنی اس ہیرے
سلسلے میں اور تجھے دیکھ کر تو میں نے یہ سوچا ہی نہیں تھا، وہ تو اگر مجھے کہیں نظر آجاتا اور ق
وجوار میں کوئی نا ہوتا تو میں اسے چھو کر دیکھ سکتا تھا، پھر تیزی سے وہاں سے بھاگ جاتا کیونکہ
ہیرا زبان نہیں رکھتا تھا، وہ کبھی کسی کو نہ بتاتا کہ ایک اجنبی ہاتھ نے اسے چھوا ہے لیکن
ایک انسان تھی، ایک بار صرف اپنی زبان کو جنبش دیتی تو میرے بدن کے اتنے ٹکڑے ہوتے

ہ میری ماں ان ٹکڑوں کو جمع بھی نہ کرپاتی......سیفا ہنس پڑی تھی، واہ یہ تو ایک حسین
ہے، اپنی شکل وصورت اور جسامت میں بھی اور اپنی باتوں میں بھی کتنا معصوم اور کتنا
ح ہے۔ یہ بالکل ایک ایسے خوبصورت پتھر کی مانند ہے جو زمین کی گہرائیوں سے برآمد
اس پر کسی کا ہاتھ نہ لگا ہو، اس کی تراش خراش اپنی پسند کے مطابق کی جاسکے، سو وہ ایک
ر آگے بڑھی پھر بولی"۔

"اور اب دیکھ اس وقت کوئی نہیں ہے، نہ تیرا مالک سیروس اور نہ میرا مالک ارسلاس
ہ سے اظہار محبت کررہی ہوں، یعنی یہ کہہ رہی ہوں تجھ سے کہ تیرے عشق میں
ہو کر میں اپنے محل سے نکل بھاگی ہوں اور اب تیرے لئے یہاں اس جہاز پر ہوں، ذرا
ھو کر دیکھ تاکہ تیری پہلی آرزو پوری ہوجائے اور جب انسان اپنی پہلی آرزو سے گزر
ہے تو یقینی طور پر اس کے دل میں دوسری آرزو بیدار ہوتی ہے۔ پہلی آرزو ہی تشنہ رہے
ری آرزو کا تصور ذہن میں نہیں ابھرتا، تھوڑا سا اور آگے بڑھ کر مجھے چھو کر دیکھ"۔

"اور اس کے بعد کیا ہوگا" ایلاک نے دہشت بھری نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے
ے کہا۔

"بعد کی کہانیاں وقت کی ترتیب ہوتی ہیں اور بھلا ہم وقت کے فیصلوں پر کس طرح اثر
ہو سکتے ہیں، لیکن جو اپنی آرزوؤں کو اپنے ہاتھوں قتل کردیتے ہیں وہ زندہ رہنے کا حق
ٹھتے ہیں، لا اپنے دونوں ہاتھ آگے لا" اور جب ایلاک کی ہمت نہ پڑی تو وہ خود آگے
ا اور اس نے ایلاک کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور اس کے اتنے قریب ہوگئی کہ
ے کو اپنا وجود سوتا ہوا محسوس ہوا، پھر وہ کھڑے کھڑے سو گیا اور اپنے ہوش وحواس سے
یا لیکن کچھ وقت کے بعد جب خوف سے کانپتے بدن کو قرار ملا تو اس نے قریب بیٹھی
اسیفا کو دیکھا پھر بولا"۔

"ایک بار صرف ایک بار مجھے بتا جو تو کہہ رہی ہے صرف ایک بار مجھے سمجھا دے، اگر وہ
ی سمجھ میں آجائے تو میں مرنے کے لئے بھی تیار ہوں"۔

"تو سن ایلاک تو اپنے مالک سیروس کے ہمراہ ارسلاس کے محل میں گیا تھا......"

"ہاں......"

"اور اس وقت پتھر کے ایک مجسمے کے پاس کھڑا ہوا تھا جس کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں"۔

"میں نے غور نہیں کیا......"

"کیوں......؟"

"سچ بتادوں"۔

"ہاں......"

"اس وقت میں چوری کر رہا تھا"۔

"کیسی چوری......"

"نگاہوں سے اس ہیرے کو دیکھ رہا تھا جس سے سفید روشنی پھوٹ رہی تھی یعنی تجھے"۔

"تو پھر یوں سمجھ کے تو نے شاید غور نہ کیا ہو میری آنکھیں بھی تیری جانب نگراں تھیں اور ایلاک یہ سچ ہے کہ اس وقت اس محل میں جتنے بھی افراد موجود تھے یا شاید ارسلاس کے محل کے باہر بھی جتنے افراد موجود ہوں گے ان میں تو سب سے حسین نوجوان تھا اور جیسا کہ تو نے کہا، یعنی وہ سیاہ ہیرا جس سے روشنی پھوٹتی ہے تو نے خود اپنے آپ پر بھی نہیں کیا...... ایسا ہی تو ہے تو، تو میں تجھے دیکھ رہی تھی اور میرے دل میں تیری محبت کی کونپل پھوٹ اٹھی تھی اور میں تیری آرزو میں جلنے لگی تھی، پھر جب تو چلا گیا تو میں تیرے لئے مضطرب ہوگئی اور اس کے بعد یہ سوچنے لگی کہ وہ کون سا ذریعہ ہو سکتا ہے کہ ارسلاس کی قید سے آزادی مل جائے اور میں تیرے ساتھ زندگی کے خوشگوار دنوں کا آغاز کروں...... آہ یہی تو سوچا تھا میں نے اور میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ایسا کیسے کروں تو جب سیروس کا جہاز واپسی کے لئے پلٹا تو میں موقع نکال کر وہاں سے نکل آئی اور اس جہاز میں داخل ہو کر اس میں چھپ گئی تو پھر تو مجھے دیکھ کر مجھ سے یہ سارے سوالات کر رہا۔ اجنبیوں کی مانند اور یہ بھی جان چکا ہے تو کہ میں بھوکی ہوں، جیسا کہ میں نے تجھ سے کہا"

"ایلاک پر تو دیوانگی کے دورے پڑنے لگے، اس کا دل چاہا کہ اپنی جگہ سے اتنا بلند ہو جا۔

چھوٹا سا نظر آنے لگے، کیسے ہو سکتا ہے...... یہ کیسے ہو سکتا ہے لیکن پھر اسے اپنی ماں یاد بڑے علم والی تھی اور جو مستقبل کی پیشن گوئیاں کرتی تھی اور جس نے بچپن میں ایک ک سے کہا تھا"۔

"ایلاک تیری پیشانی کے ستارے روشن ہیں اور یہ کشادہ پیشانی اور حسین چہرہ بالآخر ن تجھے اپنی قیمت ادا کرے گا اور تو بلندیوں تک پہنچے گا" تو ایلاک کے باپ نے ہنستے ے کہا تھا۔

"ہر ماں اپنی اولاد کے لئے ایسے ہی خواب دیکھتی ہے...... وہ اسے آسمان کی بلندیوں پر ں کرتی ہے، لیکن وقت آہ وقت صحیح فیصلے کرتا ہے اور اس وقت ایلاک کو جو کچھ سننے کو ا تھا وہ تو بہت ہی عظیم تھا...... ایک بہت بڑے جہاز کا مالک تاجر جس کا نام سیروس تھا اور یہ جان لیتا کہ ایک ایسی حسین لڑکی اس کے جہاز میں موجود ہے جس کا حسن ناقابل ہے تو وہ اپنے اس جہاز کو تباہ کرنے پر تل جاتا، اس کے بدلے لیکن ارسلاس جو ایک الشان محل کا مالک تھا وہ اپنی محبت کے لئے کیوں نہ پاگل ہو جاتا اور وہ محبت ایلاک کے وں میں پڑی تھی اور وہ اسے محسوس کر چکا تھا، وہ اسے چھو چکا تھا تو دیوانہ کیوں نہ ہو جاتا وہ ر کے عالم میں اس نے کہا۔

"مجھ پر فرض ہے کہ میں پہلے تیرے لئے کھانے کا بندوبست کروں ہو سکتا ہے بھوک ت نے تجھ سے تیری عقل چھین لی ہو"۔

"تو جو لا سکتا ہے میرے لئے تو کچھ کھانے کو لا اور جہاں تک بھوک کی شدت سے چھن جانے کا سوال ہے تو تیری ہی وجہ سے میں بھوکی ہوں، اس کا مطلب ہوا کہ بھوک نے بعد میں محسوس کی...... تو ایلاک دیوانوں کی طرح پلٹا اور دوڑتا ہوا جہاز کے باورچی نے کی طرف لپکا، لیکن راستے میں اس نے اپنے قدم روک لئے، وہ یہاں پوشیدہ ہے اس کی ا اس کا پیار اور یقینی طور پر اب ساعت نے دھوکہ نہیں دیا اور عقل بے عقلی نہیں ہی، وہ تو کھل کر کہہ رہی ہے کہ وہ اس کی محبت میں پاگل ہو کر یہاں پہنچی ہے تو کچھ کرنا پڑے گا...... آہ یہ تو خزانہ ملا ہے مجھے اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس کے بارے میں عقل

سے سوچنا چاہئے کہ اس سے پہلے عقل کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی تھی
بھلا ایک غلام کا عقل سے کیا تعلق، وہ تو اشاروں پر ناچنے والوں میں سے ہوتا ہے تو پھر ا
نے کھانا حاصل کیا اور اپنی محبوبہ کے پاس پہنچ گیا اور وہ مسکرا مسکرا کر اس کی لائی ہوئی چیز
کھاتی رہی اور اس کے بعد چاندنی کے کھیت میں اس کی حسین باتوں نے ایلاک کو پاگل کر د
پھر صبح ہونے میں کچھ دیر تھی تو اس نے کہا۔

"اور میں یہاں پوشیدہ ہوں لیکن سن تو جانتا ہے کہ میرے آنے کے بعد ارسلا
میری تلاش کے لئے زمین و آسمان ایک کر دے گا"۔

"ہاں تجھے کھونا آسان تو نہیں ہوگا"۔

"اور اس کا ذہن سیروس کی طرف بھی جائے گا"۔

"کیا مطلب......؟"

"وہ سوچے گا کہ ہو سکتا ہے کہ سیروس کی نیت خراب ہو گئی ہو اور وہ مجھے اغواء کر
لے گیا ہو کیونکہ میرے گم ہونے کا اور کوئی جواز اس کے پاس نہیں ہوگا۔

"ہاں"۔

"اور اس کے بعد وہ سیروس سے رابطہ قائم کرے گا"۔

"ہاں......"

"اور سیروس اس سے کہے گا کہ وہ میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا"۔

"یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"لیکن سیروس نے اگر ہمیں دیکھ لیا اور وہ دیکھ لے گا کیونکہ وہ بھی اسی جہاز پر ہے
میں بھی"۔

"اوہ پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے سیفا......؟"

"ہمیں رات کی تاریکیوں سے فائدہ اٹھا کر یہاں سے کسی نامعلوم منزل کی جانب
جانا چاہئے اور اس جہاز پر ایسی بہت سی چھوٹی کشتیاں موجود ہیں جو ہمیں لے کر اس جہاز
دور نکل جائیں تو دن کی روشنی میں تجھے یہ کرنا ہے کہ ایک ایسی کشتی تیار کر لے اور اس

نے پینے کا سامان پہنچا دے جو ہمیں سمندر کی راہ سے گزار کر کسی آبادی میں لے جائیں"
ایلاک سوچنے لگا پھر اس نے کہا۔

"واہ یہ تو میں با آسانی کر سکتا ہوں"۔

"تو پھر تجھے ایسا کرنا ہے اور کل دن کی روشنی میں میرے پاس نہ آنا کہ کسی کو شبہ نہ
جائے اور یہ جگہ جہاں میں پوشیدہ ہوں کیا کسی کے استعمال میں رہتی ہے"۔

"نہیں......اس جگہ کا کوئی مصرف نہیں ہے......یہ ایک بے کار سی جگہ ہے"۔

"پھر تو یہ میرے لئے بہت موزوں ہے اور کل رات میں تیرا انتظار کروں گی"۔ اور
سرے دن دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایلاک کی تو دنیا ہی بدل گئی ہے، ایسے اکڑ اکڑ کر چل رہا
ہے جیسے زمانے بھر کی دولت اس کے ہاتھ آ گئی ہو اور اس کے ساتھیوں نے اس کا خوب
اق اڑایا، لیکن ایلاک نے اپنی زبان بند رکھی، البتہ اپنے بہت ہی جگری دوست سے اس نے
چھا۔

"کیا میں حسین انسان ہوں" دوست نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تیرا حسن تیری محنت میں ہے"۔

"مطلب......"

"اپنی جسامت اپنے چہرے مہرے پر غور نہ کر، ہاں جس قدر تو محنت کرے گا اتنا حسین
صور کر لیا جائے گا، کوئی جانے نہ جانے لیکن تیری محنت کا صلہ تجھے ضرور ملے گا"۔

"تو...... مجھے اتنی زیادہ عقل کی باتیں نہ بتا میں نے تجھ سے ایک سوال کیا تھا، اس کا
واب دے"۔

"بس میں نے جو جواب دیا ہے وہی مناسب ہے" تو ایلاک نے سوچا کہ بے وقوف
آدمی تجھے کیا معلوم کہ زندگی نے مجھے کیا دیا ہے تو پھر یوں ہوا ایلاک مصروف رہا اور اس نے
اس چھوٹی کشتی کا جائزہ لیا، چوری چوری سے ضرورت کی تمام چیزیں اس میں پہنچا دیں اور
اسے اس طرح ایک طرف کر دیا کہ جب اسے سمندر میں اتارنے کی ضرورت پیش آئے تو
اس میں دقت نہ ہو اور اس کے بعد رات کی تاریکی کا وہ کس بے چینی سے منتظر تھا، یہ اسی کا دل

جانتا تھا...... سو مقررہ وقت پر وہ اپنی جگہ پہنچا اور اس نے مسکراتی ہوئی سیفا کو دیکھا تو، تو
نے کہا"۔

"اور میں خود اپنی آنکھوں سے جائزہ لیتی رہی ہوں کہ تو انتظامات میں مصروف ہے"۔

"اپنی آنکھوں سے"۔

"ہاں......"

"تو کیا تو یہاں سے نکلی تھی"۔

"یہی سمجھ لے"۔

"آہ تو نے کتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا"۔

"اپنے لئے خطرات مول لینا میری فطرت ہے ورنہ میں اس طرح چھپ کر اس جہاز پر
نہ آجاتی لیکن تو بتا تو نے سارا کام کر لیا"۔

"ہاں......"

"تو پھر اب ہمیں وقت کا انتظار کرنا چاہئے...... پھر جب جہاز کے خلاصی آرام کرنے
لیٹ گئے اور بس وہ لوگ جاگتے رہے جو جہاز کی ذمہ داریاں رکھتے تھے تو ایلاک سیفا کے ساتھ
کشتی تک پہنچا اور ایک طاقتور اور توانا شخص نے کشتی کو باآسانی سیفا سمیت پانی میں اتارا اور خود
بھی اس میں سوار ہو گیا اور اس کے بعد وہ خاموشی سے آگے بڑھنے لگے کہ جہاز پر موجود
لوگوں کو ان کے فرار کا علم نہ ہو سکے اور ایلاک تو شدت خوشی سے دیوانہ تھا اور سوچنے سمجھنے
کی ساری قوتیں اس کی ختم ہو چکی تھیں...... بھلا یہ تنہائی، یہ لمحات ایک ایسی حسینہ کے ساتھ
گزر جائیں اور زندگی کچھ ہی روز میں ختم ہو جائے تو بھلا اس سے بڑی قیمت زندگی کی اور کیا
ہو سکتی ہے اور وہ جس نے ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ محنت مشقت کر کے زندگی کی شام ہو جائے
گی...... ایک ایسی حسینہ کی قربت میں بیٹھا تھا جس کا حسن بے مثال اور روشنی اس کے سامنے
ماند تو یوں کشتی کا یہ سفر جاری رہا اور پھر جب دو دن اس میں گزر گئے تو سیفا نے کہا۔

"اور اب کیا یونہی سمندر میں بھٹکتا ہے گا رفتار تیز کر تاکہ ہم کسی منزل پر پہنچیں"۔

"ہاں مجھے پورا پورا احساس ہے اور ہم بہت جلد کسی آبادی تک پہنچنے والے ہیں، وہ دیکھ

ندے فضا میں نظر آرہے ہیں، کھلے سمندر پر پرندے نہیں ہوتے۔ یہاں سے کچھ
پر ضرور کوئی آبادی ہے...... پھر جب کشتی زیادہ قریب پہنچی تو ایلاک تو شدت خوشی
دانہ ہو گیا اس نے کہا۔

"سیفا تو آسمان کی دیوی ہے، ذرا ادھر دیکھ وہ پہاڑ جو نظر آرہے ہیں اور جن پر بلندی پر
ھول سا کھلا محسوس ہو رہا ہے"۔

"ہاں کوئی بستی ہی ہے"۔

"کوئی بستی نہیں یہ ورشانیہ ہے میری بستی ورشانیہ"۔

"تیری بستی"۔

"ہاں جہاں میں کبھی رہتا تھا اور پہاڑ کی بلندی پر کھلے ہوئے اس پھول جو پتھر ہی کا بنا ہوا
کے پاس میں نے ایک آشیانہ بنایا تھا بڑی ہی حسین جگہ تھی...... چٹانوں کے نشیب میں
نے بہت عرصے تک وہاں اپنی زندگی کے کھیل کھیلے ہیں اور طویل عرصے سے میں بستی
ور ہو گیا ہوں"۔

"گویا وہ تیری ہی بستی ہے"۔

"ہاں......"۔

"تب تو عجیب ہے"۔

"بے حد عجیب سمندر میں اس راستے کا میں خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتا تھا لیکن
بھی میں تیری ہی برکت سمجھتا ہوں...... تب سیفا ہنسنے لگی...... پھر اس نے پوچھا"۔

"اور بستی میں کون کون ہے......؟"

"میری ماں اور میرے دو بھائی"۔

"ماں زندہ ہے......"

"ہاں اور بڑے علم والی ہے وہ"۔

"کیسا علم......"

"پانی میں وہ مستقبل دیکھتی ہے"۔

"کیا مطلب......؟"

"ایک برتن میں پانی بھر کر وہ اس پر کچھ علم پڑھتی ہے اور پھر پانی اسے مستقبل
کہانیاں سناتا ہے"۔

"تو اس نے کیا تیرے مستقبل کے لئے کوئی کہانی سنائی تھی"۔

"ہاں......"

"کیا......؟"

"یہی کہ ایک دن میں بہت بڑا آدمی بنوں گا اور دیکھ میں بہت بڑا آدمی بن گیا جس
پاس تجھ جیسی حسین محبوبہ ہو اسے کائنات میں بھلا اور کسی شئے کی کیا ضرورت رہتی ہے"
سیفا مسکرا دی اور پھر یوں ہوا کہ ان کی کشتی ساحل سے جا لگی اور ایلاک نے خوشی سے
ہو کر اپنے گھر کا رخ کیا، وہ اپنے ساتھ ایک ایسا گوہر بے بہا لایا تھا کہ جس کی مثال ناممکن
تو پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے اپنا گھر شناخت کر لیا اور گھر کے دروازے پر اسے سب
پہلے اپنا بھائی ملا اور اس نے نقاب میں لپٹی ہوئی اس عورت کو دیکھا جس کی صرف آنکھیں
کھلی ہوئیں تھیں اور اپنے بھائی کو پہچانا اور پھر فرط مسرت سے اس سے لپٹ گیا......
ایلاک تو اچانک ہی واپس آ گیا...... ماں تو کہتی تھی کہ ابھی تجھے واپسی میں طویل عرصہ
گا"۔

"ہاں ماں ٹھیک کہتی تھی بس میں آ گیا، مجھے تم لوگوں کی یاد نے ستایا تھا"۔

"یہ کون ہے"۔

"یہ میری بیوی ہے...... ایلاک نے جواب دیا"۔

"کیا تو نے شادی کر لی"...... جواب میں ایلاک مسکرا دیا اور بولا۔

"ہاں یہی سمجھ لے" پھر وہ اندر داخل ہوا اور سیفا نے اس بوڑھی عورت کو دیکھا
کے چہرے سے علم ٹپکتا تھا اور اس کی جھریوں میں نجانے کیسی کیسی کہانیاں چھپی ہوئی
تو ابتداء تو اچھی ہوئی لیکن بوڑھی عورت کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جس میں ان
اور محبت نہیں تھی، وہ اسے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا"۔

"ایلاک یہ کون ہے......؟"

"ماں یہ سیفا ہے......"

"کون سیفا......؟"

"یوں سمجھ لے تیری بہو"۔

"نہیں جھوٹ بولتا ہے تو"۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ میرا علم کہتا ہے تو نے ابھی شادی نہیں کی"۔

"میں شادی کروں گا ماں تیرا علم ٹھیک کہتا ہے ماں"۔

"مگر یہ کون ہے اور کہاں سے آئی ہے؟"۔

"بس یوں سمجھ لے کہ میری محبت ہے اور میرے ساتھ آئی ہے اور اس سے زیادہ
تفصیل نہ معلوم کر کیا تو ہمیں آرام کے لئے بھی نہ کہے گی"۔

"ہاں کیوں نہیں" اس کے بعد سیفا کی خاطر مدارت کی جانے لگی اور بوڑھی عورت نے
سے دیکھا تو چند لمحوں کے لئے گنگ رہ گئی پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا"۔

"آہ تو دنیا کی سب سے حسین عورت ہے"۔

"شکریہ لیکن میں محسوس کر رہی ہوں کہ تو نے مجھے پسند نہیں کیا ایلاک کی ماں"۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے لیکن میں یہ دیکھوں گی کہ تیری شخصیت کیا ہے اور تو
میرے بیٹے کے لئے کیسی ثابت ہوتی ہے...... تو پھر سیفا نے بھی دلچسپی سے وہ منظر دیکھا جب
بوڑھی نے مٹی کے ایک پیالے میں پانی بھرا اور اس میں جھانکنے لگی...... سیفا سامنے بیٹھ گئی اور
ایلاک بھی قریب ہی موجود تھا، جبکہ اس کے دونوں بھائیوں کو دور رکھا گیا تھا اور ایلاک نے
خاص طور سے کہا تھا کہ جب تک قاعدے کے مطابق ان کی شادی نہ ہو جائے یہ عورت
نقاب میں رہے گی اور اسے میری ماں کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ پائے گا اور ماں سے اس نے کہا
کہ کسی کو یہاں کی خبر نہ دی جائے تو پھر سیفا پانی میں جھانکنے لگی لیکن پانی میں کچھ نہ تھا، سوائے
اوپر نظر آنے والے آسمان کے لیکن بوڑھی نے کھوئی کھوئی آنکھوں سے سیفا کو دیکھا اور کہا۔

"اے عورت تو میرے بیٹے کے لئے بالکل موزوں نہیں ہے...... سیفا نے ر
نگاہوں سے عورت کو دیکھا اور بولی"۔

"کیوں؟"

"نجانے یہ سیاہ نقطے کیا کہہ رہے ہیں، جب تک ان کا راز نہیں کھلے گا میں کچھ نہیں
سکتی لیکن شفاف پانی میں سیاہ نقطوں کا نظر آنا اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ یہ سیاہی پھ
جائے گی"۔

"مطلب کیا ہے تیرا اماں"۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ تو مجھے بتا کہ تو کہاں سے آئی ہے اور کون ہیں تیرے ماں با
کہ تجھے ان کے پاس پہنچا دیا جائے...... علم کے مطابق میں اسے اجازت نہیں دے سکتی ک
تجھے اپنی بیوی بنائے"۔

"ایلاک کی بات کر رہی ہو"۔

"ہاں"۔

"وہ تو میری قربت میں آچکا ہے اور اب اس کے سوا میرے لئے کائنات میں کچھ
نہیں ہے"۔

"مگر تیرے حصول سے اسے کچھ نہیں ملے گا سوائے تباہی کے"۔

"اور یہ تمہارا علم کہتا ہے"۔

"ہاں......؟"

"تو تمہارا علم جھوٹ بولتا ہے"۔

"کیا مطلب......؟"

"مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم سوچ رہی ہو وہ غلط ہے"۔

"کیوں؟"۔

"اس لئے کہ میں ایلاک کو وہ بنا دوں گی جو تم لوگوں نے تصور بھی نہ کیا ہوگا"۔

"یہ تیرے لئے ممکن نہیں ہوگا"۔

"اور ناممکن ہی کو ممکن بنانا تو آج تک کی میری عادت رہی ہے"۔

"گویا تو یہ کہنا چاہتی ہے کہ یہ شخص جو ایک جہاز پر نوکری کرتا ہے کوئی بڑی حیثیت
کر سکتا ہے"۔

"ہاں اگر اسے میری قربت حاصل ہو جائے"۔

"مگر میرا علم اس کی نفی کرتا ہے"۔

"تو تو اپنے علم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دے کیونکہ وہ سچا نہیں ہے"۔

"اور تو جو کہہ رہی ہے وہ سچ ہے"۔

"ہاں......"

"کس بنیاد پر"۔

"اسے تو مجھ پر چھوڑ دے"۔

"ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو میں تیرا راستہ نہیں روکوں گی اور میں محسوس کر رہی
ہ میرا بیٹا بھی مجھے بہتر نگاہوں سے نہیں دیکھ رہا لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے وہی سچ
ند میں سیفا نے ایلاک سے کہا۔

"اور مجھے تو یہ پتہ چل گیا ایلاک کہ تیری ماں ذہنی طور پر مجھے قبول نہیں کرے گی تو
،بعد کیا تو مجھے چھوڑ دے گا"۔

"تجھے چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی زندگی سے کنارہ کش ہو جاؤں"۔

"سچ کہہ رہا ہے"۔

"ہاں"

"تو پھر تجھے یہ بستی چھوڑنا ہوگی"۔

"ٹھیک ہے چھوڑ دوں گا۔

"اور اپنی ماں کو بھی"۔

"چھوڑ دوں گا سیفا سب کچھ چھوڑ دوں گا...... ہر اس شخص کو چھوڑ دوں گا جو تجھے میلی
سے دیکھے گا۔

"میرا یہ مطلب نہیں ہے"۔

"تو پھر"۔

"ہم اس لئے بھی یہ بستی چھوڑ دیں گے کہ بالآخر جب بات آگے بڑھے گی ار
سیروس سے بات کرے گا اور سیروس یہ سوچے گا کہ کیا ہوا تب اسے یہ پتہ چلے گا اور
بتائیں گے اسے کہ اس کا غلام ایلاک جہاز پر موجود نہیں ہے اور ایک کشتی بھی غائب
ہو سکتا ہے کہ ان تمام واقعات کی روشنی میں سیروس یہ سوچے کہ ممکن ہے ایلاک مجھے
کر یہاں آگیا ہو اور پھر وہ تیری بستی کی جانب رخ کرے اور ہمیں یہاں پائے اور ظا
تیرے ساتھ کیا ہوگا اور میرے ساتھ"۔

"یہ تو تو ٹھیک کہتی ہے"۔

"تو دنیا تو بہت وسیع ہے اور ہم یہاں سے چل پڑتے ہیں لیکن میں نے تیری ماں
کچھ کہا ہے اس کی تکمیل بھی میں کر کے دکھاؤں گی"۔

"مجھے تو بادشاہت مل گئی ہے تیری قربت میں اور اس کے بعد مجھے اور کچھ
چاہئے، میں اپنے بازوؤں کی مضبوطی سے تیرے لئے رزق تلاش کروں گا اور اسے پالو

"لیکن یہاں سے نکلنے کے بعد اور پھر خاموشی سے وہ دونوں وہاں سے نکل پڑ
زمین کے راستے طے کرتے ہوئے بالآخر ایک ایسی بستی میں پہنچے جو سادہ لوحوں کی بس
اور یہاں انہوں نے اپنے لئے جگہ منتخب کی لیکن یہ بھی طے تھا کہ سیفا نے اپنے
پردے میں رکھا تھا اور انتہائی پردہ نشین عورت کی حیثیت سے وہ یہاں قیام پذیر تھی کہ
چہرہ نقاب میں چھپا رہتا اور اسی طرح کہ اس کے ہاتھ پاؤں تک لوگوں کو نظر نہ آئیں
کے لئے اس نے لمبے لباس بنائے تھے...... ڈھیلے ڈھالے کوئی یہ نہیں جان سکا کہ جس
سی جھونپڑی میں ایک عورت رہتی ہے وہ کیا ہے...... یہ کوئی نہیں جانتا تھا اور سیفا خو
یہاں تک کہ یوں ہوا کہ ایلاک نے اس بستی میں سکونت اختیار کر لی اور ایک چھو
نوکری کرنے لگا اور کیا پر مسرت زندگی گزر رہی تھی ان دونوں کی...... سیفا کے لئے
اور ایلاک کے لئے سیفا محلوں اور عالی شان بستروں پر سونے والی سیفا اس جھونپڑی

ی کی بدلے ہوئے لمحات سے لطف اندوز ہو رہی تھی، لیکن اس خیال کے ساتھ کہ
ں درحقیقت اس کی پسند ہے...... اس کا محبوب ہے اور شاید زندگی کا ایک طویل سفر اس
ساتھ طے کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی...... پھر یوں ہوا کہ بے شمار دن گزر گئے اور
اپنی کہانیاں خود دہراتا رہا...... اس سلسلے میں سب سے زیادہ کامیابی اس شکل میں ہوئی
کہ سیفا زیادہ تر نقاب میں رہتی تھی اور اس کا کسی سے ملنا جلنا نہیں تھ قرب وجوار کے
جانتے تھے کہ ایک شریف نوجوان یہاں رہتا ہے جو محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنی
کا پیٹ پالتا ہے...... وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس جھونپڑی کی دیواروں کے پیچھے ایک ایسا
نایاب چھپا ہوا ہے جسے کوئی دیکھ لے تو زندگی ختم کرنے کو تیار ہو جائے اور سیفا محدود
تھی...... اس کی نگاہیں قرب وجوار کے ماحول کا جائزہ لیتی رہتی تھیں اور وہ مطمئن اور
ور تھی اور ابھی اس کے ذہن میں کسی نئے خیال نے جنم نہیں لیا تھا...... لیکن یہ اس کی
گی کی تاریخ تھی کہ کہیں وہ مطمئن نہ ہوتی تھی اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتی
تو پھر ایک دن ایلاک نے اس سے کہا۔

"سیفا...... بہت عرصہ گزر گیا...... میرے ذہن میں اپنی ماں اور دونوں بھائی آتے ہیں
میں ان کی کمی کو محسوس کرتا ہوں...... ہر چند کہ انہوں نے تیرے ساتھ بہتر سلوک
کیا اور تجھے کچھ عجیب سے الفاظ سے مخاطب کیا، لیکن اگر تو اجازت دے تو میں کچھ وقت
لئے ان سے مل لوں"۔

"اگر تو یہ سمجھتا ہے تو میں تجھے روکنا پسند نہیں کروں گی...... لیکن کیا میری یہاں
ئی تجھے پریشان نہیں کرے گی"۔

"وہ تو ہے...... اور کیا تو میرے ساتھ چلنا پسند کرے گی...... سیفا نے کچھ سوچا پھر بولی"۔

"نہیں...... میں نہیں جاؤں گی، کیونکہ تیری ماں سے میں نے کہا تھا کہ میں تیرے لئے
حسین مستقبل تلاش کروں گی اور ہو سکتا ہے کہ ایسا ہو جائے، جبکہ تیری محبت میں
ب کر میں نے ابھی تک ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا"۔

"نہیں...... تو میری عورت ہے اور یہ فرض مجھ پر عائد ہوتا ہے کہ جو تو نے کہا ہے

اس کی تکمیل میں کروں" جواب میں سیفا مسکرادی پھر بولی۔

"لیکن زندگی کا ساتھ ایسے نہیں چلتا...... سب کو ایک دوسرے کے لئے کچھ نہ کچھ ک
ہوتا ہے تو پھر تو یوں کر کہ یہاں سے بے شک چلا جا لیکن وقت مختصر ہو اور ایلاک نے یہ با
منظور کرلی تو جب وہ اپنی ماں کے پاس پہنچا تو ماں نے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھا اور کہا۔

"کیوں تیرا دل بھر گیا اس سے اور میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ وہ عورت کچھ اور ہے
نہیں جو تو نے سمجھا اور میں نے دیکھا۔

"اگر تو اس کی جانب سے اب بھی غلط فہمی کا شکار ہے تو یہ تیری بھول ہے...... وہ میر
ایک وفادار بیوی ہے جو میرے ساتھ بہترین وقت گزار رہی ہے اور میں تو صرف تجھ
ملنے آیا ہوں...... ماں نے طنزیہ لہجے میں کہا"۔

"اور کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ کر دکھائے گی...... وہ تو یہ کہہ کر
یہاں سے مجھ سے جدا کر کے لے گئی تھی کہ بالآخر ایک دن وہ تجھے ایک بہت بڑی حیثیت
مالک بنادے گی"۔

"میں اپنی حیثیت خود اپنے لئے بہتر سمجھتا ہوں اور یوں نہ کر جو میں طنز محسوس کر
اور اس کی ماں ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی...... ایلاک نے اس سے پوچھا"۔

"مجھے صرف یہ بتا کہ کیا میرا مالک سیروس تو ادھر نہیں آیا تھا"۔

"یہاں تیرے لئے کوئی کبھی نہیں آیا...... بس یوں وہ مطمئن ہوا لیکن ادھر یوں ہو
سیفا اس جھونپڑے میں تنہا رہ گئی تھی اور اس کا دل اداس ہو رہا تھا...... اس میں کوئی شک
کہ ابھی ایلاک اس کے لئے ایک حسین کھلونا تھا اور ایسے حسین کھلونے اتنی آسانی سے
توڑے جاسکتے ہیں نہ چھوڑے جاسکتے ہیں...... وہ اس کا انتظار کر رہی تھی اور پھر صورت
سے تنگ آکر وہ پہلی بار گھر سے باہر نکلی اور ان حسین راستوں کو دیکھتی ہوئی آگے بڑھ
جن سے طویل عرصے سے وہ کنارہ کش ہو گئی تھی...... نجانے کتنا وقت اس طرح گزارا
دور تک نکلی چلی گئی...... لیکن ہوتا یہی ہے کہ وقت خود اپنے فیصلے کرتا ہے اور اگر وقت
نہ کرے تو کہانیوں میں تبدیلیاں واقع نہ ہوں...... وہ ہاروس تھا اس علاقے کا سب سے

ن یعنی ان علاقوں کا مالک اور ان کا حکمران اور جو اپنے مشیر خاص کو ہال کے ساتھ اور بے
وگوں کے ساتھ ان حسین جنگلوں اور پہاڑیوں کے دامن میں بکھری ہوئی چراگاہوں
اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر خوبصورت ہرنوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا تھا...... سو پھر ایسا
ہ اس نے آبشار سے بہنے والی ندی کے کنارے ایک پتھر پر ایک عورت کو دیکھا...... جو
ٹے لباس میں ملبوس بیٹھی ہوئی تھی اور شاندار شخصیت کا مالک ہاروس اس جانب
ا...... وہ جاننا چاہتا تھا کہ اس ویرانے میں تنہا اس عورت کا وجود کیا معنی رکھتا ہے اور جب
وں کے قدموں کی چاپ سیفا نے سنی تو کھڑی ہو گئی اور اس کی اوڑھنی جس سے اس نے
آپ کو چھپا رکھا تھا، بے اختیار نیچے گر گئی اور ہاروس نے اسے دیکھا اور اس کے بعد گھوڑا
رک رہا لیکن ہاروس پتھرا گیا...... اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے اس کائنات کی کوئی
شے دیکھ لی جس کا اس کائنات میں موجود ہونے کا تصور بھی نہ کیا جاسکے اور پھر سیفا کی
قرار فطرت نے رنگ بدلا...... اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص یعنی ہاروس، ایلاک
کڑیل جوان کا عشر عشیر بھی نہیں تھا، لیکن بہرحال اس کے جاہ و جلال اور اس کی شان و
ت سے اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ کوئی بڑی شخصیت کا مالک ہے...... سو پھر یوں ہوا کہ
ل کو ہی ہوش آگیا اور وہ گھوڑے سے نیچے اتر آیا...... پھر اس نے قریب آکر کہا۔

"جنگل کے پھول" کون ہے تو۔

"تیرا انداز تخاطب مجھے بہت پسند آیا...... پہلے تو مجھے یہ بتا کہ تو کون ہے؟"

"میں ان علاقوں کا مالک، یہاں کا حکمران ہاروس ہوں"۔

"آہ حکمران ایسے ہوتے ہیں"۔

"مگر تو کون ہے"۔

"ایک معمولی سی عورت جو اس چھوٹی سی بستی میں رہتی ہے"۔

"اور وہ کون بے غیرت ہے جس نے دنیائے حسن کو اس طرح مٹھی میں بند کر رکھا
نہیں...... اسے بے غیرت نہ کہہ وہ میرا ساتھی ہے...... بہت کچھ ہے میرا۔

"لیکن اسے یہ نہیں چاہئے تھا کہ تجھ جیسی حسین عورت کو ایک جھونپڑی میں قید

کر دیتا"۔

"اس نے مجھے قید نہیں کیا"۔

"کہاں ہے وہ"۔

"وہ کسی دوسری بستی گیا ہوا ہے"۔

"کیا تو ہم سے دوبارہ ملنا پسند کرے گی"۔

"میری پسند یا ناپسند کیا تعلق رکھتی ہے"۔

"تو تو یہ بتا کہ تیرا گھر کہاں ہے اور جواب میں سیفا اسے اپنی جھونپڑی کے بارے م بتانے لگی"۔

"کتنے افسوس کی بات ہے...... کوہال تو ادھر آ...... ہاروس نے اپنے مشیر کو طلب اور کوہال اس کے قریب پہنچ گیا"۔

"اس کے ساتھ جا اور اس کا گھر دیکھ کر آ اور اس کے بعد میرے خیمے میں مجھ ملاقات کر...... میں تجھے بتاؤں گا کہ اس کے بعد تجھے کیا کرنا ہے اور یوں ہوا کہ تھوڑی کے بعد جب سیفا واپس اپنی جھونپڑی میں آئی تو کوہال اس کے پیچھے پیچھے آیا اور اس جھونپڑی دیکھ کر واپس چلا گیا...... یہ تو سب کچھ ہوا تھا، لیکن نجانے کیوں سیفا کے ہونٹو ایک مسکراہٹ کھیل رہی تھی...... ایک دلکش مسکراہٹ اس میں کوئی شک نہیں تھا ہاروس ایک تندرست اور توانا نوجوان تھا...... لیکن بہرحال اتنا بھی نہیں کہ اسے ایلاک ترجیح دی جا سکے...... ہاں وہ الفاظ اسے یاد آگئے جو اس نے ایلاک کی ماں سے کہے تھے اور یہ کہا تھا کہ وہ بالآخر ایک دن ایلاک کو ایک بڑا انسان بنادے گی اور یہ بات اسے اب بھی تھی...... سو وہ خوش ہوئی اور ادھر کوہال اس جگہ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے وا اپنے آقا کے پاس پہنچا اور اس نے دیکھا کہ ہاروس بے چین ہے اور اضطراب سے کرو بدل رہا ہے...... تب ہاروس نے کہا۔

کوہال میں یہاں سے چلا جاؤں گا اور تجھے یہاں قیام کرنا ہے جس طرح بھی م ہو سکے اسے میرے محل تک لے آ، مجھے اس کی ضرورت ہے اور میں یہ ذمہ داری تیر

کرتا ہوں...... تو کوہال نے کہا۔

"کہ میں حقیقتوں کو شناخت کروں گا اور جس طرح بھی بن پڑا یہ کام کروں گا...... ادھر ن تمام معاملات کے بارے میں سوچ رہی تھی...... غور کر رہی تھی اور اسے اندازہ ہو رہا وقت کچھ تبدیلیوں کا خواہش مند ہے اور شاید یہ تبدیلیاں اب ناگزیر ہیں اور ان کے سفر کرنا ہو گا...... لیکن ابھی ایلاک کو چھوڑنا مناسب نہیں، کیونکہ اس کا نعم البدل مل سکا ہے...... ہاں ہاروس جس شخصیت کا مالک تھا...... اس سے فائدہ بے شک اٹھایا نا ہے تو پھر کچھ عرصے کے بعد ایلاک واپس آگیا وہ بددل تھا...... وہ اپنی ماں اور اپنے ں سے تو اس نے سادگی سے سیفا کو بتایا کہ انہوں نے کیا طعنہ زنی کی اور کس طرح اس باتیں کیں تو سیفا مسکرا دی...... اس نے کہا۔

"آہ...... ایلاک، اگر تو مجھ پر اعتبار کرے اور مجھ سے تعاون کرے تو شاید وہ وقت ئے جب میں تیرے لئے وہ مقام حاصل کر سکوں تو ایلاک نے کہا کہ اسے سیفا پر مکمل ہے...... پھر کچھ وقت گزرا تو کوہال ایلاک سے ملا اور اس نے ایلاک سے ملاقات کر کے کے بارے میں پوچھا۔

"ہاں...... وہ میری بیوی ہے، مگر تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم...... تو کوہال لہا کہ نہیں یہ صرف اتفاق ہے کہ ایک بار ادھر سے گزرتے ہوئے اس کی ایک جھلک نظر تھی...... لیکن میں تیرا بہترین دوست ہوں...... کوہال نے کچھ اس طرح ایلاک کو شیشے تارا کہ ایلاک خوش ہو کر بولا"۔

"اور مجھے تعجب ہے کہ مجھ جیسی معمولی شخصیت کے مالک کو تم اس قدر اہمیت کیوں رہے ہو؟"۔

"اور اس کے بعد تم میری نیت پر شک نہ کرنے لگنا...... وہ جو عورت ہے جسے تو اپنی کہتا ہے میرے لئے میری بیٹیوں کی مانند ہے اور خبردار اس سے آگے کوئی ایسی بات نہ ہ جب انسان کے دل میں محبت کے جذبے جاگتے ہیں اور وہ بھی ایک ایسی محبت جس یک باپ جیسا پیار ہو تو پھر اس کے دل میں یہ آرزو ابھرتی ہے کہ وہ اس کے لئے کچھ

کرے...... سو میں نے جیسا کہ تمہیں بتایا کہ عظیم ہاروس کا ملازم خاص ہوں اور ہاروس میر
ہر اس بات پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرتا ہے جو میری زبان سے ادا ہو...... تو پھر یو
سمجھ کہ میں نے تیرے لئے ایک مقام حاصل کر لیا اور کام صرف اتنا سا ہوگا میرا کہ م
ہاروس سے ملاقات کروں اور کوئی ایک ایسا طریقہ کار اختیار کروں کہ وہ تیری جانب مائ
ہو جائے...... بس تو پھر یہ سمجھ کہ محل خاص میں تیرے لئے ایک مقام ہوگا اور تو عیش
عشرت کی زندگی بسر کرے گا، تو جب کوہال چلا گیا تو ایلاک نے اس بارے میں سیفا سے کہا
سیفا مسکرا دی...... اس نے کہا۔

"میں نے کہا تھا ناں...... بالآخر ایک دن میری ہی وجہ سے تجھے ایک مقام ملے گا ایلاک۔

"ہاں...... اندازہ یہی ہو رہا ہے تو کوہال نے جاکر ہاروس کو اس بارے میں ساری تفصیل
بتائی...... تو ہاروس جو اپنی نوجوانی کی عمر سے آگے بڑھ چکا تھا اور اپنا ایک الگ ہی مقام رکھ
تھا...... کوہال سے بولا"۔

"اور تو اسے عزت و احترام کے ساتھ لے آ اور سن اسے پرانے محل کے اس حصے می
کوئی خاص مقام دے دے...... لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اس کی ذمہ داریاں ادھر ہی رہی
اور جہاں تک اس عورت کا تعلق ہے تو اس کے بعد کی ذمہ داریاں ہم پر چھوڑ دے تو کوہال
نے یہ ہی کیا اور وہ ایلاک سے دوبارہ ملا اور پر مسرت لہجے میں بولا۔

"اپنی عورت کے ساتھ میرے ساتھ چلنے کا انتظام کر" اور اس کے بعد ایلاک کو لے
کر وہ سیفا کے ساتھ ہاروس کے محل میں آگیا اور محل کی زندگی تو بے مثال تھی اور وہ پرا
محل جو نئے محل سے اتنے فاصلے پر تھا کہ درمیانی راستہ طے کرنے کے لئے خاصا فاصلہ طے
کرنا پڑے لیکن محل کے اندر ہی اندر یعنی باہر سے اس کی چار دیواری مکمل تھی اور جب
ایلاک کو اس محل کے ایک گوشے میں اس کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی اور ان بے شم
افراد پر حکمرانی جو اس محل کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے تو ایلاک خوشی سے دیوانہ ہو گیا...... اس
نے سیفا سے کہا"۔

"دیکھ سیفا بالآخر وہ ہو گیا جس کا ہم انتظار کر رہے تھے"۔

"نہیں ابھی ایسا تو نہیں ہوا"۔

"مگر دیکھ ہمیں کیسا مقام ملا ہے...... اور میں سیروس کے جہاز پر کام کرنے والا ایک
لی سا آدمی اور آج اتنے افراد میرے حکم کے تابع ہیں...... میں تو یہ سوچتا ہوں کہ یہ
تیری برکتیں ہیں"۔

"میری برکتیں اتنی مختصر نہیں ہو سکتیں...... تو کچھ وقت قیام کر اور مجھے کچھ کرنے کا
دے"...... تو پھر یوں ہوا کہ ایلاک تو اپنی بیوی پر مکمل بھروسہ کرتا ہی تھا اور سیفا نے
پاؤں نکالنا شروع کر دیئے اور اس کے بعد وہ ایک دن صبح کے وقت اس وقت اس کے
کے باغیچے میں جا پہنچی جب چہل قدمی کا وقت ہوا کرتا تھا اور سورج صحیح طور پر طلوع
ہوتا تھا...... تو اس نے ہاروس کو دیکھا جو خود بھی پھولوں کے پاس کھڑا ان کی خوشبو سے
اندوز ہو رہا تھا تو سیفا نے اس طرح بے نیازی کا انداز اختیار کیا جیسے اس نے ہاروس کو
ہی نہ ہو، لیکن ہاروس بھلا اس پھول کی خوشبو سے کیسے محروم رہ سکتا تھا تو اس نے قدم
بڑھائے اور آہستہ سے چلتا ہوا سیفا کے نزدیک پہنچ گیا...... سیفا نے بے نیازی کا مظاہرہ
تے ہوئے اسے دیکھا اور پھر ادب سے جھک گئی۔

"یہ سر تو آسمان کی طرح بلند ہے، اس کا کسی کے سامنے جھکنا مناسب نہیں کہ انسان
رہوتا ہے"۔

"کیوں......؟"

"اس لئے کہ یہ حسن آسمانوں کی ملکیت ہوتا ہے اور وہیں سے تصویریں بنتی ہیں......
ن تصویروں کا جن کا تعلق براہ راست آسمان سے ہو...... اور جن کا عکس لے کر وہ اس دنیا
آجاتی ہوں، احترام کرنا بے حد ضروری ہے...... تو میں تیرا جھکا ہوا سر نہیں دیکھنا چاہتا"۔

"مگر......!"

"میں ہاروس ہوں اگر تو نے مجھے پہچانا ہو"۔

"آہ تم تو اس محل کے بادشاہ ہو"۔

"ہاں بے شک...... لیکن میں بڑی کمی محسوس کرتا ہوں اس میں"۔

"کیسی کمی"۔

"ایک ایسے حسن کی کمی جو اس میں روشنی ہی روشنی جگادے"۔ ہاروس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن بادشاہ کے لئے تو کچھ مشکل نہیں ہوتا...... تم ایسا تو کر سکتے ہو"۔

"بہت سی چیزیں تو بادشاہوں کے بس میں نہیں ہوتیں"۔

"جیسے......؟ سیفا نے مسکراتے ہوئے سوال کیا"۔

"جیسے تیری یہ مسکراہٹ...... کاش میں اسے اپنی زندگی کی قیمت پر خرید سکتا"۔

"تم زندہ رہو...... تم کسی سے کم نہیں ہو" اور سیفا نے کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے ہاروس کو یہ احساس ہوا کہ یہ لڑکی اس سے متاثر ہے تو اس نے حال دل سیفا کے سامنے بیان کرتے ہوئے کہا"۔

"اور میری زندگی کا ایک بڑا حصہ اس طرح گزر گیا کہ میں نے وہ نہ پایا جو میرے دل میں تھا اور جب تو میرے سامنے آئی اور میں نے تجھے پہلی بار دیکھا تو میں نے سوچا کہ یہ تو میرے ساتھ انصاف نہیں ہوا...... دولت کے انبار لگ گئے میرے سامنے، لیکن مطلوب دل نہ مل سکا"۔

"مطلوب دل کون ہے؟"

"تو......"

"نہیں میں تو کسی اور ہی کے قبضے میں ہوں"۔

"اور ہمارے لئے یہ بھلا کیا مشکل ہے کہ تجھے دنیا کے ہر مضبوط سے مضبوط ہاتھ سے نکال لیں"۔

"لیکن ایلاک میرا شوہر ہے"۔

"ہاں اور مجھے اسی کا دکھ ہے...... مگر تو کیا چاہتی ہے"۔

"یہ کہ ایلاک کا منصب اس کا مقام قائم رہے"۔

"ایسا ہی ہوگا...... تیرے ہر حکم کی تعمیل ہوگی...... یعنی اصل حکمران تو رہے گی اور میں

دم"۔

"نہیں ایسی باتیں نہ کہو ہاروس...... میں تمہاری عزت کرتی ہوں"۔

"آہ...... مجھے عزت نہیں محبت چاہئے"۔

"اس کے لئے وقت درکار ہوتا ہے...... سیفا نے جواب دیا...... وہ جانتی تھی کہ کسی کی شوق کو بھڑکانے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے، جو چیز آسانی سے حاصل ئے وہ اپنی قدر جلد کھو بیٹھتی ہے...... اور بہتر یہ ہے کہ ہر کام سست روی سے کیا جائے دیکھا جائے کہ مدمقابل کتنے پانی میں ہے...... پھر اس رات وہ ایلاک کے ساتھ اپنی کے حسین ترین لمحات سے گزر رہی تھی تو ایلاک نے کہا"۔

"اور لگتا ہے کہ میری ماں کے لئے شرمندگی کا وقت آگیا ہے، کیونکہ میں یہاں جس ، میں ہوں وہ بہت بڑی ہے...... میرے اور اس کے تصور سے بھی باہر...... تو کیوں نہ را سے یہاں بلا کر یہ دکھایا جائے کہ اس کا علم ہمارے لئے ناقص رہا اور وہ نہ ہوا جو اس اتھا"۔

"میں نے کہا ناں کہ ہر کام کے لئے وقت درکار ہوتا ہے اور جلد بازی کسی طور پر بھی ب نہیں"۔

"تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے"۔

"کچھ نہیں ابھی خاموشی اختیار کرو"۔

"اور تو میرے لئے کوششیں کر رہی ہے؟"۔

"ہاں...... تم دیکھنا، میں تمہیں کیا مقام دلواتی ہوں...... سیفا نے مسکراتے ہوئے کہا اور نت تھی...... ادھر ہاروس جو اپنی آگ میں سلگ رہا تھا...... کوہال سے مسلسل مشورے غا...... اس نے کہا"۔

"کیوں ناں، ہم ایسا کریں کہ ایلاک کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور اسے زندگی سے محروم ائے...... اس طرح سیفا ہماری ملکیت بن سکتی ہے"۔

"معزز ہاروس، جس طرح پسند فرمائیں انہیں اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے ہر قدم پر

عمل کریں...... لیکن اس طرح کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ سیفا کا دل آپ کی طرف سے ہ
جائے...... آپ تو اسے مکمل تحفظ دے کر یہاں تک لائے ہیں۔

"لیکن ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ دو حصوں میں بٹی رہے...... ہمارا دل یہ گوا
نہیں کرتا"۔

"اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ عرصے سے ایلاک کے ساتھ ہے"۔

"ماضی کو بھولا بھی جاسکتا ہے"۔

"لیکن حال میں عقل سے کام لینا مناسب ہو گا"۔

"تو یہ بتا کہ کریں کیا......؟"۔

"اس کی ذمہ داری آپ مجھ پر چھوڑ دیں" اور کوہال نے ایسا ہی کیا...... وہ ایک چالاک آد
تھا اور جانتا تھا کہ وقت اور حالات کو کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے...... سو اس نے اس پرا
محل میں چند ملازموں کو اپنا رازدار بنایا اور بھلا ملازم اس کے ہر حکم کی تعمیل کیوں نہ کرتے، تو
یوں کہ اس نے ان ملازموں کے ذریعے ایک رات ایلاک کو ایک ایسے خواب آور سیال ک
ذریعے بے ہوش کر دیا جو مضر زندگی نہیں تھا اور اس کے بعد اس نے سیفا سے کہا"۔

"سیفا ہاروس تمہیں طلب کرتا ہے"۔

"آہ لیکن میں اس وقت کیسے جاسکتی ہوں...... سیفا نے ایلاک کو دیکھتے ہوئے کہا"۔

"مجھے معاف کرنا ایلاک گہری نیند سو رہا ہے اور وہ آسانی سے نہیں جاگے گا"۔

"کیوں......"۔

"اس لئے کہ اسے ایک خواب آور سیال پلا دیا گیا ہے"۔

"تم نے ایسا کیوں کیا کوہال"۔

"اس لئے کہ ہاروس کی آتش شوق دیوانگی کی حد تک بڑھ رہی تھی اور اس بات
امکانات تھے کہ ایلاک کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے تو اس محل میں ہے اور تو جانتی ہے اس
ہاروس کی حکمرانی ہے، تو تیار ہو اور ہمارے ساتھ چل...... سیفا نے ایک لمحے کے لئے سو
اور مسکراتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہو گئی جہاں اس نے سامان آرائش رکھا ہوا تھا......

جب وہاں سے برآمد ہوئی تو دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے...... وہ چاندنی محسوس ہو رہی
ی...... جو انسانی صورت میں مجسم ہو گئی ہو اور اس طرح وہ ایک خاص جگہ پہنچا دی گئی اور
فا اس جگہ کو بغور دیکھ رہی تھی...... بھلا اس سے زیادہ ذہین اور کون ہو سکتا تھا...... جو اس
ہ کو پہچان نہ پائے...... اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ کوئی پوشیدہ جگہ ہے...... دیواروں میں
مین تصاویر آویزاں تھیں...... چھتوں میں فانوس لگے ہوئے تھے...... ایک بہت بڑا ہال نما
رہ تھا...... جسے دنیا کی تعیشات سے آراستہ کیا گیا تھا...... جگہ جگہ سنگ مرمر کی حسین
رتیاں نصب تھیں اور یہ جگہ بالکل ایسی معلوم ہوتی تھی جیسی سیفا نے اپنے خوابوں میں
یکھی تھی...... لیکن اس نے بہت کچھ دیکھا تھا...... کون جانے وہ کیا تھی...... بس جو اسے دیکھتا
ہی عقل کھو بیٹھتا تھا اور اگر کوئی عقل سے کام لیتا تو شاید اس کے بارے میں کچھ اندازہ
جاتا، تو زیادہ دیر نہیں گزری تھی اور وہ ایک حسین مسہری پر بیٹھی ہوئی تھی کہ دروازے پر
ے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور پھر بلند و بالا قد کا مالک ہاروس اندر داخل ہو گیا...... لیکن
یفا نے اپنے چہرے کا رنگ بدل لیا تھا"۔

"کیوں سیفا...... تم یہاں آکر خوش نہیں ہو" سیفا نے گردن نہ اٹھائی اور غم زدہ انداز
ں ہاروس کا چہرہ دیکھتی رہی...... ہاروس نے اس کے قریب پہنچ کر کہا"۔

"میرا تو خیال تھا سیفا کہ اب تم کسی بھی طرح یہاں آنے کے لئے بے چین ہو گی"۔

"ہاں لیکن اس طرح...... سیفا نے اداس نگاہوں سے ہاروس کو دیکھا"۔

"تو پھر......؟"

"کیا میری حیثیت ایک عام کنیز کی سی نہیں ہے جو تمہارے اشارے پر تمہارے
دموں تک پہنچ جاتی ہے"۔

"ایں...... ہاروس نے حیران لہجے میں کہا"۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہاری نگاہوں میں میری صرف اتنی سی وقعت ہے۔

"مگر سیفا بات سمجھ میں نہیں آتی...... یعنی اگر یہ نہ کرتا تو میں کیا کرتا"۔

"مجھے وہ عزت، وہ مقام دیتے جو عزت دار عورتوں کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے بعد

جب تم مجھے اپنے قدموں میں لاتے تو شاید میں اپنے آپ کو دنیا کی سب سے خوش قسم
عورت سمجھتی...... ہاروس گہری سوچ میں ڈوب گیا اور اس نے اس بات کو دل سے تسلیم ک
اس نے کہا"۔

"لیکن سیفا...... ایلاک"۔

"ہاں...... ایلاک...... اگر تم مجھ سے اس بارے میں مشورہ کر لیتے تو میں کچھ اور سوچتی"۔

"کیا"۔

"مگر اب بے کار ہے"۔

"نہیں سیفا تم یہ کیوں نہیں سوچتیں کہ تم ایک عزت دار عورت کی حیثیت سے یہا
آئی ہو...... تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھو گی اور اس کے بعد چلی جاؤ گی...... مجھے اس پر کو
اعتراض تو نہیں ہو گا...... سیفا کی آنکھوں میں ایک بار پھر روشنی پیدا ہوئی اور اس نے کہا"۔

"کیا یہ سچ ہے"۔

"تم تھوڑی دیر یہاں بیٹھو مجھ سے باتیں کرو اور پھر عزت کے ساتھ واپس اپنی جگ
چلی جاؤ اور ایسا ہی ہوا...... رات کے آخری پہر سیفا وہاں سے نکل کر اپنی آرام گاہ می
آ گئی...... ایلاک گہری نیند سو رہا تھا اور سیفا اسے دیکھ رہی تھی...... درحقیقت ایلاک اس کے
لئے بے حد پُرکشش تھا اور اس معصوم اور سادہ لوح انسان کے اندر جو بات تھی وہ سیفا کو ایک
الگ ہی مقام کا احساس دلاتی تھی...... اس نے دل ہی دل میں ہنستے ہوئے کہا"۔

"ایلاک ابھی تو اس قابل نہیں ہے کہ تیری اس گہری نیند کو آخری شکل دے د
جائے اور یہ اتنی طویل ہو جائے کہ اس کے بعد تو کبھی آنکھیں نہ کھول سکے...... تجھے جینا
ابھی اور میں تجھے بہت بڑا مقام دوں گی، لیکن اس کے لئے جو طریقہ کار اختیار کرنا ہو گا......
کاش تو اس پر اعتراض نہ کرے اور پھر یہ ہی ہوا...... دوسری صبح ایلاک جاگا، وہ کھویا کھویا
تھا...... اس نے کہا"۔

"زندگی کی یہ پہلی رات ہے سیفا کہ تیری آغوش میں مجھے اتنی گہری نیند آئی...... جس

مجھے جاگنے ہی نہ دیا...... سیفا مسکرا کر خاموش ہو گئی تھی...... لیکن ادھر کوہال کے
ے سے ہاروس بہت سے نئے نئے منصوبے سوچ رہا تھا...... اس کی اپنی ذات بھی کچھ
ں میں اٹکی ہوئی تھی اور ایسا ممکن نہیں تھا کہ وہ کھل کر رنگ رلیاں منا سکتا، چنانچہ بہت
سمجھ کر کام کرتا تھا اور جب اس نے کوہال کو بتایا کہ سیفا اصل میں کیا احساس رکھتی ہے تو
نے کہا"۔

"لیکن اس کے لئے ایک طویل منصوبہ بندی کرنا ہو گی...... ہاروس، ورنہ ہم مشکلات
تلا ہو سکتے ہیں"۔

"میں بھی یہ ہی سوچ رہا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ وہ جس قدر حسین ہے، اس کے بعد
ں بات کی کیا گنجائش ہے کہ اسے اس کا اصل مقام نہ دیا جائے...... وہ اسی مقام کے قابل
لیکن اس کے لئے تھوڑے سے وقت کا انتظار کرنا ہو گا...... پھر پہلی بات تو یہ ہوئی کہ
نے ایلاک کا دائرہ اختیار وسیع کیا...... یعنی وہ اب صرف پرانے محل کا نگران نہیں تھا،
ں کی اور بھی ذمہ داریاں تھیں جو یہ تھیں کہ ہاروس کے وسیع و عریض مملکت کے امور
انی کرے اور اس کے لئے اسے خاص مقام اور کچھ افراد دیئے گئے تو دیکھنے والوں نے یہ
لہ سیروس کے جہاز کا معمولی سا خلاصی بھی گھوڑے پر سوار ہو کر زمینوں پر جاتا ہے اور
س کے احکامات کی پابندی کرتے ہیں اور ایلاک کو ایک طرف سے تو سیری حاصل تھی
یفا، جو اب اس کی منظور نظر بن چکی تھی، جبکہ پہلے بھی وہ سیفا کا منظور نظر تھا...... لیکن
و مقام حاصل ہو چکا تھا، اس کے لئے اس کے دل میں خواہش تھی کہ جس طرح بھی
ے...... اس کی ماں کم از کم اسے دیکھے اور یہ محسوس کرے کہ سیفا کا ساتھ یقینی طور پر
کے لئے باعث برکت تھا اور اسے وہ مقام حاصل ہو گیا جس کا اس نے کبھی خوابوں
ی تصور نہیں کیا تھا...... بات کسی معمولی ہستی کی نہیں تھی...... سیفا اس کے پس منظر
ی اور بھلا ہاروس بے چارہ اس کی شیطانی قوتوں کے آگے کیا حیثیت رکھتا تھا...... ایک
سی ذہنیت کا انسان جو اپنے آپ کو بہت آگے کی چیز سمجھ رہا تھا...... تو کوہال کی
ں سے اب وہ مواقع مہیا ہو گئے تھے کہ ہاروس سیفا سے تنہائی میں ملاقات کر سکتا تھا اور

پرانے محل میں چوری چھپے داخل ہوتا تھا وہ، کیونکہ اس سے پہلے کبھی اسے پرانے محل
نہیں دیکھا جاتا تھا اور وہاں سے اسے کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی، بلکہ اب وہ یعنی پرانا محل
کے بھائی کی ملکیت تھا اور کیلان عموماً سمندری سفر پر رہتا تھا۔ کچھ ایسے ہی کام اس کے
کر دیئے گئے تھے کہ زیادہ تر وہ سطح آب پر ہی سفر کرتا تھا اور طویل عرصے کے بعد واپس
کرتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ ہاروس نے بڑے اطمینان کے ساتھ سیفا کو ایلاک کے ر
پرانے محل میں فروکش کر دیا تھا...... سیفا اس کے سامنے آتی اور اپنی تمام حشر سامانیوں
ساتھ آتی اور ہاروس کلیجے پر زخم پر زخم کھاتا رہتا...... سیفا اس کی آتش شوق کو بھڑکا رہی
اور اس سے بہتر کون جان سکتا تھا کہ جب تک کوئی شے حاصل نہ ہو جائے اس کی کیا
باقی رہتی ہے تو ہاروس سب کچھ برداشت کر رہا تھا اور سیفا کی مشکل بھی جانتا تھا کہ وہ کچھ
سہی لیکن ایلاک کی ملکیت ہے...... پھر ہاروس نے ایک دن کہا۔

”سیفا میں کب تک تیرے لئے اس طرح مضطرب رہوں گا...... میری ز
میری روح کی مالک، کوئی ایسی تدبیر بتا جس سے میں اپنی اس تشنہ کامی کو سیراب کر سکو
آہ، میں راتوں کی نیند کھو چکا ہوں اور دن کا سکون“ کسی کام میں دل نہیں لگتا میرا...... بس
چہرہ ہر وقت میری نگاہوں میں رہتا ہے۔

”تو سیفا نے غم ناک لہجے میں کہا“۔

”اور میری مشکل بھی تیری نگاہ سے دور نہیں ہو گی...... ہاروس“۔

”میں تو یوں کر سکتا ہوں کہ ایک لمحے میں ایلاک کو زندگی سے دور کر دوں
میرے لئے بھلا کوئی مشکل کام ہے“۔

”لیکن ایسا مناسب نہیں ہو گا ہاروس، یوں نہ کرنا بلکہ اگر تو کر سکتا ہے تو ایلاک
اور بہتر مقام دے“۔

”آہ...... تیری بات بے شک میری سمجھ میں نہیں آتی...... لیکن یہ تو ایک حقیقة
کہ میں تیری ہر بات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کو تیار ہوں“۔

”اصل میں ہاروس آج میں تیرے سامنے اپنی زبان کھولنے پر مجبور ہوں“۔

”کیا سیفا کیا ایسی کوئی بات ہے جسے ادا کرتے ہوئے تیرے دل کو یہ احساس ہو کہ یہ
ب نہیں ہو گا“۔

”نہیں یہ بھی ایک انوکھی کہانی ہے...... ایلاک کی ماں اور اس کے دو بھائی میرے سخت
ے تھے اور اس بات کو انہوں نے کہا کہ میری قربت اُن کے لئے نحوست ہے اور ایلاک
لئے بھی، تو میں نے ان سے کہا کہ جس طرح میں ایلاک کی تقدیر بنا سکتی ہوں، اس طرح
اور نہیں اور میں نے ایک طرح سے انہیں یہ بات عجزے لہجے میں کہی اور انہوں نے اسے
کر لیا اور کہا کہ دیکھیں گے ایسا کیسے ہوتا ہے اور پھر ہم وہاں سے چلے آئے اور ایک
کیفیت کا شکار رہے۔ میں نہیں چاہتی تھی ہاروس کہ ایسا ہو جیسا ہوا، لیکن نجانے
میرے دل کو اب ایک شدید دکھ کا احساس ہوتا ہے“۔

”کیسا دکھ......؟“

”یہ کہ میں تیری نگاہوں میں کیوں آئی...... آہ، کاش میں اس وقت تیری نگاہوں میں
تی جب ایلاک میری زندگی میں شامل نہیں ہوا تھا“۔

”کیا تیرے اندر یہ خواہش ابھرتی ہیں...... ہاروس نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا“۔

”ہاں...... اس لئے نہیں کہ تو ایک صاحب حیثیت انسان ہے ہاروس بلکہ اس لئے......
جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گئی“۔

”آگے تو کہہ سیفا...... میں بے چین ہوں“۔

”بلکہ اس لئے کہ میرے دل میں تیرے لئے محبت کی جو کونپل پھوٹی ہے اس کے
نے کی رفتار بہت تیز ہے“۔

”یعنی...... یعنی...... تو مجھ سے محبت کرتی ہے؟“

”ہاروس یہ الفاظ اب کہتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے“۔

”ایسی کوئی بات نہیں سیفا...... محبت تو الگ ہی جذبوں کا نام ہے اور وہ جب بھی جس
میں پیدا ہو جائے اپنی ایک حیثیت، ایک مقام رکھتے ہیں اور میں تو اس بارے میں سوچتا
نہیں ہوں ہاں، بس میرے دل میں یہ خیال ہے کہ ایلاک تیری زندگی پر قابض ہے اور

تجھے اپنی پسند نہ ہونے کے باوجود اس کے ساتھ وقت گزارنا پڑتا ہے" سیفا ایک ٹھنڈی سانس
لے کر خاموش ہو گئی تو ہاروس نے کہا۔

"لیکن تو صرف اشارہ کر...... جو تو چاہے گی وہ ہو جائے گا"۔

"بس ایک بار صرف ایک بار ایسا ہو کہ میں ایلاک کی ماں اور اس کے دونوں بھائیوں
یہ دکھادوں کہ دیکھو میں نے ایلاک کو کیا بنا دیا"۔

"تو ایسا تو ہو سکتا ہے...... یہ کون سی مشکل بات ہے...... سیفا نے نگاہیں اٹھا کر ہاروس
دیکھا اور بولی"۔

"کیسے......"

"جیسے تو چاہے"۔

"مگر جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اسے کہتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے"۔

"مجھ سے جس سے تو اپنی محبت کا اقرار کر چکی ہے"۔

"تو عظیم ہے...... ہاروس تو عظیم ہے"۔

"نہیں عظیم تو ہے سیفا...... جسے آسمان والوں نے اتنا عظیم حسن دے کر اتارا"۔

"تو پھر سن...... میں چاہتی ہوں کہ ایلاک کے لئے ایک خوبصورت مکان کا بندوبست
کر...... جو اس کی ملکیت ہو، لیکن عارضی وقت کے لئے"۔

"ہو جائے گا...... یہ کون سی بڑی مشکل بات ہے...... لیکن کیا تو اس مکان میں منتقل
ہو جائے گی"۔

"اس وقت ہم اس کی ماں کو طلب کریں گے"۔

"تو پھر کیا ہو گا؟"

"میں انہیں بلاؤں گی اور انہیں ایلاک کی حیثیت دکھاؤں گی اور اس کے بعد"۔

"ہاں اس کے بعد"۔

"اس کے بعد کی کہانی ابھی مجھ سے نہ پوچھ...... کیونکہ مجھے تیری ملکیت میں آ
ہے...... ہاروس ہنسنے لگا پھر بولا"۔

"ٹھیک ہے...... تیری پسند کے مطابق یہ سب کچھ ہو جائے گا تو بالکل بے فکر رہ" اور
بھلا باقی کام کیا مشکل تھا...... ایک حسین محل نما مکان ایلاک کے لئے خرید لیا گیا اور جب وہ
ں کو دیا گیا تو ایلاک فرط مسرت سے دیوانہ ہو گیا"۔

"مگر یہ" معزز کوہال بھلا میں اس قابل کہاں ہوں۔

"تو بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے، ہاروس کی نگاہوں میں ایلاک اپنی قابلیت کا خود یقین نہ
تو ایلاک تو دیوانہ ہو گیا اور اس کے لئے سیفا نے بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا...... تب وہ
جو سیفا ایلاک کی زبان سے کہلوانا چاہتی تھی خود ایلاک نے کہی اور کہنے لگا۔

"اور میری ماں کہتی تھی کہ جو کچھ تو کہہ رہی ہے وہ غلط ہے اور اس کا علم سچا ہے"۔

"ہاں...... ایلاک...... میری آرزو ہے کہ تیری ماں یہاں آئے تیرے دونوں بھائیوں
ساتھ اور دیکھے کہ یہ سب کچھ کیا ہے"۔

"ایسا ہو گا...... سیفا تیری خواہش کے مطابق ایسا ہو گا...... ایلاک نے کہا اور پھر اپنے
ں منصوبے بنانے لگا۔ اپنی اس حیثیت سے وہ بے حد خوش تھا اور اس بات کا آرزومند کہ
ماں یہ سب کچھ دیکھے...... تو پھر ایلاک نے یہ تمام بندوبست کیا اور ایک دن سیفا سے
ت لے کر اپنے گھر چل پڑا اور یہ کہا کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو لے کر یہاں آئے گا......
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... پھر ہاروس کے ساتھ مل کر اس نے ایک منصوبہ
ر ہاروس خوشی سے کھل اٹھا...... اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"واہ سیفا...... تو نے تو خوب سوچا اور حقیقت ہے کہ یہ ہی بہتر ہے کہ اس کے علاوہ اور
کیب نہیں اور میں بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں دنیا کی نگاہوں میں مشہور ہو جاؤں، تو یہ
کریں گے ہم انتہائی احتیاط سے کریں گے اور کوہال ایک بہترین مشیر ہی نہیں بلکہ ایک
رازدار بھی ہے...... اس کی مدد سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا...... سیفا مسکرانے
اس نے اپنی زندگی میں ایسے بے شمار کھیل کھیلے تھے اور کھیل بھلا اس کے لئے کیا
رکھتا تھا...... ویسے بھی اب ایلاک اس کی نگاہوں میں آہستہ آہستہ اپنی اہمیت کھوتا
تھا...... ذرا کچھ زیادہ ہی طویل عرصہ ہو گیا تھا ایلاک کی قربت میں...... گو اس کا بدل سیفا

کے پاس نہیں تھا لیکن ہاروس کے ساتھ بھی ایک مناسب وقت گزارا جا سکتا تھا..... کیو
ہاروس بے حد صاحب حیثیت تھا اور ایک راجہ کی بات ہی اور ہوتی ہے..... وہ دل ہی دل
مسکراتی رہی اور ایلاک کے بھیانک مستقبل پر غور کرتی رہی۔

☆......☆
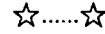
لیکن بات ایسے ہی ختم نہیں ہو جاتی..... ہاروس ایک ہوس پرست شخص تھا..... سیفا کی
، بظاہر زیادہ..... یہ تو خود سیفا ہی جانتی یا تاریخ کہ سیفا کی اصل عمر کیا ہے، لیکن حسن و
س پر منجمد ہو گئے تھے اور وہ شیطان صفت عورت اپنے اس عمل سے بھرپور فائدے
ہاتی تھی..... البتہ اور دوسرے بہت سے کردار اس کی شخصیت سے براہ راست متاثر
ے تھے اور ان میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والی شخصیت ہاروس کی بیوی سراویہ
..... ہاروس نے سراویہ سے محبت کر کے شادی کی تھی اور اس کی بھی ایک کہانی ہے،
ہانی در کہانی سے گریز کرتے ہوئے اصل واقعہ بیان کرنا ضروری ہے..... سراویہ کو ہر
ہاروس کی محبت حاصل تھی..... یہ الگ بات ہے کہ ہاروس کبھی کبھی راستے سے بھٹک
ا، لیکن مردوں کی یہ صفت قبول کرنا ہوتی ہے..... بات وہی تھی کہ ہاروس کہیں بھی
س کا اظہار کرے، لیکن سراویہ اس کے محل میں تھی اور اسے وہ مقام حاصل تھا جو
کو ہوتا ہے..... البتہ اس کی کنیز دوشا نے ایک دن اس پر انکشاف کیا۔

”چھوٹا منہ بڑی بات ہے..... عزاعلیہ، لیکن یہ کہنے میں کوئی عار نہیں ہے مجھے کہ آپ
ے نقصان سے دوچار ہونے جا رہی ہیں“۔

”کیا کہنا چاہتی ہے دوشا“۔

”وہ جو کہنا میرے لئے ممکن نہیں ہے اور نہ ہی مناسب“۔

”نہیں اگر بات ہم سے متعلق ہے تو پھر اس کا کہہ دینا ہی وفاداری کا ثبوت ہے“۔

”ایک سوال کرنا چاہتی ہوں میں“۔

"ہاں پوچھ"۔

"کیا آپ اپنے شوہر میں کوئی تبدیلی نہیں محسوس کر رہیں"۔

"ہاروس میں؟"۔

"ہاں"۔

"کیسی تبدیلی"۔

"کیا ان کے انداز میں کوئی ایسا فرق پایا آپ نے جو آپ کو محسوس ہوا ہو اور سراویہ سوچنے لگی...... پھر اس نے کہا"۔

"دوشا...... کوئی خاص بات ہے کیا...... اب تیرے احساس دلانے پر مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ کچھ ہے"۔

"ہاں...... عزاعلیہ...... بہت کچھ ہے"۔

"کیا......؟"

"پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیجئے"۔

"ہاں...... اکثر وہ مختلف جگہوں پر چلے جایا کرتے تھے اور ان کی واپسی جب ہوتی تھی تو وہ اس بے قراری کا اظہار کرتے تھے جیسے میری یہ دوری انہیں ناگوار گزری ہو، لیکن اب ایسا نہیں ہوتا...... اب بھی وہ چلے جاتے ہیں اور مجھے پتا چلتا ہے کہ کہیں دور نہیں بلکہ محل کے آس پاس ہی اور اس کے بعد اس بے قراری کا اظہار بھی نہیں ہوتا"۔

"وجہ جانتی ہیں"۔

"نہیں"...... سراویہ نے پریشان لہجے میں کہا۔

"آہ...... اس کی وجہ ایک عورت ہے اور عزاعلیہ اگر آپ اسے دیکھ لیں تو حیرت سے دانتوں میں انگلی دبا کر رہ جائیں"۔

"کیوں......؟"

"اتنی ہی حسین ہے وہ"۔

"کیا واقعی؟"۔

"ہاں" میں نے اس کی صرف ایک جھلک دیکھی ہے...... پرانے محل میں فروکش ہے راس سے زیادہ مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا، کیونکہ دوسرے بھی نہیں نتے"۔

"کتنا عرصہ ہو گیا اس بات کو"۔

"خاصے دن گزر گئے"۔

"اور تو اب مجھ سے تذکرہ کر رہی ہے"۔

"مجھے صحیح صورت حال کا علم کچھ ہی وقت پہلے ہوا ہے"۔

"مگر وہ عورت ہے کون"۔

"آہ...... میں اس کے بارے میں بالکل نہیں جانتی لیکن میرے منہ میں خاک...... شاید آپ کا منصب چھیننے کی کوشش کر رہی ہے...... سراویہ کا چہرہ سرخ ہو گیا...... اس نے کہا"۔

"یہ اتنا آسان نہیں ہوگا...... درحقیقت یہ اتنا آسان نہیں ہوگا دوشا"۔

"لیکن ایسا ہے اور ایسا ہی ہو رہا ہے"۔

"اگر تو اس بات کا صحیح طور پر سراغ لگا لے تو میں تجھے انعام سے مالا مال کر دوں گی"۔

"میرا انعام آپ کی خدمت ہے اور میں نے کسی انعام و لالچ کے بغیر یہ بات کہی ہے"۔

"اگر ایسا ہے اور بات سچ ہے تو یہ بہتر نہیں ہوگا...... میں...... میں بہت کچھ کر سکتی ل...... بہت کچھ کر لوں گی میں"۔

"سچ تو یہ ہے کہ وہ عورت بے حد خوبصورت ہے اور میں سمجھتی ہوں اس ناگن کا محل ںار رہنا اور ہاروس کا اس کے پاس جانا میرے خیال میں خاصا خطرناک ہے"۔

"اوہ...... گویا بات بہت آگے بڑھ چکی ہے...... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس سلے کو کیسے روکوں"۔

"یہ تو آپ ہی بہتر سمجھتی ہیں عزاعلیہ...... کہیں ایسا نہ ہو کہ اس انکشاف پر میری دن میرے شانوں سے اتار دی جائے"۔

"ایسا نہیں ہوگا...... تو مطمئن رہ...... سراویہ نے کہا اور پھر وہ انتقام کی آگ میں سلگنے

لگی...... اس نے دوشا سے کہا۔

"ایسی کنیزوں کو منتخب کرلے جو رازدار ہوں اور پورے اعتماد کے ساتھ یہ پتا چلا سکیں
کہ ہاروس کیا کر رہا ہے اور صورت حال کیا ہے"۔

"تین کنیزیں موجود ہیں لیکن ان کی تعیناتی پرانے محل میں نہیں بلکہ وہ یہیں ہوتی
ہیں"۔

"تو کچھ سوچ...... جس طرح بھی بن پڑے...... صورت حال کو ذرا آگے تک معلوم
کر...... میں تو پریشان ہو گئی ہوں"۔

"میں خود پریشان ہوں عزاعلیہ...... آپ کا منصب ہی تو ہمارے لئے باعث عزت
ہے، ورنہ پھر ہماری بھی کیا حیثیت رہ جاتی ہے"۔

"تو کچھ کر...... ضرور کچھ کر اور میں بھی کچھ سوچتی ہوں سراویہ نے کہا اور خیالوں میں
ڈوب گئی۔

☆......☆

ایلاک اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اس شان و شوکت سے پہنچا کہ دیکھنے والے دنگ رہ
...... خصوصاً ایلاک کے بھائی جو اپنے بھائی کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے تھے تو ایلاک
ہا۔

"اور میری ماں...... پہلے مجھے یہ بتا کہ کوئی میری تلاش میں یہاں تک پہنچا تو نہیں جیسے
ں میرا مالک"۔

"نہیں"۔

"یہ اطمینان بخش بات ہے...... اور اب تو اور میرے بھائی تیاریاں کرلو...... بس تمہیں
ے ساتھ چلنا ہے"۔

"کہاں"۔

"وہاں جہاں میں رہتا ہوں اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ میں تمہیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ
...... وہ تو ایک مجبوری تھی کہ مجھے ملک ملک بھٹکنا پڑتا تھا اور میں دوسروں کا محتاج تھا......
نک پہنچوں کہ نہ پہنچوں...... لیکن اب تمہاری دعائیں شامل ہیں اور وہ سب ہو چکا جس
ن گوئی اس عورت نے کی تھی...... جو تمہارے خیال میں ایک شاطر عورت تھی اور اس
ہ پر اپنے حسن کا جال بچھا دیا تھا"...... ایلاک کی ماں نے اسے رحم بھری نگاہوں سے
ر بولی"۔

"جب تقدیر کوئی فیصلہ صادر کر دیتی ہے تو اس سے انحراف تو ممکن ہی نہیں ہوتا......
اب تیرے لئے کوئی دعا کرنے کے قابل ہی نہیں ہوں کہ تقدیر جو فیصلے کر چکی ہے وہی

آخر ہیں"۔

"تیری بات میری سمجھ میں نہیں آتی اور تو کہتی ہے کہ تو ہم سب کو یکساں نگاہ سے دیکھتی ہے تو کیا تو اب بھی میری اس چھوٹی سی خواہش کو قبول نہیں کرے گی"۔

"ہاں..... میں تیری اس خواہش کو قبول کروں گی اور تیرے بھائی بھی" تو پھر ایلاک ان لوگوں کو لے کر چل پڑا اور دونوں نے ایلاک سے کہا"۔

"ماں..... ضعیف ہو چکی ہے اور اس کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں..... لیکن ہم پہلے اندازہ نہیں رکھتے تھے اور سوچتے تھے کہ ماں ہی کا کہا درست ہے اور ویسے تو ہم اس کی با مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں اور وہ نہیں کرتے جس سے وہ منع کرتی ہے..... لیکن یہ ہمیں ماننا ہی پڑے گا کہ اب اس کی عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے..... بے شک وہ صاحب علم ہے کیونکہ وہ ہماری ماں ہے..... لیکن تم اس کی باتوں کو محسوس نہ کرنا اور کیا ہی خوب زندگ حاصل کرلی ہے تم نے..... کیا ہمارے لئے بھی اس کے امکانات ہیں۔

"شاید ایسا ہو..... میں جس جگہ تک پہنچ گیا ہوں وہاں اگر میں تمہارے لئے کو سفارش کروں تو تمہیں بھی ایک مقام حاصل ہو سکتا ہے"۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے..... ہم نے تو زندگی میں کچھ نہ کیا اور یوں ہی وقت گنوا رہے..... لیکن اب حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ہمیں بھی زندگی سے کچھ حاص ہو جائے" ایلاک اپنے بھائیوں اور اپنی ماں کو لے کر چل پڑا وہاں سے اور بالآخر سفر طے کر ہوا اپنے گھر میں داخل ہو گیا، لیکن یہاں اس نے سیفا کو موجود نہ پایا اور یہ حیرانی کی بات نہیں تھی..... سیفا پرانے محل میں ہی تھی اور اس کے لئے اس سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ مکان بے شک اس کی ملکیت ہے، لیکن بہتر ہے کہ اس کا قیام یہیں رہے تو پھر ایلاک نے پرانے محل پہنچ کر اپنی ماں اور بھائیوں کی آمد کی اطلاع دی اور سیفا نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی..... پھر کہنے لگی۔

"اور میں ذرا ان سے کچھ وقت کے بعد ملوں گی، لیکن تیرا فرض ہے کہ ان کی خدم کر اور بالآخر وہ تیرے اپنے ہیں..... پھر جب وہ سب اپنے نئے مکان کے عیش و عشرت دیکھ

ان ہو رہے تھے تو سیفا ان کے درمیان پہنچ گئی..... اس نے بڑے احترام سے ایلاک کی ماں لام کیا اور ایلاک کی ماں نے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھا تو سیفا بولی۔

"اب تو میں تیری محبت حاصل کرنے کے قابل ہوں اور دیکھ لے میں نے کہا تھا تجھ ، کہ میری وجہ سے تیرا بیٹا ایک ایسی زندگی اور ایسا منصب پائے گا جس کا کوئی تصور بھی نہ سکے اور پوچھ ایلاک سے کہ جو کچھ کیا، میں نے ہی کیا..... ایلاک کی ماں نے حسرت بھری وں سے اپنے بیٹے کو دیکھا..... پھر بولی۔

"تقدیر کا لکھا بھلا کس نے مٹایا ہے اور جو ہوتا ہے پہلے سے ہی رقم ہو جاتا ہے اور ہم بھی نہیں کر سکتے"۔

"لیکن تیرے لہجے میں کوئی خوشی نہیں ہے..... سیفا نے کہا"۔

"ہاں اس کی وجہ ہے"۔

"کیا؟"۔

"وہ جو تو جانتی ہے" ایلاک کی ماں درحقیقت صاحب علم تھی..... وہ ٹھنڈی سانس لے خاموش ہو گئی اور سیفا نے دل میں اعتراف کیا کہ بوڑھی علم رکھتی ہے..... نجانے اس کے کی کیا نوعیت ہے، لیکن کوئی ایسی بات ہے کہ بوڑھی خود ہی اس سے بہرہ ور ہے خیر وقت لتنا باقی ہے لیکن ایلاک خوش تھا اور اس نے ناخوشگوار انداز میں اپنی ماں سے کہا تھا۔

"یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود تیرے لہجے میں طنز کا عنصر باقی ہے اور ماں کی آنکھوں ، آنسو نکل پڑے تھے، لیکن ان آنسوؤں کا راز ایلاک کو اس وقت معلوم ہوا جب رات ، کھانے کے بعد ان کے سینوں میں سوزش ہوئی اور ایلاک کی ماں نے بستر پر لیٹ کر ھیں بند کر لیں، لیکن ایلاک اور اس کے دونوں بھائی اپنا سینہ ملتے ہوئے بے کلی سے ادھر ر پھر رہے تھے تو ایلاک نے کہا۔

"اور تو تو بہتر ہے..... یہ سب کیا ہوا..... ہماری حالت مشترکہ طور پر خراب کیوں ئی ہے تو ایلاک نے اپنی ماں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا"۔

"کیا تو بہتر حالت میں ہے"۔

"نہیں میرے بچے...... جب ناگنوں کو دودھ پلا کر پالا جاتا ہے تو زہر بھی پینا ہی پڑ
ہے، کیونکہ موذی کا کام نقصان پہنچانا ہی ہے اور تو نے یہ نہ سوچا، میرے معصوم بچے کہ ایک
حسین عورت جو محلوں کی رانی بن سکتی ہے...... بھلا ایک جہاز کے مزدور کو کیوں اہمیت دے
رہی ہے اور میں بہت تھوڑا سا علم جانتی ہوں...... بس اتنا کہ کچھ باتیں وقت سے پہلے مجھے
معلوم ہو جاتی ہیں اور اگر تو یاد کرے تو میں نے یہ پیش گوئی کی تھی اور گھر سے چلتے وقت میر
نے جو دکھ بھرے الفاظ کہے تھے ان کا یہی مفہوم تھا۔

"کیا...... آخر کیا...... آہ...... میں اپنے وجود میں سلگ رہا ہوں اور دیکھو...... میرے
بھائیوں کی حالت بھی کتنی خراب ہوتی جا رہی ہے"۔

"اس کی وجہ ہے......سیفا نے متحمل لہجے میں کہا...... ایلاک نے اسے دیکھ کر کہا"۔

"کیا وجہ ہے سیفا...... کچھ کر ہمارے لئے...... کچھ کر"۔

"جتنا کچھ کیا میں نے تمہارے لئے کیا اتنا ہی کافی نہیں ہے...... بس ایلاک تیری او
میری زندگی کا ساتھ یہیں تک تھا اور میں جانتی تھی کہ تھوڑا وقت اور گزرے گا تو بوڑ
ہو جائے گا اور میں اپنی آتش جوانی کو کچھ اور بہتر پاؤں گی، تو ساتھ تو تیرا اور میرا چھوٹنا ہی تھ
لیکن ایسا کچھ پہلے ہو گیا...... خیر جانے والے کو تو جانا ہی ہوتا ہے...... اگر تو مرنے سے پہ
اس حقیقت کو جاننا چاہتا ہے تو بس اتنا سمجھ لے کہ جو خوراک تم لوگوں نے کھائی ہے اس می
ایک زہر قاتل شامل تھا۔

"مگر کیوں سیفا"۔

"تیری ماں اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھی اور اپنے آپ کو بہت صاحب علم سمجھ
تھی...... اسے یہ تو دکھانا ہی تھا کہ سیفا کی وجہ سے ایلاک جیسا آدمی معمولی سا مزدور ا
حیثیت حاصل کر سکتا ہے، لیکن ایلاک تیرا کام بس اتنا ہی تھا...... جسے تو نے سر انجام دے
دیا...... بس اب سو جا اور گہرائیوں میں جا کہ وہی بالآخر تم لوگوں کے لئے اصل جگہ تھی......
ایلاک غم زدہ نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھنے لگا جو در حقیقت گہری نیند سو گئی تھی...... پھر ا
نے اپنے بھائیوں کو دیکھا اور افسوس بھرے لہجے میں بولا۔

"کاش میں تمہارے لئے موت کا سبب نہ بنتا" پھر اس کے بعد اس نے آنکھیں بند
ں اور سیفا مسکراتی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی...... کچھ وقت کے بعد کچھ افراد اس کے
پہنچے اور کوہال ان کے ہمراہ تھا تو سیفا نے کہا"۔

"سونے والے ابدی نیند سو گئے ہیں اور جب وہ جاگیں گے تو دیکھا جائے گا...... فی الحال
ں ان کے اصل مقام تک پہنچا دو" کوہال نے مسکرا کر کہا۔

"جیسا تو کہے سیفا"۔

☆......☆

کوہال خود بھی سیاہ دل کا مالک تھا...... اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے اسے وہی کرنا ہوتا تھا جو ہاروس کی خواہش ہوتی اور ہاروس ایک بدکار انسان تھا...... ایسے بدکار لوگوں کے لئے زندگی کے اقدار بے معنی ہوتے ہیں...... وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر شخصیت کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور کبھی اس سے منحرف نہیں ہوتے...... سو ایسا ہی ہوا تھا، لیکن وہ حسین عورت ہاروس کی کمزوری بن گئی تھی اور کوہال دل سے یہ بات تسلیم کرتا تھا کہ اس کا حسن ایسا ہی قیامت خیز ہے کہ انسان کو اپنے ذہن پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے اور وہ بے بسی کا شکار ہو جائے، لیکن ایسے حسین چہرے جن کی ملائمت اور دلکشی قابل تحسین ہو۔ اگر اس طرح وحشت خیزی کریں اور ان کے گلابی دل میں کسی کے لئے اتنا گداز نہ ہو تو ناقابل یقین سا محسوس ہوتا ہے...... ایلاک ایک خوبصورت جوان تھا...... جب بگڑے ہوئے حالات تھے۔ تب بھی اس کی شخصیت ایسی نہیں تھی کہ اسے نظر انداز کیا جا سکے اور اس کے بعد جب اسے اقتدار ملا تھا اور منصب ملا تھا تو اس کی شکل میں اور نکھار آ گیا تھا...... خیر ایلاک سے تو کوہال کو کیا دلچسپی ہو سکتی تھی، لیکن جس طرح اس بوڑھی عورت اور اس کے ساتھ اسے دو جوانوں کو دفن کرنا پڑا تھا...... اس نے اس کے دل پر بڑا اثر ڈالا تھا...... رات گئے تک وہ اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا تھا...... ایک شادی شدہ عورت جو ایک گوشے میں زندگی گزار رہی تھی بھلا اس پر اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کیا معنی رکھتی ہے...... خود وہ بھی شادی شدہ تھا، لیکن وہ لوگ کہاں سوچتے ہیں جن کے پاس دولت کے انبار ہوں اور ہاروس سے ہٹ کر اگر بات اس حسین عورت تک آتی ہے تو سچی بات ہے کہ اسے عورت کہنا تو اب گناہ محسوس ہوتا ہے......

ہال کا ذہن بھٹکنے لگا...... صدیوں پرانی روایت میں ایسی حسین ناگنوں کا وجود ملتا ہے جو اروں سال کی عمر پانے کے بعد اپنی جون بدل لیتی ہیں اور اس کے بعد انہیں اختیار حاصل تا ہے کہ وہ کوئی بھی شکل اختیار کر لیں انسانی حسن اس قدر بے مثال اور بے داغ ہو تو رانی ہوتی ہے، ممکن ہے یہ حسین عورت کوئی زہریلی ناگن ہی ہو...... لیکن صرف روایت کا ہارا لے کر ایک ایسا نظریہ قائم کر لینا ذرا عجیب ہی لگتا تھا، البتہ کوہال یہ سوچ رہا تھا کہ اگر قعی یہ حسین عورت کوئی ناگن ہے تو شاید ہاروس اپنی زندگی کے آخری مراحل سے گزر رہا ہے، کیونکہ ناگن کا زہر بہر حال اس کے رگ و پے میں اتر کر اسے زندگی سے محروم کر دے ...... کوہال نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور سوچوں میں ڈوب گیا، لیکن اس کی سوچیں ہاروس کو یں بچا سکتیں تھیں...... ہاروس جن راستوں پر نکل پڑا تھا، اب ان سے واپسی ذرا مشکل ہی ی اور کوہال کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی کہ اسے وہی کرنا چاہئے جو روس مانگ ہے اور اپنے طور پر اس میں تبدیلی تو بے مقصد ہی تھی، چنانچہ اس خیال کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ نیند کی آغوش میں پہنچ گیا...... ادھر ایلاک سے نجات اصل کرنے کے بعد پرانے محل میں ایک بار پھر آبادی ہو گئی تھی اور بھلا محل کو چھوڑ کر ل مکان میں رہنے کا کیا سوال تھا، لیکن ابھی تنہائیاں تھیں اور تنہائیوں میں ایلاک کی یاد سیفا کے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی...... کچھ بھی تھا زندگی کے حسین لمحات کا ساتھی تھا...... کچھ لمحے وہ اسی کیفیت کا شکار رہی اور پھر اس نے خود کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

"کیا کائنات میں صرف ایلاک ہی وہ حسین نوجوان تھا جس کے لئے دل کو غم کی رچھائیوں میں ڈبو دیا جائے اور اب نگاہوں کے سامنے ہاروس ہے...... اصل مسئلہ تو یہ ہی ئا...... بے شک ہاروس ایک توانا آدمی تھا، لیکن اس کے اندر جوانی کی وہ جولانیاں کہاں جو یک الہڑ اور کڑیل جوان میں ہوتی ہیں...... ہاروس کی قربت سرد اور بے مزا ہوتی، جبکہ اس نے ابھی ہاروس کو اپنے وجود کی قربت کا ایک لمحہ بھی نہیں دیا تھا...... ہاں کم از کم اس شخص کے سہارے زندگی کا ایک پہلو روشن ہو سکتا ہے...... یعنی اقتدار اور ایسی شخصیت جو حکمران و اور سیفا کے دل میں یہ احساس چٹکیاں لینے لگا کہ کم از کم اور کچھ نہ سہی تو دور اقتدار ہی

سہی...... ہاروس کی ملکہ بننے کے بعد اسے اقتدار حاصل ہوگا اور ہاروس بھلا کیا حیثیت رکھتا ہے...... اسے تو چٹکیوں میں نچایا جاسکتا ہے...... سو دوسری صبح وہ بالکل مطمئن تھی...... اس نے غسل کیا اور ایک خوبصورت لباس زیب تن کیا...... کون کہہ سکتا تھا کہ وہ اتنا بھیانک کھیل کھیل چکی ہے...... اس کے چہرے کی معصومیت، اس کے وجود کے گلاب کھلے ہوئے تھے اور کوہال نے ہاروس کو اطلاع دے دی تھی کہ سیفا کی خواہش کے مطابق وہ کھیل کھیلا جاچکا ہے جو ایک خونی کھیل تھا۔

"اے بے وقوف! اس خون کو تو خونی کھیل کہتا ہے...... جس میں میری کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے"۔

"نہیں...... میرے مالک...... میں نے تو بس بتایا ہے کہ میں نے آپ کی خواہش کے مطابق وہ سب کچھ کر دیا ہے"۔

"یہ تو بہت بہتر ہوا...... اب ہمارے راستے صاف ہو گئے...... سیفا کہاں ہے؟"۔

"پرانے محل میں واپس آچکی ہے"۔

"سن کوہال...... بات ختم ہو گئی...... ایک لمحہ ایسا دل میں نہ آنے دینا جب تو مرنے والوں کے لئے افسوس کرے"۔

"نہیں آقا...... میں تو تیرا غلام ہوں"۔

"سنا ہے...... کیلان پہنچنے والا ہے...... اور کچھ وقت جا رہا ہے کہ اس کا جہاز ساحل سے لگ جائے گا"۔

"ہاں...... میرے علم میں بھی یہ بات آئی ہے"۔

"میرے بھائی کی آمد کی خوشیوں کی تیاریاں کر اور اپنے ذہن سے باقی تمام خیالات نکال دے...... ہاروس نے کہا اور کوہال نے گردن ہلا دی...... ہاروس نے خود بھی اپنے آپ کو بنایا سنوارا اور پھر پرانے محل کی جانب چل پڑا...... در محبوب کی طرف جاتے ہوئے اس کے دل میں محبت کی لاکھوں سوچیں تھیں اور جب انسان کی آنکھوں پر پٹی بندھتی ہے تو ایسی ہی بندھتی ہے کہ اس کی سوچیں قید ہو جاتی ہیں اور وہ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا، حالانکہ

وس کو سوچنا چاہئے تھا کہ وہ حسین لڑکی جس کی صورت دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں ی اس نے کچھ نہیں دیکھا...... اگر اتنے بڑے قدم پر آمادہ ہو سکتی ہے تو اس کا مطلب ہے وہ اتنی معصوم نہیں ہے، لیکن وہی پٹی والی بات ہوتی ہے اور ادھر وہ حسین ناگن جس کے ے میں ہاروس جیسے احمق اس انداز میں سوچ رہے تھے کہ وہ معصوم صفت ہے انتظار رہی تھی کہ ہاروس پہنچے اور آج وہ نئے حربوں کے ساتھ اس کی منتظر تھی، سو جب ہاروس آمد کی اطلاع ملی تو وہ حسین لباس میں ملبوس اس کے استقبال کے لئے باہر نکل آئی اور ایسا ے نہیں ہوا تھا اور ہاروس نے اسے دیکھا تو اس کے قدم ٹھٹھک گئے اور وہ پاگلوں کے سے از میں اس کے سراپے کا جائزہ لینے لگا...... جو آج آتش فشاں بنا ہوا تھا اور ہاروس کے دل شی کا احساس ہوا کہ شاید یہ اس کے استقبال کے لئے ہے، تو سیفا آگے بڑھی اور ہاروس بھی اپنے قدم آگے بڑھائے...... سیفا نے کہا۔

"ہمیں آگے آنے دو...... معزز شہنشاہ آج ہم تمہارا جس انداز میں استقبال کر رہے ہیں وہ انوکھا ہی ہے...... ہاروس نے آگے بڑھ کر کہا"۔

"تو نے مجھے معزز شہنشاہ کہا"۔

"تو کیا تم شہنشاہ نہیں ہو"۔

"نہیں"۔

"تو پھر"۔

"غلام ہیں ہم"۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں"۔

"جو حقیقت ہے"۔

"بھلا تم کس کے غلام ہو سکتے ہو"۔

"تمہارے...... ہاروس نے جواب دیا اور سیفا مسکرانے لگی"...... پھر بولی۔

"مردوں کی یہی باتیں عورتوں کو پاگل بنا دیتی ہیں"۔

"غلط...... ایک پاگل کی باتیں بھلا کیا حیثیت رکھتی ہیں"۔

"تو تم پاگل ہو"۔

"دیوانے ہیں تمہارے سیفا"۔

"ایسی باتیں نہ کرو...... میں تمہاری بے حد عزت کرتی ہوں...... بہت احترام کرتی
ہوں تمہارا"۔

"وہ اپنی جگہ...... لیکن ہم جو تمہیں دیکھ کر دیوانے ہو جاتے ہیں"۔

"نہیں...... مجھے دیوانگی پسند نہیں"۔

"صرف اپنی دیوانگی بھی پسند نہیں"۔

"نہیں...... اس لئے کہ جس کا احترام کیا جاتا ہے اسے ہوش مند ہی دیکھنا اچھا لگتا ہے"۔

"دنیا کے لئے بے شک ہم ہوش مند ہیں لیکن تمہارے لئے"۔

"اندر تو آؤ...... سیفا نے کہا اور ہاروس کا ہاتھ پکڑ کر اندر چل پڑی...... نرم و نازک
ہاتھ کا لمس ہاروس کے پورے وجود میں بجلیاں دوڑا رہا تھا، حالانکہ زندگی میں نجانے کتنے
لمس اسے حاصل ہو چکے تھے، لیکن اس میں ایک انوکھی ہی کشش تھی اور وہ فرط خوشی سے
دیوانہ ہوا جا رہا تھا...... سیفا اسے لئے ہوئے اپنے کمرہ خاص میں آئی اور پھر اسے مسہری
بیٹھنے کی پیش کش کی۔

"آج تو ہمارا اعزاز بہت بڑھ گیا ہے"۔

"کیوں......؟ سیفا اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھتی ہوئی بولی"۔

"ہمارا ہاتھ پکڑا گیا"۔

"تمہارا ہاتھ تو اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پکڑ لیا گیا ہے ہاروس"۔

"آہ...... یہ کتنا خوشگوار ہے میرے لئے...... یعنی میرا اور تمہارا زندگی بھر کا ساتھ"۔

"نبھاؤ گے...... سیفا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا"۔

"کیوں نہیں"۔

"سوچ لیا ہے"۔

"ہاں...... اب بھی یہ سوال کرتی ہو"۔

"دل ڈرتا ہے"۔

"کیوں"۔

"کوئی لمحہ ایسا نہ آجائے کہ میں تمہاری نظروں سے گر جاؤں"۔

"اس سے پہلے ہم اپنی زندگی ختم کر لیں گے"۔

"ایسا نہ کہو...... سیفا نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ایک اور کاری وار کیا اور ہاروس
نے اس ہاتھ پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر اس ہاتھ کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے جدا نہ ہونے
...... سیفا نے بھی تعرض نہیں کیا تھا...... وہ مسکراتی رہی تھی اور یہ ہی تو گر ہوتے ہیں جب
د اپنی عقل کھو بیٹھتا ہے اور اس کے بعد زندگی بھر اس پر افسوس کرتا رہتا ہے...... ہاروس
ں جذباتی کیفیت کا اظہار کر رہا تھا...... سیفا اسے محسوس کر کے مسکرا رہی تھی...... پھر
وس نے کہا۔

"دل تو چاہتا ہے کہ اس لمس کو ہونٹوں سے کبھی جدا نہ ہونے دوں، لیکن......
ن...... سیفا مسکرا دی...... اس لیکن کے بعد کوئی لفظ کہنا اس کی پذیرائی کرنے کے مترادف
...... وہ محبت بھری نگاہوں سے ہاروس کو دیکھتی رہی ہاروس نے کہا۔

"سیفا...... اب تو تم ہر مشکل سے آزاد ہو گئی ہو"۔

"جب سے میں تمہارے قربت میں آئی ہوں ہاروس...... میرے لئے کوئی مشکل،
کل کہاں رہی ہے"۔

"آہ...... میری تو خواہش ہے کہ تمہیں زندگی کی وہ ساری خوشیاں دے دوں...... جو
ہارے تصور سے بھی باہر ہوں"۔

"تمہاری اس محبت سے مجھے زندگی کی ساری خوشیاں مل گئی ہیں"۔

"تو پھر سیفا...... میرے لئے کیا حکم ہے"۔

"میں بھلا تمہیں حکم دوں گی"۔

"نہیں...... میں تمہارا حکم چاہتا ہوں"۔

"تمہیں مجھ پر اختیار حاصل ہے ہاروس"۔

"نہیں میں تو بے اختیار ہو چکا ہوں"۔

"بس میری ایک خواہش تھی"۔

"کیا"۔

"مجھے وہ عزت، وہ مقام حاصل ہو جس کے لئے میں سوچنے لگی ہوں"۔

"کیا تمہیں وہ عزت اور وہ مقام حاصل نہیں ہے"۔

"نہیں"۔

"کیا مطلب...... ہاروس تعجب سے بولا"۔

"میں کون ہوں ہاروس"۔

"تم...... تم...... ہاروس اس کے الفاظ نہ سمجھ سکا تھا"۔

"ہاں...... بولو...... میں کون ہوں"۔

"تم سیفا ہو"

"صرف سیفا"۔

"کیا مطلب"۔

"سیفا کون ہے"۔

"میرے دل کی ملکہ...... ہاروس نے جواب دیا"۔

"دل میں تو میں تمہارے رہتی ہوں، لیکن لوگوں کی نگاہیں مجھ پر پڑیں تو ک
انداز میں"۔

"سیفا...... کھلے الفاظ میں کہو...... کیا کہنا چاہتی ہو"۔

"ہاروس...... میں یہ چاہتی ہوں کہ جب لوگ مجھے تمہارے قریب دیکھیں تو یہ
کہیں کہ دیکھو وہ فاحشہ جا رہی ہے...... جس نے ہاروس کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ہے"۔

"کس کی مجال ہے کہ اپنی آنکھوں سے بھی یہ الفاظ ادا کر سکے"۔

"کیا کرو گے تم"۔

"آنکھیں نکال لوں گا اس کی"۔

"اور اگر کسی کے دل میں یہ بات ہو تو"۔

"دل نکال لوں گا اس کا...... سیفا ہنسنے لگی پھر بولی"۔

"مگر تم یہ کیسے جان سکو گے"۔

"یعنی...... ہاروس چکرا گیا"۔

"تم دلوں کو تو نہیں دیکھ سکتے"۔

"ہاں"۔

"اور دل سے یہ خیال نکالنے کا ذریعہ ہو تو پھر"۔

"تو پھر اس ذریعے کو استعمال کروں گا میں"۔

"وعدہ کرتے ہو"۔

"کیوں نہیں"۔

"سوچ لو"۔

"سیفا...... تم مجھے سوچنے کے لئے نہ کہا کرو...... تمہارے سامنے آکر میری ساری
چیں ختم ہو جاتی ہیں"۔

"ہاروس...... میں چاہتی ہوں کہ تم مجھ سے باقاعدہ شادی کرو...... میرے شوہر
ے مالک بن جاؤ"۔

"ہاں...... ہاں...... ہاں...... ہاروس گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا"۔

"کیوں...... پریشان ہو گئے"۔

"نہیں سیفا...... مجھے کچھ لمحے سوچنے دو...... ہاروس نے کہا اور سیفا نے آنکھیں بند
یں...... ہاروس دیر تک بیٹھا غور کرتا رہا...... یہ صورت حال واقعی سنگین تھی...... سروایہ
کی بیوی تھی اور خود بھی معمولی حیثیت کی مالک نہیں تھی...... اس نے ایک اچھی بیوی
نے کا ہمیشہ ہی ثبوت دیا تھا اور کبھی ہاروس کے راستے میں نہیں آئی تھی، حالانکہ ہاروس جانتا
کہ اس کی رنگ رلیوں کی کہانیاں سروایہ تک پہنچتی رہتی ہیں، لیکن سروایہ کی پیشانی ہمیشہ
شکن رہتی تھی اور یہ ہی وجہ تھی کہ ہاروس اس سے تھوڑا سا خوفزدہ تھا...... بات جب

زبانوں پر آجاتی ہے اور دوسری شکل اختیار کر جاتی ہے تو ہمتیں بڑھ جاتی ہیں...... لیکن جب
احساس ہو کہ مد مقابل کی طرف سے ایک پراسرار خاموشی ہے تو پھر دل کو خوف کا احساس
ہی ہے...... سرمایہ سب کچھ پسند کر لے گی...... لیکن کوئی اس سے اس کا منصب چھین لے،
کا مقام چھین لے، وہ بھلا یہ کیسے پسند کر سکتی ہے اور یہ بات بڑی پریشان کن تھی اور ہاروس
تک چکرائے ہوئے ذہن کے ساتھ سوچتا رہا تھا...... تب سیفا کی آواز ابھری۔

"پڑ گئے ناں مشکل میں"۔

"نہیں سیفا...... ایسی کوئی بات نہیں ہے"۔

"تو کیا سوچ رہے ہو"۔

"یہ کہ کوئی بڑا کام کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت ضروری ہوتا ہے"۔

"میں تو ساری زندگی تمہارے لئے ہوں...... جتنا وقت چاہو...... حاصل کر لو......
زبان سے اف تک نہیں کروں گی...... بس انتظار کرتی رہوں گی"۔

"انتظار...... ہاروس نے عجیب سی نگاہوں سے سیفا کو دیکھا"۔

"ہاں...... کم از کم میرے پاس میرے لئے کچھ تو رہنے دو ہاروس...... اتنا تو رہنے د
میں خود کو کوئی فاحشہ نہ سمجھوں"۔

"نہیں...... نہیں سیفا...... میرا یہ مطلب نہیں تھا"۔

"تو پھر ہاروس...... تم یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد تم سے اور کچھ نہیں مانگوں گی
تمہارے قدموں کی خاک بن کر رہوں گی...... بس مجھے وہ مقام دے دو جو میری طلب ہے۔

"ٹھیک ہے سیفا...... لیکن ایک بات کے لئے تم سے معذرت چاہتا ہوں اور تھوڑ
شرمندہ بھی ہوں"۔

"ہاں...... ہاں...... کہو اور شرمندہ نہ ہو"۔

"اس میں کچھ وقت لگ جائے گا"۔

"تو میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا"۔

"اور اس وقت تک کیا میرے اور تمہارے درمیان جدائی رہے گی"۔

"ہاں...... سیفا نے پتھریلے لہجہ میں کہا اور ہاروس چونک کر اسے دیکھنے لگا...... سیفا کے
ں الفاظ کا مطلب تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہی حقیقت ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی
ہ سیفا جیسی حسین لڑکی کے حصول کے لئے ہاروس بیوی تو کیا سلطنت چھوڑ دینے کے لئے
ار تھا...... اپنی تمام دولت، اپنا اختیار، اپنا اقتدار اور وہ ساری چیزیں اس کے قدموں میں
ربان کی جا سکتی تھیں...... چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس تھوڑے سے وقت میں کوئی
ناسب ترکیب سوچ لے گا اور اس کے بعد اس پر عمل کرے گا...... یہ فیصلہ کرنے کے بعد
ں نے کہا۔

"ٹھیک ہے سیفا...... میں تمہیں تمہاری پسند کا مقام دوں گا...... یعنی تم سے اس وقت
ب رجوع نہیں کروں گا جب تک تمہیں تمہاری پسند کا مقام نہ دے دوں"۔

"وعدہ کرتے ہو"۔

"شک ہے مجھ پر"۔

"بالکل نہیں"۔

"تو سمجھ لو...... یہ ہی میرا وعدہ ہے...... ہاروس نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر سیفا کا ہاتھ
ڑا اور اسے ہونٹوں سے لگا لیا۔

"تم نے مجھے اس لمس کی اجازت دی ہے"۔

"آہ...... تم سے دور رہنے کو کس بدبخت کا دل چاہتا ہے لیکن"۔

"ٹھیک ہے سیفا...... اب مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے...... میں چلتا ہوں، کچھ
ت کے بعد میرا بھائی کیلان آنے والا ہے...... ذرا اس کے لئے بھی تھوڑی سی تیاریاں کرنی
ں، لیکن تم یہ نہ محسوس کرنا کہ میرا ایک لمحہ بھی تمہارے تصور سے دور ہوگا۔

"مجھے یقین ہے اور میں جانتی ہوں...... جب ہاروس کمرے سے باہر نکلا تو سیفا اسے
رے کے دروازے تک چھوڑنے آئی...... ہاروس اسے الوداع کہہ کر وہاں سے چلا گیا تو سیفا
پس آئی اور ایک کرسی پر بیٹھ گئی...... وہ مسکراتی نگاہوں سے اپنے حسین بستر کو دیکھ رہی تھی
راس کا ذہن سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا...... کچھ دیر وہ یوں ہی سوچتی رہی اور اس کے بعد وہ اپنی

جگہ سے اٹھی...... دروازہ کھول کر باہر جھانکا...... اور پھر دروازہ اندر سے بند کر لیا...... کہ
کے واحد دروازے کے علاوہ اور کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں سے کوئی آ سکتا...... پھر وہ
کرسی پر بیٹھ گئی اور اس نے نغمہ بار لہجے میں کہا۔

"تم جو کوئی بھی ہو...... اب مسہری کے نیچے سے نکل آؤ...... یہ الفاظ اس نے کسی
مخاطب کر کے نہیں کہے تھے، لیکن اس کے یہ الفاظ بے حد پراسرار تھے...... البتہ جسے مخا
کیا گیا تھا اس کی جان یقیناً نکل گئی ہوگی۔

"دیکھو...... باہر محافظ موجود ہیں...... اگر میں نے انہیں طلب کر لیا تو بات میرے
میں نہیں رہے گی اور زندگی اتنی معمولی چیز نہیں ہے کہ اسے اس انداز میں کھو دیا جائے
کیا میں تیسری بار بھی تمہیں مخاطب کروں یا اتنا ہی کافی ہے سیفا کے الفاظ کی بازگشت کم
میں گونج رہی تھی اور یہ پراسرار الفاظ کس کے لئے تھے...... یہ شاید صرف وہ ہی جانتا تھا
کے لئے تھے...... تب مسہری کے نیچے سے سرسراہٹیں ہوئیں...... وہ پردہ سرکا جو مسہر
فرش تک ڈھکے ہوئے تھا...... اس کے نیچے سے ایک نوجوان لڑکی باہر نکل آئی جس کا
ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا اور جس کی بڑی بڑی آنکھوں میں موت کا خوف اس طرح چھا
تھا کہ مانو وہ بے ہوش ہی ہو جائے...... سیفا نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا...... پھر
لہجے میں بولی۔

"اس کرسی پر بیٹھ جاؤ...... لیکن حسین لڑکی کے بدن میں کوئی جنبش نہیں ہوئی"۔

"بیٹھ جاؤ...... میں بہت رحم دل ہوں اور اپنی جنس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتی......
جاؤ...... پھر میں تم سے وہی کہوں گی کہ تیسری بار مجھ سے کسی بات کو کہلوانے کا مطلب
ہے کہ میرا ذہن خراب ہو گیا اور جس نے دوبارہ میری بات نہ مانی اور تیسری بار ماننے پر آ
ہوا...... اس سے میرے دل میں دشمنی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے...... لڑکی الٹے قدم پیچھے
اور پتھر کی طرح کرسی پر ساکت بیٹھ گئی...... اس کی آنکھیں سیفا پر جمی ہوئی تھیں......
مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی...... پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"نام کیا ہے تمہارا...... لڑکی کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی...... یوں محسوس ہوتا تھا

جیسے کوشش کے باوجود وہ ہونٹ نہ کھول پا رہی ہو...... اس کے ہونٹ پھڑکتے رہے تو سیفا
نے کہا"۔

"کیا نام ہے تمہارا...... دوسری بار پوچھا تھا اور اس کے الفاظ لڑکی کو یاد تھے...... یعنی اگر
اسے تیسری بار کوئی سوال کرنا پڑے تو اس کے بعد اس کی دوستی ختم ہو جاتی ہے اور دشمنی کا
آغاز ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نے اپنی تمام قوتیں مجتمع کیں اور اس کے حلق سے پھنسی پھنسی
لفاظ نکلے۔

"دوشا...... سیفا نے گردن ہلاتے ہوئے اس کہا"۔

"دوشا، پیاری لڑکی ہو...... کیا کر رہی تھیں یہاں"۔

"آپ کی باتیں سن رہی تھی"۔

"کیوں؟ سیفا نے براہ راست سوال کیا اور لڑکی کی آنکھوں میں جھانکنے لگی...... لڑکی نے
پھر بمشکل تمام لب کشائی کرنے کی کوشش کی تو سیفا نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ پانی ہے...... جاؤ...... اٹھو اور پانی پیو...... لڑکی اپنی جگہ سے اٹھی...... لرزتے
قدموں سے پانی کے برتن کی جانب بڑھ گئی...... پانی پی کر وہ واپس کرسی پر آ بیٹھی، اس کے
چہرے پر موت کی زردی کھنڈی ہوئی تھی اور اپنے آخری وقت کی منتظر تھی"۔ سیفا نے کہا۔

"عقل کا تقاضا ہے کہ اب میرے تمام سوالات ختم ہو جانے چاہئیں...... تم یہاں آئی
ہو اس مسہری کے نیچے چھپی ہو اس محل میں نہیں رہتیں، اس کا مطلب ہے کہیں اور سے
آئی ہو چنانچہ بہتر ہے کہ اب خود اپنے بارے میں تمام تفصیل بتاتی چلی جاؤ، پہلے یہ بتاؤ کہاں
سے آئی ہو"۔

"نئے محل سے...... دوشا نے جواب دیا"۔

"او ہو ہاں تو ٹھیک ہے اتنی آسانی سے پرانے محل میں کوئی باہر سے تو نہیں آ سکتا کون
ہو"۔

"میرا نام دوشا ہے اور میں رانی سروایہ کی کنیز خاص ہوں"۔

"رانی سروایہ کون ہے"۔

"ہاروس کی بیوی"۔

"ہوں سروایہ نے تمہیں یہاں کیوں بھیجا ہے"۔

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آپ کون ہیں اور ہمارے مالک سے آپ کا کیا واسطہ ہے"

"وہ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتی ہے" سیفا نے سوال کیا اور دوشا کے اندر تھوڑی سی بیز
پیدا ہو گئی...... اس نے کہا۔

"اس لئے کہ وہ ہاروس کی بیوی ہے...... یہاں کی ملکہ ہے اور نہیں چاہتی کہ ہاروس
اور کے جال میں پھنسے"۔

"مگر ہاروس کے بارے میں تو میں نے یہ سنا ہے کہ وہ عیاش طبع انسان ہے اور حسن
جمال کا شیدائی ہے"۔

"اپنے مالک کے بارے میں یہ الفاظ میں اپنے منہ سے نہیں ادا کر سکتی لیکن یہ سچ ہے"

"تو کیا ملکہ سروایہ ہاروس کے ہر عمل پر نگاہ رکھتی ہے"۔

"نہیں"۔

"تو پھر ایسا ہی کیوں یعنی میرے لئے"۔

"اس لئے کہ میرا آقا ان دنوں کچھ زیادہ ہی دیوانہ ہو رہا ہے۔ اس نے سروایہ کی جانب
بالکل توجہ چھوڑ دی ہے"۔

"گویا سروایہ کو مجھ سے خطرہ ہے"۔

"ہاں...... دوشا نے جواب دیا کچھ لمحے کے لئے خاموشی طاری ہو گئی...... سیفا
سوچنے لگی تھی، پھر اس نے آہستہ سے کہا"۔

"دوشا آرام کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤ مجھے تمہارے اس عمل سے کوئی شکا
نہیں ہے، تم نے حق وفاداری ادا کیا ہے...... میں تم سے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتی لیکن سرو
سے کہنا کہ اس وقت جب اسے یقین ہو کہ ہاروس محل میں نہیں ہے اور میرے پاس
نہیں ہے، مجھ سے ملاقات کرے یہ ضروری ہے جاؤ اب خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ
سروایہ جب بھی مجھ سے ملاقات کرے تم پہلے سے آکر مجھے اطلاع دینا...... دوشا کو یق

ن آیا کہ اس طرح اس کی زندگی بچ سکتی ہے...... یہ عورت اس وقت ہر بات پر قادر تھی
یہ کہہ سکتی تھی کہ اس کی گردن قلم کر دی جائے کیونکہ ہاروس کی منظور نظر تھی، لیکن لگتا
خاصی رحم دل ہے اور یقیناً کسی مشکل کا شکار ہے، وہ بہت اچھے جذبات لے کر یہاں سے
تھی اور اس کے بعد نئے محل میں پہنچ گئی تھی لیکن اسے موقع نہیں مل سکا کہ فوراً ہی اپنی
ہ سے رابطہ قائم کرے اور اسے اس ملاقات کے بارے میں بتائے کیونکہ ہاروس محل میں
جود تھا اور اس وقت ملکہ کے پاس ہی تھا، چنانچہ وہ انتظار کرنے لگی اور وقت گزر گیا......
وایہ اس دوران خود بھی غافل نہیں رہی تھی اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتی
ی تھی...... یہاں کی ملکہ تھی اور ہر شخص جانتا تھا کہ ہاروس کے بعد اسی کا اقتدار ہے سو اس
نے دوشا ہی کو نہیں کچھ اور لوگوں کو بھی اس کام پر مقرر کیا اور اس کے بعد ان سے معلومات
صل کرائیں...... یہ کام مکمل طور سے جاری تھا اور جو خادم اس کی تکمیل میں مصروف تھے
وایہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ زندگی کی بازی لگا کر ان کی زندگی بچائے گی اور انہیں کوئی
صان نہیں پہنچنے دے گی، چنانچہ اس کے ہرکارے معلومات حاصل کرنے میں لگے ہوئے
ے...... پھر دوسرے دن ہی دوشا کو اس کے قریب پہنچنے کا موقع ملا اور سروایہ نے سرد
ہوں سے اسے دیکھا۔

"کہاں تھی تو اب تک"۔

"عظیم مالکہ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا اس کی تکمیل میں مصروف تھی"۔

"اتنا وقت"۔

"میں نے تو اپنا کام کر ہی لیا تھا لیکن کل کا دن آقا تمہارے پاس تھے اور میں تم تک
یں پہنچ سکتی تھی"۔

"ہاں یہ تو ہے چل بتا کیا معلومات حاصل ہوئی تھیں"۔

"ہاں مالکہ میں تو زندگی اور موت کے درمیان سے گزر کر آئی ہوں"۔

"کہانیاں نہ سنا مجھے بتا کیا معلومات حاصل کر کے آئی ہے"۔

"عظیم مالکہ نجانے کس کس طرح میں پرانے محل میں چھپتی ہوئی بالآخر اس جگہ پہنچ

گئی جہاں اس کا کمرہ تھا"۔

"کس کا"۔

"اس کا نام جیسا کہ تمہیں بھی معلوم ہے سیفا ہے"۔

"ہوں تو...... تو سیفا کے کمرے میں پہنچ گئی"۔

"ہاں اس کی مسہری کے نیچے پوشیدہ ہو گئی کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا"۔

"پھر"۔

"پھر وہ وقت آیا جب ہمارے مالک وہاں پہنچے اور سیفا سے انہوں نے محبت بھری باتیں کیں اور کچھ انوکھے انکشافات بھی ہوئے"۔

"کیا"۔

"عظیم مالکہ ویسے تو مجھے تفصیل پتہ نہیں لیکن ایسا لگا ہے جیسے کوئی بہت بڑی سازش ہوئی ہے وہاں اور کچھ لوگوں کو زندگی سے محروم کر دیا گیا ہے"۔

"کن لوگوں کو"۔

"مجھے ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا"۔

"تو پھر تو جھک مار کر آئی ہے"۔

"نہیں عظیم مالکہ جھک نہیں ماری میں نے بلکہ میری ملاقات سیفا سے ہوئی"۔

"کیا سروایہ اچھل پڑی"۔

"ہاں"۔

"تو اس سے ملی"۔

"ہاں مالکہ"۔

"مگر کیسے اور کس حیثیت سے"۔

"آپ کی خادمہ کی حیثیت سے...... دوشا نے جواب دیا اور سروایہ اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی پھر بولی"۔

"لگتا ہے تیرا دماغ بالکل خراب ہو گیا یا پاگل ہو گئی ہے"۔

"شاید ہو جاتی اگر ایک عجیب و غریب شخصیت سے واسطہ نہ پڑتا"۔

"مطلب کیا ہے تو مسلسل مجھے کہانیاں سنائے جا رہی ہے تو نہیں جانتی میں کتنی مشکل لا ہوں اور کیسے کیسے لمحات سے مجھے گزرنا پڑ رہا ہے۔

"مالکہ میں اس کے پلنگ کے نیچے چھپ گئی تھی...... وہ بے شک ذہین ہے...... میں نے ان کی باتیں بھی سنیں جن کی تفصیل میں آپ کو بتائے دیتی ہوں، لیکن اس کے بعد جب مالک ے چلے گئے تو اس عورت نے مجھ سے کہا کہ میں اب مسہری کے نیچے سے نکل آؤں"۔

"کیا...... سروایہ پھر اچھل پڑی"۔

"ہاں میں اس کی ذہانت کا اندازہ اسی سے لگا چکی ہوں کہ اسے وہاں میری موجودگی کا ئیا"۔

"مگر کیسے"۔

"کیسے بھی ہو سکتا ہے...... ہو سکتا ہے، میری سانسوں کی بازگشت اس نے سن لی ہو"۔

"اوہ پھر کیا ہوا"۔

"اس نے مجھ سے کہا کہ میں مسہری کے نیچے سے نکل آؤں اور اس کے بعد میرے اور ے درمیان گفتگو ہوئی...... اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میں سچ بولوں تو وہ میری جان بخشی ے گی ورنہ میں جانتی ہوں کہ اس کے لئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک لمحے میں میری کا حکم صادر کر دے اور اس کے لئے آقا سے بھی اجازت نہ لے۔

"ہاں وہ بدبخت ایسا کر سکتی تھی کیونکہ یہ ہاروس کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی کے ہاتھوں بتا ہے تو دنیا کی ساری باتوں کو بھلا دیتا ہے، ہر چیز کو بھلا دیتا ہے، یہاں تک کہ مجھے بھی"۔

"لیکن وہ عورت رحم دل ہے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ کسی مشکل کا شکار ہے۔ یہ ں جانتی کہ وہ مشکل کیا ہے، لیکن میری عظیم مالکہ وہ بری عورت نہیں ہے"۔

"تو پھر کیا ہوا"۔

اس نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

"م...... م...... مجھ سے"۔

”ہاں“۔

”م...... مگر...... میں“۔

”مالکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ آپ اس سے مل لیجئے“۔

”پاگل عورت یہ کیسے ممکن ہے“۔

”اس ناممکن کو ممکن بنانا آپ کا کام ہے...... اگر آپ واقعی کچھ کرنا ہی چاہتی ہیں“

سروایہ سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے کہا۔

”اور اسے یہ علم ہو گیا کہ تو کون ہے اور کس لئے یہاں آئی ہے“۔

”اگر اسے میں یہ سب نہ بتادیتی تو شاید آپ مجھے تلاش ہی کرتی رہ جاتیں یا پھر ممکن ہے میری لاش وہیں پرانے محل میں آقا کے سامنے پیش کی جاتی اور یہ بتادیا جاتا کہ میں کون ہوں اور کس لئے یہاں آئی ہوں...... سروایہ کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے تھے، دیر تک وہ خاموش رہی اور پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

”ہماری زندگی کے لئے بہت مشکل لمحات آگئے ہیں اور اس سے پہلے شاید ایسا کبھی نہیں ہوا تھا، دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے...... وہ خاصی پریشان ہو گئی تھی...... پھر وقت گزرتا گیا اور اتفاق کی بات تھی کہ سروایہ کو موقع نہیں مل سکا کہ وہ وہاں جاتی...... بات یوں تھی کہ زیادہ تر ہاروس اپنے نئے محل میں ہی رہتا تھا اور اپنے بھائی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا...... پھر یہاں سے نکلتا تو پرانے محل میں جا کر اپنی محبوب کی زیارت کرتا...... سروایہ کو بالکل ہی موقع نہیں مل سکا، البتہ جو معلومات اسے لوگوں نے فراہم کی تھیں وہ یہ تھیں کہ سیفا ایک شادی شدہ عورت ہے اور اسے کہیں سے لایا گیا ہے اور پرانے محل میں رہائش کے علاوہ اسے خوبصورت مکان بھی دیا گیا ہے، جس میں اس کا شوہر موجود ہے اور کچھ اور لوگ بھی جن میں شاید ایک اس کے شوہر کی ماں ہے اور دوسرے اس کے دو بھائی ہیں...... اس سے زیادہ معلومات اسے حاصل نہیں ہو سکی تھیں اور وہ اس موقع کی تاک میں تھی کہ جیسے ہی وقت ملے وہ سیفا سے ملاقات کرے۔

☆......☆

بالآخر کیلان آگیا، ہاروس کا چھوٹا بھائی تھا اس کے سارے مفادات کی نگرانی کرتا
ا...... عیش و عشرت کی زندگی نے اسے سرخ و سفید رنگ و روپ اور قابل دید جسامت دی
ی...... حسن و جمال کا دیوتا تھا، وہ اور اس کی روشن آنکھوں میں زندگی دوڑتی تھی اور
نصیب ہی تھا کہ ایسے وقت پہنچا تھا یہاں جب سیفا کی زندگی کا کوئی مناسب فیصلہ نہیں ہو سکا
ااور وہ مشکلات کا شکار تھی، یعنی اس سوچ میں کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے
ر اپنے آپ کو ہاروس کے سپرد کردے اور وقت کی منتظر رہے کہ وقت اسے اس کا مطلوب
لردے دے جو کم از کم ہاروس نہیں ہو سکتا تھا بلکہ کوئی اور ہی جو ایلاک کی جگہ پوری کر سکے
رایلاک کی جگہ پوری کرنے والوں میں کم از کم ہاروس نہیں ہو سکتا تھا، لیکن کیلان آگیا اور
.وس نے اپنے بھائی کا اسی محبت سے استقبال کیا جو اس کے دل میں اپنے بھائی کے لئے تھی
رحیرت انگیز بات تھی کہ ہاروس شاید دنیا میں اپنے بھائی سے زیادہ کسی کو نہیں چاہتا تھا اور
ی کیفیت کیلان کی بھی تھی...... سو پھر ہاروس نے اس کی آمد کی خوشیاں منائیں اور بالکل
ا مصروف رہا اور اس دوران سیفا کے پاس بھی نہ جا سکا اور سیفا سکون کا وقت گزارتی رہی......
لان چونکہ ہمیشہ ہی پرانے محل میں رہتا تھا اور یہ جگہ اسے مخصوص کر دی گئی تھی اور چونکہ
ھی تک ہاروس سیفا کے بارے میں مناسب فیصلہ نہیں کر پایا تھا۔ اس لئے موقع بھی نہیں
ا سکا تھا کہ وہ سیفا کو وہاں سے منتقل کر سکے اور اس نے سوچا تھا کہ موقع ملتے ہی سیفا سے کہے
کہ وہ اس گھر میں چلی جائے جہاں ایلاک کو بلایا گیا تھا لیکن بھائی کے ساتھ مصروفیت میں
سے اس کا موقع نہیں مل سکا تھا اور اسی قسم کے واقعات حالات میں تبدیلی کا محرک بنتے ہیں

تو یوں ہوا کہ کیلان اپنا پرانا گھر دیکھنے کے لئے رات کے وقت پرانے محل میں نکل آیا اور اس کے بعد مختلف راہداریاں طے کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا...... پرانے محل میں بے شک ملازمین ہوا کرتے تھے لیکن کوئی ملازم ایسا نہیں تھا جو اندر کسی کمرے میں پہنچ جائے اور روشنی جلا کر سو جائے، جبکہ ایک دروازے سے مدھم روشنی چھن رہی تھی، اسے حیرت ہوئی وہ اپنی جگہ رکا پھر دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے دبایا...... دروازہ اندر سے بند نہیں تھا...... وہ اندر داخل ہو گیا...... کمرے میں ٹھنڈی روشنی جاگ رہی تھی اور ماحول اس خوابناک روشنی میں سویا ہوا تھا، سامنے ایک حسین مسہری بچھی ہوئی تھی جس پر ایک کومل کلی محوِ خواب تھی...... مسہری کے گرد پڑے گلابی پردے رعبِ حسن سے لرز رہے تھے...... آسمانی رنگ کے باریک لبادے سے خمار جوانی چھلک رہا تھا...... گھٹائیں تکیے پر بکھری ہوئی تھیں...... گلاب کی پتیاں نیم وا تھیں اور ان کے درمیان سچے موتی چمک رہے تھے...... سینے پر کائنات لرزاں تھی...... پتلی کمر برف پوش پہاڑوں کے درمیان بہتی ہوئی ندی کے پیچ و خم کے مناظر پیش کر رہی تھی......
کیلان پتھرا گیا اس کی آنکھیں ساکت ہو گئیں اور ان سے جیسے زندگی کا نور چھن گیا وہ خود کو ایک تپتے ہوئے صحرا میں محسوس کرنے لگا، جہاں سورج آگ برسا رہا تھا...... بدن پر آبلے پڑتے جا رہے تھے...... ہونٹ پیاس سے خشک ہو رہے تھے اور جب یہ تپش ناقابل برداشت ہو گئی تو وہ لرزتے قدموں سے آبِ حیات کی جانب بڑھا اور اپنے وجود کی تپش کو سیراب کرنے لگا...... نرمی کا ایک ڈھیر تھا جو اس کے چوڑے جسم کے نیچے دب رہا تھا...... سانسوں کی زیر و بم بے ترتیب ہو گئی تھی...... پھر نازک وجود میں کپکپاہٹیں ابھریں...... آنکھیں کھل گئیں اور یہ آنکھیں اسے دیکھنے لگیں جو ایک خواب کی سی حیثیت رکھتا تھا وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بالآخر ایک ایسی شخصیت نگاہوں کے سامنے آجائے گی جس سے وجود کی پیاس بجھ جائے گی...... یہاں اس محل میں زیادہ سے زیادہ ملاقات کوہال سے ہوتی تھی یا پھر وہ بدنما غلام تھے جو اِدھر سے اُدھر آتے جاتے رہتے تھے اور بس لیکن یہ حسین تر و تازہ وجود جو ایلاک کی کمی پوری کرتا تھا یہ کون ہے، پھر جیسے حواس جاگے وہ چونک پڑی اور تڑپ کر اپنی جگہ سے کھسک گئی، اس کی آنکھوں میں خون تھا، لیکن اس خوف کے پیچھے مکاری چھپی ہوئی تھی اور

کیلان بھی ہوش میں آ گیا، وہ جو کوئی بھی ہے ایک انسانی وجود ہی ہے...... اجنبی اور ناقابل
کہ اس جگہ کیوں موجود ہے وہ خوفزدہ سا پیچھے ہٹ گیا اور اس کی پیشانی پسینے سے تر
ئ...... گہری آنکھوں میں خوف کی سیاہی پھیل گئی اور شاید اس خوفزدہ چہرے میں حسن
کچھ اور اضافہ ہو گیا کیونکہ نازک پتیاں مسکراہٹ کے انداز میں کھلیں موتی بکھر گئے،
ے مٹ گیا اور پھر ایک لرزتی ہوئی مترنم آواز ابھری۔

"کون ہو تم کون ہو"۔

"کیلان...... نجانے کس طرح کیلان کے ہونٹوں سے یہ آواز پھسل گئی اور وہ چونک
پھر اس نے آہستہ سے کہا"۔

"اوہ کیا ہاروس کے بھائی"۔

"ہاں"۔

"آہ تو مجھے اٹھنے تو دو تم تو میرے اوپر چھائے ہوئے ہو...... کیلان کو ایک دم احساس
ہ حماقت پر حماقت کرتا جا رہا ہے، وہ جلدی سے سیدھا ہو گیا اور اس کی گردن جھک گئی
واز ابھری"۔

"کیا وقت ہو گیا"۔

"بہت رات ہو گئی ہے"۔

"اور سب سو گئے ہوں گے"۔

"ہاں"۔

"اور تم"۔

"مم...... میں...... میں" کیلان نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا اور موتی بکھر گئے......
آواز موتیوں جیسی ہی تھی تو اس نے کہا۔

"میں...... میں کیا ہوتی ہے"۔

"معافی چاہتا ہوں لیکن مجھے"۔

"پہلے یہ بتائیے کہ کس بات کی معافی چاہتے ہیں"۔

"اس طرح یہاں آجانے کی"۔

"بس...... سوال کیا گیا"۔

"جی"۔

"اس کے علاوہ آپ نے اور کچھ نہیں کیا"۔

"ک...... کیا"۔

"ہو سکتا ہے میں خواب میں دیکھ رہی ہوں...... کیلان کو اپنے جرم کا احساس ہوا اور ایک بار وہ پھر کانپ گیا، ابھی تک یہ سوال نہیں کر پایا تھا کہ آخر تم کون ہو؟ پھر آواز ابھری۔

"گھبرائیے نہیں بیٹھ جائیے"۔

"بیٹھ جاؤں"۔

"کیوں نہیں بیٹھیں گے" شوخی سے پوچھا گیا اور کیلان کا دل چاہا کہ وہیں مسہری پر بیٹھ جائے ٹانگیں لرز رہی تھیں...... قوی ہیکل وجود اس وقت پانی پانی ہو گیا تھا، اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کرسی پر بیٹھ گیا تب وہ ہنسی۔

"آرام سے بیٹھ جائیے"۔

"جی ٹھیک ہوں"۔

"ہاں اب بتائیے کیسے آنا ہوا"۔

"معافی تو مانگ ہی چکا ہوں...... آپ جانتی ہیں کہ میں ہاروس کا بھائی ہوں"۔

"اب جان گئی ہوں"۔

"میں یہیں اسی محل میں رہتا تھا"۔

"میرا قصور نہیں ہے...... مجھے یہاں لا کر رکھا گیا ہے"۔

"کس نے رکھا"۔

"آپ کے بھائی نے"۔

"ہاروس نے"۔

"ہاں"۔

"مگر آپ کون ہیں"۔

"یہ سوال غموں میں ڈوبا ہوا ہے"۔

"کیا مطلب"۔

"بس یوں سمجھ لیں بے بس اور لاچار عورت ہوں جو یہاں قید کر دی گئی ہے" کیلان تڑپ اٹھا تھا"۔

"معاف کیجئے گا مجھے یہ الفاظ ادا نہیں کرنے چاہئیں تھے"۔

"نہیں جو آپ کے دل میں ہے وہ مجھے بتائیے...... کیلان کے دل میں جا بجا پھول کھلتے جا رہے تھے"۔

"بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں یہاں ہاروس کے حکم پر مقیم ہوں"۔

"مگر آپ ہیں کون"۔

"اب تو میں بھی اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتی"۔

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا"۔

"اگر آپ اپنے بھائی سے واقف ہیں تو پھر آپ کی سمجھ میں آجانا چاہئے" کیلان چونک پڑا...... اس نے حیرت سے اسے دیکھا بھائی کے بارے میں اسے بہت کچھ معلوم تھا اور اب اس لڑکی کو کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں تھی...... کیلان نے کہا۔

"مگر یہاں اور"۔

"ہاں بس میری زندگی بہت عجیب ہے بتاؤں گی تو دکھی ہو جائیں گے آپ"۔

"نہیں اگر مناسب سمجھو تو بتا دو" کیلان اب سنبھل گیا تھا ایک عجیب سی کیفیت اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی اور بڑا عجیب سا احساس تو سیفا نے کہا"۔

"میرا نام سیفا ہے"۔

"ہوں"۔

"اس سے پہلے کہیں اور رہتی تھی بعد میں بتاؤں گی کہ کیا ہوا تھا لیکن میں یہاں ایک یدی ہی کی حیثیت سے ہوں"۔

"کیاہاروس نے تمہیں قید کررکھاہے"۔

"قید کالفظ میں نے اس لئے استعمال کیاکہ جوہاروس چاہتے ہیں وہ میں نہیں چاہتی"۔

"اوہ ایک سوال اور کروں"۔

"ہاں"۔

"بہت بُرا سوال ہے"۔

"پوچھو"۔

"کیاہاروس نے تمہیں"۔

"نہیں تقدیر نے مجھے اب تک محفوظ رکھاہے لیکن میرے بارے میں اتنا جاننے کوشش نہ کروکہ پھر دکھوں کااحساس ہو"۔

"ایک سوال اور کرناچاہتاہوں"۔

"تو منع کون کررہاہے"۔

"کیامیں دوبارہ تم سے مل سکتاہوں"۔

"یہ سوال نہیں ہے بلکہ مجھے شرمندہ کرنے کی ایک کوشش ہے"۔

"کیوں"۔

"اس لئے کہ تم ہاروس کے بھائی ہواور اب تو یہ بھی پتہ چل گیاکہ پرانے کے مالک"۔

"میں صرف اپنی بات کاجواب چاہتاہوں"۔

"جب دل چاہے آسکتے ہو"۔

"تمہیں ناگوار تو نہیں ہوگا"۔

"نہیں"۔

"تواب اس سے زیادہ میں تمہارے پاس نہیں رکوں گالیکن کل رات میں آؤں گا، انتظار کرنااور وہ مسکرادی...... کیلان باہر نکل آیالیکن ہوش وحواس سے عاری ہورہاتھاجو دیکھاتھااسے دیکھ کرزندہ رہنے کی ہر آرزو ختم ہوگئی تھی، اگر وہ اس کی دسترس میں نہ ہو،

اس کی قربت اسے حاصل نہ ہوسکے تو پھر زندگی بیکار ہے...... ہاروس کو ہر طرح کے حقوق حاصل نہیں ہیں...... اگر وہ اس کی بیوی نہیں ہے، اگر ہاروس نے صرف اسے وقت گزاری کے لئے حاصل کیاہے تو ایسانہیں ہوناچاہئے...... بھائی پر اسے اعتماد تھالیکن اس وقت یہ اعتماد مجروح ہورہاتھا، کہیں ایسانہ ہوکہ ہاروس اس کے جذبات کی پذیرائی نہ کرسکے اور وہ اس سے محروم ہوجائے، اب تو زندگی میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، تب وہ اپنی آرام گاہ میں پہنچ گیالیکن نیند اس سے کوسوں دور تھی، سب کچھ اسے یاد آرہاتھاجو چند لمحے قبل کی بات تھی لیکن محسوس ہوتاتھاکہ صدیاں گزرگئیں اور وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتارہا...... کچھ سمجھ میں نہیں آرہاتھاکہ کیاکیاجائے۔

☆......☆

عجیب سی بے کلی ہر ایک کے ذہن پر چھا گئی تھی، ویسے سیفا کو ایک بار پھر ایک کھیل مل گیا تھا، ایسا کھیل جو وہ ہمیشہ ہی کھیلتی چلی آئی تھی، بہت سے کردار اپنے اردگرد بکھیر لیتی تھی اور پھر انہیں اپنے اشاروں پر نچاتی تھی، جیسے شطرنج کی بازی لگائی ہوئی ہو اور مہروں کو الٹ پلٹ کر رہی ہو، اس وقت بھی وہ اپنی آرام گاہ میں بیٹھی خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی، اس نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا کہ سیفا ایک خوبصورت کھیل کا پھر سے آغاز ہو گیا ہے او زندگی کا لطف تو یہی ہے اور اگر زندگی کو صرف اس انتظار کے لئے چھوڑ دیا جائے کہ اس آگے کے حالات کا فیصلہ وقت کرے گا تو زندگی میں لطف نہیں رہتا...... یہ شخص تو بہت ہ خوبصورت ہے میری توقع سے بھی زیادہ اور در حقیقت اس قابل کہ میرا منظور نظر بنے او ہاروس لیکن اس بھیڑیئے کو درمیان سے ہٹانا ہوگا...... کس طرح کیسے وہ یہ سوچتی رہی اور پ اچانک ہی اسے باہر قدموں کی آہٹیں سنائی دیں...... ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ بلائے بغیر کوئی ا تک پہنچنے کی کوشش کرے لیکن نجانے یہ کون ہے اور وہ انتظار کرنے لگی، تب دروازہ کھلا ا دوشا کی صورت نظر آئی لیکن اس کے پیچھے ایک اور شخصیت بھی تھی جو اپنے چہرے پر مو نقاب ڈالے ہوئے تھی اور لباس بھی اس نے سادہ سا پہنا ہوا تھا اور کوئی سمجھتا یا نہ سمجھتا لیکن چالاک سیفا ایک لمحے میں سمجھ گئی کہ دوشا کے پیچھے نقاب میں پوشیدہ جو شخصیت آ ہے وہ سروایہ کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہے اور وقت خود بخود اس کے قدموں میں آسانیو کے پھول ڈال رہا تھا...... سو وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس نے نہایت احترام سے سرد کا استقبال کیا اور دوشا سے کہا۔

"پلٹ کر دروازہ بند کر دے، باہر چلی جا، اگر کوئی پوچھے تو یہ کہہ دینا کہ میں نے حکم دیا اور کسی کو یہاں اندر نہ آنے دینا...... دوشا نے گردن خم کی اور دروازہ کھول کر باہر نکل تب سیفا نے کہا۔

"معزز خاتون میں جانتی ہوں آپ سروایہ ہیں، ان محلوں کی ملکہ آیئے بیٹھئے اور ایہ نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا...... اس کی گہری نگاہیں حسین سیفا کا جائزہ لے رہی ں اور سیفا کے انداز نے اسے یہ احساس دلایا تھا کہ یہ تو بہت ہی نرم خو اور اچھے مزاج کی ہے اور یقینی طور پر اس کے بارے میں دوشا نے جو کچھ کہا سچ ہی ہے۔ چنانچہ اسے پہلے نے سروایہ کے انداز میں بھی نرمی پیدا کر دی، وہ ایک رقیب کے سامنے آئی تھی لیکن س ہو رہا تھا کہ رقیب در حقیقت رقیب نہیں ہے بلکہ خود مشکلوں کا شکار ہے اور پھر سیفا چالاک عورت اس نے اپنے چہرے پر ایسی مظلومیت پیدا کر لی کہ دیکھنے والے دل کو ہی احساس ایسا ہو کہ وہ متاثر ہو جائے، پھر جب بیٹھ گئی تو سیفا نے آہستہ سے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ نے یہاں آنے کی زحمت کیوں کی ہے۔ آہ کاش میری تقدیر یہ روسیاہی نہ ہوتی اور کچھ ایسا ہو جاتا کہ میں اس سے بچ جاتی...... سروایہ نے سیفا کو دیکھتے ئے کہا"۔

"تمہارے بارے میں پہلے ہی مرحلے پر میرے خیالات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی یکن پھر بھی میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں اور کیا میں اس بات کی امید رکھوں کہ تم سے مجھے سب کچھ بتا دو گی"۔

"بلند مرتبت خواتین کا درجہ میں سمجھتی ہوں، میں ہزار بار بھی مرنے کے بعد زندہ ...... تب بھی آپ کا مقام حاصل نہیں کر سکتی اور سچ کہوں بیری اپنی جگہ پر ہی پھلتی ی ہے...... مجھے اس حسین مکان میں قید کر دیا گیا ہے...... میں تو اپنی اس چھوٹی سی بستی کو تی ہوں جہاں زندگی آزاد تھی، آہ مجھ سے میرا سب کچھ ہی چھن گیا...... سیفا کی آنکھوں آنسو بہہ کر رخسار پر لڑھک آئے اور سروایہ بے اختیار ہو گئی...... اس نے کہا۔

"نہیں میری درخواست ہے کہ تم روؤ نہیں، ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری آنکھوں سے

آنسو خشک کر دوں"۔

"بس میری تقدیر ہی بہت خراب ہے، میں آپ کو کیا کہہ کر مخاطب کروں"۔

"میرا نام سروایہ ہے"۔

"عظیم خاتون...... مجھ سے جو کہنا چاہتی ہیں کہئے اور اس کے بعد مجھے اجازت دیجئے میں بھی آپ سے دل کی بات کہوں"۔

"تم دل کی ساری باتیں مجھ سے کہو...... پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو"۔

"ایک چھوٹی سی بستی کی سیدھی سادھی عورت جو اپنے چھوٹے سے گھر میں اپنے ش کے ساتھ زندگی کی خوشیوں میں جھولے جھول رہی تھی کہ تقدیر نے میری پیشانی پر۔ لگا دی، مجھے معزز ہاروس نے دیکھ لیا اور بدبخت کوہال میرے پیچھے لگ گیا...... یہاں تک مجھے یہاں لے آیا اور میرے شوہر کو بھی اور اس کی ماں اور بھائیوں کو بھی یہاں سے فاصلے پر ایک مکان دیا گیا اور اس کے بعد میرے شوہر سے کہا گیا کہ وہ مجھ سے دستبر ہو جائے...... غریب کتنا غریب ہی کیوں نہ ہو اس کے پاس عزت اور غیرت کی دولت ض ہوتی ہے اور میرا شوہر بھی اس غیرت کی دولت سے مالا مال تھا چنانچہ اس نے اس با تسلیم نہ کیا اور عتاب میں آ گیا...... اب میں نہیں جانتی کہ میرا شوہر اس کی ماں اور اس دونوں بھائی کہاں ہیں، پہلے وہ اس نئے مکان میں تھے لیکن اب وہاں نہیں ہیں اور بد کوہال نے مجھ سے آخری لہجے میں کہہ دیا ہے کہ اگر میں نے ہاروس کی خلوت قبول نہیں اپنے شوہر اور دوسرے عزیزوں سے ہاتھ دھو بیٹھوں گی، میں بہت جدوجہد کر رہی ہوں ابھی تک محفوظ ہوں، لیکن آگے کیا ہو گا مجھے نہیں معلوم، میری مظلوم نگاہیں چا طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی ہیں کہ کاش کوئی ایسا صاحبِ دل نظر آ جائے جو مجھ مشکل سے نکال لے، میں کسی بھی طرح ہاروس کی خلوت میں نہیں جانا چاہتی"۔

"کیا تم نے ہاروس سے کہا ہے کہ تم یہاں نہیں رہو گی"۔

"ہاں...... لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، میں بتا چکی ہوں کہ کیا ہو چکا ہے"۔

"تمہیں اپنے شوہر کے بارے میں کچھ نہیں پتہ"۔

"نہیں"۔

"اور اگر تمہارا شوہر اس کی ماں اور اس کے بھائی تمہیں واپس مل جائیں تو یہاں سے چلی جاؤ گی"۔

"اگر مجھے جانے دیا جائے تو میں ایک پل یہاں نہیں رکنا چاہتی"۔

"ہوں، اس محل اور عزت کو چھوڑ دو گی، جو تمہیں یہاں حاصل ہے"۔

"ہزار بار تھوکتی ہوں ان تمام چیزوں پر، مجھے اپنا شوہر درکار ہے بس"۔

"تو ٹھیک ہے اچھی لڑکی"۔ تم مجھے اپنا معاون سمجھو اور خبردار میرے یہاں آنے کی خبر کسی کو نہ دینا...... میں کوشش کروں گی کہ جس طرح بھی بن پڑے تمہارا شوہر اور دوسرے عزیز تمہیں مل جائیں اور اس کے بعد میں تمہیں یہاں سے دور پہنچا دوں گی...... اتنی دور کہ ہاروس تمہیں تلاش نہ کر سکے"۔

"میں دل و جان سے تیار ہوں"۔

"ٹھیک ہے اب میں یہاں زیادہ نہیں رکوں گی...... ایک عام عورت کی حیثیت سے چھپ کر آئی ہوں چاہتی ہوں کہ کسی کو میرے یہاں آنے کی خبر نہ ہو"۔

"میری طرف سے ایسا نہیں ہو گا...... سیفا نے جواب دیا سروایہ کمرے سے باہر نکلی تو سیفا اسے دروازے تک چھوڑنے آئی اور جب سروایہ دوشا کے ساتھ دور چلی گئی تو سیفا کے حلق سے ایک بے اختیار قہقہہ نکل گیا، اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی"۔

☆......☆

سروایہ نے سب سے پہلے کوہال کو طلب کیا اور یہ ایک اتفاق تھا کہ بھائی کے آجانے کی وجہ سے ہاروس بہت مصروف ہو گیا تھا، دونوں بھائیوں میں بے پناہ محبت تھی اور کیلان چونکہ زیادہ تر باہر ہی رہتا تھا، اس لئے وہ جب بھی آتا ہاروس باقی سارے کام بھول جاتا اور اپنے بھائی کے ساتھ زیادہ وقت صرف کرتا حالانکہ ان دنوں اُس پر سیفا کا بھوت سوار تھا، لیکن اس نے اب بھی اپنا اصول نہیں توڑا تھا، کوہال البتہ سروایہ کے پاس پہنچ گیا...... سروایہ نے اس سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ کوہال" یہ بات تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اگر ہاروس ایک حکومت کا مالک ہے تو میں بھی کسی چھوٹے گھر سے نہیں آئی ہوں...... میرا اپنا بھی ایک مقام ہے اور یہاں بھی"۔

"عزاعلیہ بھلا اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے"۔

"تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہاروس تمہارا آقا ہے اور میں اس آقا کی بیوی"۔ چنانچہ جو سوال میں تم سے کروں اس کا مجھے صحیح جواب دینا۔

"جی عزاعلیہ کوہال نے کہا"۔

"وہ لڑکی جسے پرانے محل میں قید کیا گیا ہے کیا کسی چھوٹی سی بستی سے لائی گئی ہے"۔

"ہاں عزاعلیہ"۔

"اور اس کا شوہر اور دوسرے عزیز بھی ہیں"۔

"جی عزاعلیہ"۔

"وہ کہاں ہیں؟"۔

"میں نہیں جانتا"۔

"تم جانتے ہو کوہال"۔

"عزاعلیہ جو بات میں جانتا ہوں وہ آپ کو بتانے کا پابند ہوں، آپ یہ کیوں سوچتی ہیں میں آپ کے حکم سے انحراف کروں گا"۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کتنے چالاک انسان ہو اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نے اس ، شوہر اور دوسرے عزیزوں کو کہیں قید کر رکھا ہے"۔

"عزاعلیہ یہ بات، لیکن کوہال ابھی صحیح جواب بھی نہیں دے سکا تھا کہ ہاروس اور ن وہاں پہنچ گئے...... کوہال کچھ پریشان نظر آ رہا تھا اور ہاروس نے اسے دیکھا تو کچھ الجھ سا ...... پھر ہاروس نے کوہال سے سوال کیا"۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو"۔

"میں عزاعلیہ کے حکم پر یہاں حاضر ہوا ہوں"۔

"کیا بات ہے"۔ کچھ کہنا چاہتی ہے سروایہ۔

"بہتر ہے اس وقت اس موضوع کو نہ چھیڑو...... تم نے جو آگ لگائی ہے وہ بھڑک سکتی ...... ہاروس اور اگر آگ بھڑک گئی تو اسے بجھایا نہیں جا سکے گا"۔

"کون سی آگ کی بات کر رہی ہو سروایہ، ہاروس بپھر گیا"۔

"وہ جو تم نے چنگاریوں کی شکل میں دبا رکھی ہے اور اب اس سے شعلے بلند ہونے لگے ا"۔

"عورت ہمیشہ بے وقوف ہوتی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم بھی ایک بے وقوف ت ہو فضول باتوں میں اپنا دماغ نہ کھپایا کرو، ورنہ نقصان اٹھاؤ گی"۔

"کیا نقصان اٹھاؤں گی میں"۔

"یہ کہ اس کے بعد اس محل میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہو گی"۔

"کیا کیا جائے گا میرا"۔

"مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں تمہیں اس محل سے نکال دوں"۔

"گویا اب نوبت یہاں تک آگئی"۔

"ہاں یہ میری مجبوری ہے اور اگر اب تو میری زبان کھلوا ہی رہی ہے تو میں تجھے صاف صاف بتادوں کہ وہ لڑکی جس کے لئے تو متجسس ہے اور پریشان ہے سمجھ لے میری منظورِ نظر ہے اور میں بالآخر اسے اپنی ملکہ بناؤں گا اور تجھے یہ محل چھوڑنا ہوگا"۔

"میری زندگی میں یہ ناممکن ہے ہاروس"۔

"تو پھر مجبوراً تجھے زندگی سے محروم کرنا پڑے گا"۔

"نہیں...... کیسی باتیں کرتے ہو میرے بھائی، ایسا ممکن نہیں...... یہ نہیں ہونا چاہئے" کیلان نے بمشکل کہا، یہ تو سمجھ گیا تھا وہ کہ کس کے بارے میں یہ گفتگو کی جارہی ہے اور یہ سن کر اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا کہ اس کا بھائی اس لڑکی کے لئے اپنی بیوی کو اپنے آپ سے دور کردینا چاہتا ہے جبکہ وہ لڑکی، وہ حسین مورت، کیلان کے دل کی گہرائیوں میں جابسی تھی لیکن اس وقت جو صورت حال پیدا ہو گئی تھی اس نے کیلان کو فی الحال اپنے موقف کی طرف رخ نہ کرنے دیا...... سروایہ نے کہا۔

"ہاروس مجھے اس قدر بے حقیقت نہ سمجھو، عورت سب سے خوفناک ناگن ہوتی ہے ناگن کا کاٹا بچ سکتا ہے، عورت کا نہیں، تم نے اگر یہ سب کچھ چھیننے پر کمر باندھ لی ہے تو میں بھی خاموش نہیں رہوں گی"۔

"اس وقت صورت حال بُری ہو گئی ہے، میں سمجھتا ہوں تمہیں یہاں سے ہٹ جانا چاہئے میرے بھائی"۔

"نہیں کیلان...... میں اب اس عورت سے چھٹکارا حاصل کرلینا چاہتا ہوں اور یہی میری ضرورت ہے"۔

"تمہاری یہ ضرورت کبھی پوری نہیں ہوگی ہاروس، اطمینان رکھو"۔

"ٹھیک ہے اب اس کے بعد کوئی اور کام میں بعد میں ہی کروں گا، پہلے اس ایک راستے کو صاف کرلوں"۔

"یہ تم کیا کررہے ہو ہاروس"۔

"نہیں کیلان...... یہ ایسا مسئلہ ہے کہ میں اس میں کسی کو بولنے کی اجازت نہیں دے ا"۔

"مجھے بھی کیلان نے کہا"۔

"شاید ہاروس نے سرد لہجے میں کہا اور تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا...... کیلان کو صدمہ ہوا تھا...... ہاروس نے اس وقت بڑی غیریت کا ثبوت دیا تھا اور نا جانے کیوں کیلان ہ اجنبی اجنبی محسوس ہوا تھا، دیر تک وہ اپنی جگہ کھڑا رہا پھر اس نے سوچا کہ انسان بہت س پرست ہے، وہ اپنی خوشی کے لئے رشتے تراشتا ہے اور جہاں اس کی خوشی مجروح ہوتی ، وہ ہر رشتے کو بھول جاتا ہے، کیا ایسا ہونا چاہئے...... کیلان کے دل میں بھائی کی طرف سے ۔ عجیب سا بال پڑ گیا تھا، ہاروس تو چلا گیا لیکن کیلان آہستہ آہستہ قدموں سے اس طرف ہ گیا جہاں اس کا قیام تھا اور پھر اس کی آنکھوں میں وہی حسین صورت گردش کرنے لگی ۔اس نے دکھ بھرے انداز میں سوچا کہ واقعی کیا بدنصیب لڑکی ہے، لیکن اس نے یہ بھی ملہ کیا کہ اس کے نصیب سنوارے بھی جاسکتے ہیں اور اس کے لئے سب کچھ کھویا جاسکتا ہے کائنات کی تاریخ میں عورت کا مقام کچھ ایسا ہی رہا ہے...... دنیا میں چند ہی ایسی عورتیں ہیں ن کے نام منظر عام پر آسکے ہیں اور جن کے بارے میں کچھ کہانیاں مشہور ہو گئی ہیں، لیکن عورت طاقت حاصل کرلے اس کی بات تو نا جانے کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور نت کی تحریر میں یہ درج ہے کہ کیلان نے اپنے بھائی کو قتل کردیا اور سیفا کے ایماء پر اس نے روایہ کو بھی زہریلے سانپ سے ڈسوا کر اسے دنیا سے رخصت کردیا اور پھر سیفا کیلان کی ضبوط پناہ میں آگئی...... یہ صرف کیلان کا خیال تھا کہ وہ اس پناہ کو مضبوط سمجھتا تھا، لیکن بھلا یفا جس کے وجود میں آتش فشاں کی تپشیں تھیں، کہاں کسی ایک کے ساتھ وقت گزارنے متحمل ہوئی، چنانچہ کیلان کی کہانی بھی کسی نہ کسی دن ختم ہو گئی، ہاں یہ الگ بات ہے کہ صدیوں کی تاریخ جب بھی رقم ہوئی ایک مرد نے ہی اسے اپنی ہمت اور قربت سے تحریر کیا رجب تک سادھان سارتی جس نے نروان کھو دیا تھا، سیفا کے حصول کے لئے سرگرداں رہا،

اس وقت تک کہانی کا انداز بالکل جدا ہی رہا، لیکن اسے متاثر کرنے والے باطش خماش اور امیر عادل ثقفی نے جب اسے یہ بتایا کہ عشق کا مقام کچھ اور ہی ہوتا ہے، پالینے کی ہوس اس کے لئے ہوتی ہے جسے اپنی پناہ اپنی تحویل میں رکھا جاسکے اور جو چیز مٹھی میں بند نہ ہو سکے اسے گرفت میں لینے کے لئے اپنی زندگی گنوا دینا کہاں کی دانش مندی ہے اور نجانے کون کون سے گیان حاصل کرنے والا بسما ساؤ کھناتی کا یہ جوان آخر کار امیر عادل ثقفی اور باطش خماش کے ساتھ مل کر اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ عادل ثقفی کے منصوبے کے مطابق سیفا کو تلاش کر جائے اور اس کے بعد ایک طویل عمر جدوجہد میں گنوائی تو ایک رات جبکہ باطش خماش، امیر عادل ثقفی اور سادھان سارتی ایک ساحل پر بیٹھے ہوئے نئی دنیا کے نئے رنگ دیکھ رہے تھے تو اچانک ہی سادھان سارتی نے ایک طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آہ ادھر دیکھو...... ادھر دیکھو، میں...... میں اپنی تمام تر ذہنی قوتوں پر یقین کرتے ہوئے تمہیں وہ اشارہ کر رہا ہوں، دیکھو سفید لباس میں وہ جو قتالہ عالم ہے اور جسے دیکھ کر اس وقت یہاں موجود تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں، یہ سیفا ہے اور اس تصور نے ان کے ذہنوں میں ہلچل مچادی تھی، ہر شخص اپنے اپنے انداز میں سوچ رہا تھا، سادھان سارتی کا نظریہ اب بدل چکا تھا، امیر عادل ثقفی اور باطش خماش نے سادھان سارتی کی غیرت کو جگا کر یہ احساس تو دلا دیا تھا کہ جو عورت اپنی نہ ہو، بلکہ جس سے یہ خطرہ ہو کہ آنے والے وقت میں آج بہتر انسان کو پا کر اس کا نظریہ تبدیل ہو سکتا ہے، وہ بھلا اس قابل کہاں کہ اسے حاصل کرنے کے لئے اپنے وجود، اپنی ہستی کو فنا کیا جائے۔ عادل ثقفی نے کہا۔

"اور سادھان سارتی، جیسا کہ باطش خماش نے بتایا کہ وہ گیارہ تابوت اب بھی وہاں موجود ہیں اور بارہواں خالی ہے جو تیرے لئے ہے، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بارہویں تابوت میں سیفا کو بند ہونا چاہئے اور تیرے گیان، تیرے علم کی منزل کیا اتنی ہی محدود ہے کہ ایک ایسی عورت جو دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے آب حیات پی رکھا ہے اور دنیا کے آخری دن تک وہ اسی طرح لوگوں کو اپنے فریب میں پھانس کر انہیں زندگی سے محروم کرتی رہے گی، کیا تیرا علم اس کے سامنے بے بس ہے، جبکہ تو خود ہی کہتا ہے کہ وہ سیفا ہے، ہاں ذرا مجھے یہ تو بتا،

اگر سیفا تجھے دیکھے گی تو کیا پہچان لے گی"۔

"نہیں...... وہ نہیں پہچانے گی"۔

"پھر اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے، ذرا معلوم تو کر اور یہ کام سادھان سارتی نے پنے ذمے لے لیا اور اس میں کوئی شک نہیں تھا جب سے ان تینوں میں آپس میں اتفاق ہوا تھا، ں کے تحقیقی عمل میں بڑا اضافہ ہو چکا تھا سادھان سارتی چلا گیا، امیر عادل ثقفی نے کہا"۔

"اور باطش خماش اگر ہم یہ مہم سر کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں پورا پورا بن دلاتا ہوں کہ جب بسما ساؤ کھناتے مذہب پر میری کتاب منظر عام پر آئے گی تو اس میں رف امیر عادل ثقفی کا نام نہیں ہوگا، بلکہ اس میں ایک تھوڑی سی ترمیم کرلیں گے ہم"۔

"کیا" باطش خماش نے پوچھا۔

"امیر عادل ثقفی اور باطش خماش کیا خیال ہے، ترتیب، تحریر اگر ہم دونوں سے سوب ہو جائے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی نہ ہم لوگوں کے درمیان اختلاف رہے گا اور نہ لاف کی وجوہات، تو باطش خماش نے گردن ہلاتے ہوئے کہا"۔

"ہاں امیر عادل ثقفی، جہاں تم نے اپنی لاانتہا دولت، جائیداد، عیش و عشرت کی روف زندگی کو خیر باد کیا ہے وہیں، میں نے اپنا گھربار، یہاں تک کہ اپنی بیوی بھی اس مہم اؤ میں لگا دی ہے اور شاید یہ بھی کسی طلسم کے زیر اثر ہوا ہے، شوق یقینی طور پر ایک عمل تا ہے، لیکن یہ عمل اگر جنون بن جائے تو اس کا مطلب ہے کہ بات صرف شوق کی نہیں ،، دونوں ایک دوسرے سے پورے طرح متفق ہو گئے تھے اور جب انہیں زیمر ہیلی سینکی ، بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اس جہاز کا کپتان ہے جس کا تعلق یونان سے ہے اور زیمر ہیلی لی اصل میں منگول ہے، انہی علاقوں کا رہنے والا اور اس کی دوسری منزل زرد سمندر رہے ں میں پہنچنے کے بعد وہ درحقیقت تھائی لینڈ جائے گا اور خلیج سیام کے ساحل پر لنگر انداز گا، اصل میں منگولی کپتان اپنی محبوبہ زوفا کو اپنے اہل خاندان سے روشناس کرانا چاہتا تھا جس ، اس نے پرتگال میں شادی کی تھی اور زوفا وہی تھی جس نے تاریخ میں اپنے لئے نا جانے ، کیسے انتظامات کئے تھے اور جب تمام تر تفصیل بتانے کے بعد سادھان سارتی نے انہیں یہ

بتایا"۔

"اور بھلا تم لوگ مجھ پر شک کیوں کرو گے، میں صاحب علم ہوں اور میں نے صدیوں سے اپنی زندگی نروان کی تلاش کے لئے صرف کر دی ہے اور بسما ساؤ کھناتی کے وہ پیروکار جو درحقیقت ایک تحقیق کے لئے اپنی زندگی کو ترک کر چکے ہیں یقینی طور پر اس بات کے منتظر ہوں گے کہ بارہواں تابوت بھی اپنا علم مکمل کر لے، یعنی میں اس میں سما جاؤں، مگر میرے دوستو میں ایک دلچسپ تجربہ کروں گا، ایسا تجربہ جو یقینی طور پر اپنی مثال آپ ہوگا، یعنی یہ کہ اس تابوت میں بہت ہی اہم شخصیت قیام کرے گی اور جانتے ہو وہ کس کی ہوگی" وہ یقینی طور پر سیفا، زیواس یا اپنے ہزاروں نام کے ساتھ وہی عورت ہوگی جو اصل میں سیفا ہے، تو امیر عادل ثقفی اور باطش خماش دونوں اس کے ہر قدم پر اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوگئے اور تین خلاصیوں کو ان کی زندگی سے محروم کیا گیا جن کا تعلق اس منگولی جہاز سے تھا...... یعنی جس کا کپتان کیپٹن زیمر ہیلی سینکی تھا، تو پھر یہ تینوں جہاز میں منتقل ہوگئے اور اپنی اصل حیثیت سے ہٹ کر انہوں نے خلاصیوں کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور یہاں قیام کرنے کے بعد یہ جہاز پانچویں دن لنگر اٹھا کر اپنی منزل کی جانب چل پڑا کہ خواب و خیال میں بھی کبھی یہ نہیں سوچا گیا تھا کہ اس طرح انہیں ایک دن کامیابی نصیب ہوگی اور جو کیفیت ان لوگوں کی تھی وہ ناقابل یقین تھی، یہاں تک کے یہ سفر اپنی منزل کو پہنچا، کیپٹن زیمر ہیلی سینکی جو نسلاً منگولی تھا اور زوفا جیسی حسین عورت جسے دیکھ کر رات میں چاند کی ضرورت پیش نہیں آتی اور سوچنے والے اسے دیکھ کر یہ سوچتے تھے کہ کیا انسان اتنا حسین بھی ہو سکتا ہے اور زوفا کس طرح زیمر ہیلی سینکی کو ملی تھی، وہ بھی ایک پراسرار کہانی تھی، یعنی بہت پرانی بات تھی، اس وقت جب زیمر ہیلی سینکی نے اپنی تمام تر تعلیمات مکمل کرنے کے بعد گریس کی اس شپنگ کمپنی کے جہاز میں کیپٹن کا عہدہ سنبھالا تھا اور اپنی منزل کے پہلے مسافر کو لے کر روانہ ہوا تھا تو ایک بوڑھی عورت نے یہ پیش گوئی کی تھی"۔

"کیپٹن تیری پیشانی پر سورج جگمگا رہا ہے، دل تو چاہتا ہے کہ تجھے سورج کی طرح روشن کہانیاں سناؤں، لیکن تو یہ سمجھ کہ سمندر کی زندگی میں احتیاط بے حد ضروری ہوتی ہے

۔ تیرے لئے بھی یہ انتہائی ضروری ہے"۔

"یہ بات تو میں جانتا ہوں معزز عورت، لیکن تم جو کہنا چاہتی ہو، شاید میں وہ سمجھ نہیں پا "کیا تم مجھے کسی خطرے سے آگاہ کرنا چاہتی ہو، یا کچھ اور"۔

"نہیں، تو اسے خطرہ بھی کہہ سکتا ہے اور نہیں بھی کہہ سکتا، اصل میں انسان زندگی کو ت معمولی چیزوں کے عوض فروخت کر چکا ہے، ان میں خصوصیت چمکتے ہوئے پتھروں اور ں دھات کی ہوتی ہے، تیرے ذہن میں کوئی ایسا تصور ہے؟ جواب میں زیمر نے ہنستے ہوئے "۔

"بزرگ عورت، میں نے تو زندگی میں خواب ہی خزانوں کے دیکھے ہیں"۔

"خزانہ تو تجھے ملے گا، لیکن...... لیکن اس کے لئے تجھے بہت کوشش کرنی پڑے گی"۔

"اور یہی میں چاہتا ہوں کہ جو چیز بغیر کوشش کے مل جائے اس کا کوئی لطف ہی نہیں تا، لیکن وہ خزانہ کس شکل میں ہوگا"۔

"آہ خزانوں کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں، وہ پتلی دھات اور چمکتے پتھر بھی اور ایسا حسن ں جسے دیکھ کر دنیا کے سارے خزانے کمتر محسوس ہوں، مگر تو وہ خزانہ پائے گا اور ایک ایسے ن کے عوض جس کا تو نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا...... یہ بات بہت پرانی ہو چکی تھی، لیکن ٹن زیمر ہیلی سینکی کو یہ بات یاد تھی اور جب اس کے جہاز میں ایک تنہا مسافر سوار ہوئی جو دکھ کا شکار تھی، تو دوسرے تو خیر اپنی جگہ [illegible] لیکن کیپٹن زیمر ہیلی سینکی ادل کھو بیٹھا تھا اور اس کے بعد اس عورت کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور یہ عورت فا تھی، جس نے کیپٹن زیمر کو ایک دلچسپ کہانی سنائی تھی...... کہانی بے شک دلچسپ تھی، ن لا انتہا غم ناک تھی اور کیپٹن ہیلی سینکی نے اس کے بعد اس عورت کی اس طرح پذیرائی کہ آخر کار وہ یہ کہنے پر مجبور ہوگئی کہ زیمر تم مجھے دوبارہ زندگی کی جانب واپس لے آئے، ورنہ سچی بات یہ ہے کہ مجھے اب اس زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں رہا تھا"۔

"لیکن مجھے اب اپنی زندگی سے لگاؤ ہی صرف تمہاری وجہ سے ہے اور پھر زیمر ہیلی کی کو وہ بات یاد آگئی تھی جو بہت پہلے ایک [illegible] عورت نے کہی تھی" تو زوفا نے ہنستے

ہوئے کہا تھا"۔

"ہاں...... خزانے ہوتے ہیں اور اسی طرح ہوتے ہیں کہ انسان سوچ بھی نہ سکے، خلیج سیام کے بائیں علاقے میں ایک ایسی جگہ موجود ہے جہاں بہت سے تابوت رکھے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان خزانوں کے انبار ہیں، لیکن وہاں تک پہنچنے کے لئے بڑا وقت درکار ہو گا"۔ کیپٹن زیمر ہنسنے لگا، پھر اس نے کہا"۔

"اصل میں میرا تعلق منگولیا سے ہے اور وہ علاقے جن کا تم تذکرہ کر رہی ہو زوفا، میرا اپنا گھر ہے اور یقینی طور پر میں اپنی کمپنی کو مجبور کروں گا کہ مجھے وہ اپنا جہاز چھین لے جانے کی اجازت دیں، زرد سمندر کے مشرقی حصے سے گزرنے کے بعد خلیج سیام پہنچنا مشکل نہیں ہوگا اور وہاں سے ہم ان پہاڑوں کا سفر کریں گے، حالانکہ زوفا تیرے مل جانے کے بعد درحقیقت میری زندگی میں کسی اور خزانے کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے، لیکن سمندری جہاز پر سفر کرتے ہوئے مجھے بارہا یہ خیال آتا ہے کہ یہ زندگی کسی بھی لمحے خطرناک ہو سکتی ہے، سمندر میں اٹھنے والا کوئی بھی طوفان ہم سے زندگی چھین سکتا ہے، اگر ایسا کوئی خزانہ ہمیں حاصل ہو جائے تو میں تیرے شایان شان زندگی بسر کرنے کے راستے اختیار کرلوں اور یقینی طور پر سب سے پہلے میں اپنی یہ نوکری چھوڑ دوں گا اور کسی حسین جگہ آباد ہو جاؤں گا"۔

"تو ٹھیک ہے، میں تمہیں اس جگہ کا پتہ بتا سکتی ہوں اور خلیج سیام میں جہاز کے انجنوں میں ذرا سی خرابی پیدا کر کے آخر کار زیمر ہیلی سینکی نے یہاں طویل قیام کا انتظام کر لیا اور اس کے بعد زوفا اس کی رہنمائی کرتی ہوئی چل پڑی...... اور کیپٹن نے اپنے تمام آدمیوں کو سمجھا بجھا دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ ایک اہم کام سے اپنے اہل خاندان سے ملاقات کے لئے جا رہا ہے، اس دوران جہاز کا سیکنڈ آفیسر اور دوسرے انجینئر مرمت کر لیں گے اور اسے اس وقت تک سنبھالے رکھیں گے، یعنی مقامی حکام سے، جب تک کہ وہ واپسی کا سفر کر کے جہاز پر واپس نہ پہنچ جائے...... لیکن ایک پر صعوبت سفر طے کرتے ہوئے کیپٹن زیمر ہیلی سینکی نے کہا تھا"۔

"اور منگولیا ایک ایسا علاقہ ہے جہاں کی اپنی تاریخ ہی بے حد خوفناک ہے...... اگر میں واپس جہاز پر نہ پہنچوں تو میرے ساتھی زیادہ سے زیادہ یہ سمجھ لیں گے کہ میں اس علاقے میں

ا حادثے کا شکار ہو گیا ہوں...... اور پھر اگر ہمارا کام بن جاتا ہے زوفا تو بھلا ہمیں کیا رورت ہے واپس جہاز پر آنے کی، میرا اپنا علاقہ ایک ایسے گاؤں میں ہے جو پہاڑوں کے میان ایک پیالہ نما وادی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس پیالہ نما وادی میں داخل ہونے کے لئے م لوگوں کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جبکہ ہم ایسے راستے جانتے ہیں جو اس وادی ، بالکل دامن میں کھلتے ہیں، وہاں کے لوگ عام طور پر انہی راستوں پر سفر کرتے ہیں، یوں ھو کہ ایک طرح سے یہ جگہ باہر کی دنیا سے ذرا مختلف ہے اور جب تم اسے دیکھو گی اور ے ماں باپ سے ملو گی تو تمہاری خوشیوں میں بے پناہ اضافہ ہو جائے گا...... زوفا نے راتے ہوئے گردن ہلا دی تھی اور کیپٹن ہیلی سینکی بڑی مشکلات سے یہ سفر جاری رکھتے ئے اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہو چکا تھا...... اس بات سے بے خبر کہ جس طرح وہ یہ عوبت سفر طے کر رہا ہے اور جس طرح زوفا اس کا ساتھ دے رہی ہے اس سے کہیں ہ مشکلات کے ساتھ تین افراد جو اس کے جہاز کے خلاصی تھے اور درحقیقت جو جہاز کے سی نہیں تھے اس کا مسلسل تعاقب کر رہے ہیں۔

☆......☆

کون کیا تقدیر رکھتا تھا؟ کس کی قسمت میں کیا لکھا تھا؟ یہ بات سوچنے کی تو بے ش
تھی، لیکن کوئی نہیں سوچ رہا تھا، ابتدا تو باطش خماش سے ہی ہوئی تھی، جو اپنا ایک گھر
تھا، ایک زندگی تھی اس کی اور ایک مقام تھا، لیبیا میں وہ ایک معزز شخصیت تصور کیا جاتا
لیکن آخر کار تقدیر نے اس سے اپنا دیا ہوا چھیننا شروع کر دیا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کچھ لو
دوسروں سیلئے اور کچھ اپنی ذات کے لئے جیتے ہیں اور جب باطش خماش کی بیوی نے اس سے
کی مشغولیات کا معاملہ سامنے رکھتے ہوئے شکایت کی تو باطش خماش نے اسے مطمئن کر
کے لئے وہ عمل نہیں کیا جس سے وہ مطمئن ہو جاتی، نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اپنی بیوی سے
دھونے پڑے اور اس کے بعد جب اس نے اپنے سینے کو ٹٹولا، محسوس کیا، جو آج آگ اس
سینے میں تحقیق کے شوق میں بھڑک آئی ہے وہ اس وقت تک سرد نہ ہوگی جب تک کے
ساؤ کھناتی مذہب کے بارے میں معلومات حاصل نہ کر لے گا اور جس طرح وہ ان علاقو
پہنچا وہ خاصی تبدیلیوں کے حامل ہو چکے تھے اور جس طرح کہ ان غاروں تک پہنچنا نصیب
اور پھر جو ذمہ داری انہوں نے اس کے سپرد کی، جو ان غاروں میں صدیوں سے سو رہے
تو شاید باطش خماش فطری طور پر بھی کھیل میں الجھ گیا تھا، اس کھیل کے سلسلے میں ا
کارروائیاں کرنی پڑی تھیں، وہ سو فیصدی فطری تھیں ان فطری کارروائیوں کی بناء پر کا
اس کے قریب آچکی تھی، ایک بار پھر وہ اسی علاقے میں تھا، جہاں سے اس نے اپنی اس
کا آغاز کیا تھا۔

جہاں تک معاملہ امیر عادل ثقفی کا تھا بالکل الگ تھا، حقیقی معنوں میں بدنصیب

شخص تھا جسے صرف ایک کتاب لکھنے کے شوق نے آخر کار یہاں تک پہنچا دیا تھا اور یہ واقعی
شوق کی ایک انتہاء تھی کہ اس نے اپنی شاندار زندگی چھوڑ کر یہ سب کچھ اپنایا تھا اور اس وقت
پتھروں، چٹانوں، تھوہر کی جھاڑیوں اور حشرات الارض کے درمیان لڑھکتا پھر رہا تھا......
لیکن اس کے ذہن میں یہ تجسس تھا کہ ذرا دیکھیں تو سہی کہ یہ عورت جس کی تاریخ اس کی
نگاہوں کے سامنے نہایت پراسرار حیثیت رکھتی تھی، اب اپنے اس نئے شکار کو پھانس کر
کہاں تک لے جاتی ہے جس کے بارے میں اس نے بڑی تفصیل سے سنا تھا اور وہ جو ایک
عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا اور جو بسما ساؤ کھناتے مذہب کے بارے میں معلومات کا
ایک مرکز تھا اور جو صحرائے مینا کے ایک اہرام میں گہری نیند سو رہا تھا اور وہ جس کی اسے
نجانے کون کون سی کتابوں میں تلاش تھی اور اسے اس کا پتہ نہیں معلوم ہو سکا تھا لیکن
باطش خماش ایسا خوش نصیب تھا جسے نہ صرف اس کا پتہ معلوم ہو گیا تھا بلکہ اس نے اس کی
دوستی بھی حاصل کر لی تھی اور یہ باطش خماش کی مہربانی تھی کہ آخر کار اس نے امیر عادل
ثقفی کی محنت کو بھی تسلیم کر لیا تھا۔

ابھی تک تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ نہایت خلوص کے ساتھ اس نے عادل ثقفی کو اپنے
کام میں شریک کیا ہے اور یہ اس کی مہربانی تھی...... چنانچہ اب وہ بہت خوش تھا کہ چلو منزل
قریب آ رہی ہے اور جہاں تک اس کا تعلق تھا تو اس کی اپنی کہانی بالکل مختلف تھی...... وہ تو
تھی ہی صدیوں پرانی چیز اور انوکھی روایات کی حامل ایک شخصیت، یعنی سادھان سارتی اور
اس وقت صورت حال سے سب سے زیادہ واقف کار جو تھا وہ باطش خماش تھا جو علم و عمل کے
سمندر میں تیر رہا تھا۔

یہ صرف وہی تھا جسے معلوم تھا کہ بسما ساؤ کھناتی دنیا کی انتہاء تک کے لئے اپنے
تابوتوں میں سوئے ہوئے ہیں اور وہ جاننا چاہتے ہیں کہ آفرینش سے لے کر اختتام تک
انسان کی کہانی کیا ہے اور علم و عمل کو اپنے سینوں میں سجائے وہ ان تابوتوں میں سو رہے تھے
جن تک پہنچنے کا راستہ آسان ہو گیا تھا اور سیفا بھی موجودہ عورت جو زوفا کے نام سے منگولی
کیپٹن کو لے کر یہاں تک آ گئی تھی...... وہ یہاں کے بارے میں جانتی تھی، لیکن حقیقت یہ

ہے کہ اس نے جو کچھ حاصل کیا تھا اس کا طریقہ کار بالکل مختلف تھا، علم سے اس کا واسطہ نہیں تھا، وہ تو شیطان کی ایک کارکن تھی جو شیطانی عمل سے گزر رہی تھی اور اپنے لئے ایک تاریخ بنا رہی تھی، لیکن کچھ غلط فہمیوں کے ساتھ بے شک اس نے شیطانی قوتوں سے مدد مانگی تھی اور اسے ایک طویل زندگی مل چکی تھی اور وہ زندگی جو بہت ہی حیرت ناک تھی، پھر یوں ہوا کہ جب زوفا اور کیپٹن زیمر اس غار میں داخل ہوئے تو زیمر سحر زدہ ہو گیا، جبکہ زوفا تو اس ماحول سے گزر چکی تھی اور یہیں سے اس نے سادھان سارتی کو اس کے دین دھرم سے ہٹایا تھا اور وہ جنہوں نے ایک قسم کھائی تھی، جنہوں نے ایک عہد کیا تھا اور اس بات کے شاکی تھے، سادھان سارتی سے کہ حسن کے جال میں پھنس کر اس نے اپنا گیان کھو دیا تھا، سوسیفا نے ان تابوتوں کی جانب اشارہ کیا اور بولی۔

"اور اگر تم انہیں کھول کر دیکھو تو تم پر ایک انوکھی دنیا منکشف ہو گی اور تم حیران رہ جاؤ گے اور وہ خزانہ جس کے بارے میں میں نے تم سے کہا وہ بڑا قیمتی خزانہ ہے اور تم بہت بڑے جہاز کے کپتان، کیا تم اس خزانے کو حاصل کرنا پسند کرو گے؟"۔

"کیا وہ خزانہ ان تابوتوں میں بند ہے، کیپٹن ہیلی سینکی نے پوچھا"۔

"نہیں، بلکہ وہ منکشف ہوتا ہے، ان تابوتوں میں لیٹ کر تم ذرا ان کے ڈھکن اٹھاؤ" سیفا اس وقت بھی اپنی شیطنت کا کھیل کھیل رہی تھی، کیپٹن ہیلی سینکی کو یہاں تک لانے میں اس کی تفریح طبع کا دخل تھا اور وہ یہاں کیپٹن کو موت کی نیند سلانا چاہتی تھی، چنانچہ جب کیپٹن نے لرزتے ہاتھوں سے تابوت کھولے تو نروان کی تلاش میں سوئے ہوئے نے جاگ کر تابوتوں میں اپنے جسم کو جنبشیں دیں اور اٹھ کر بیٹھ گئے، تب ان میں سے ایک نے کہا"۔

"سادھان سارتی آخر تو واپس آیا اور اے شخص! اسے واپس لانے والے ہم تیرے لئے صرف دعائیں کر سکتے ہیں، اب تک کے گیان نے ہمیں صرف ایک بات بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی ابتداء اور انتہاء ہیں، اور یہ بھی گیان ہوا ہے ہم پر کہ کوئی دوسرا نہیں ہے، آسمان میں موجود اس عظیم طاقت کے سوا جس کے اشارے پر کائنات میں ہر کھیل ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ گیان کی منزلوں کو چھو رہے ہیں، لیکن گیان تو چند

لمحوں میں حاصل ہوتا ہے، درختوں کی ننھی ننھی کونپلوں کو چھوتی ہوئی ہلکی ہواؤں کو دیکھ لو، ان ہواؤں کو تم دنیا کے کسی عمل سے متحرک نہیں کر سکتے، زمین کے بدنما سینے سے خوش نما پھولوں کو اگانے والی طاقت جانتی ہے کہ اسے کون سا کھیل کب کھیلنا ہے اور بہت سے آنے والو! تم آئے ہو، گیان بالکل ہی الگ چیز ہوتی ہے، لیکن ہمیں دکھ ہے اپنے ساتھی کا جس نے منزل کی طرف رخ کر کے آخر کار منزل سے منہ موڑا، اب تو یہ بتا سادھان سارتی کہ تو کیا کرے گا"۔

سادھان سارتی جس شخص کو کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا، اس کے بارے میں نہ تو زوفا کو علم تھا اور نہ کیپٹن زیمر نے ہیلی سینکی کو بلکہ وہ تو تھر تھر کانپ رہا تھا ان تابوتوں میں بیٹھے ہوئے عجیب و غریب شکلوں والوں سے جن کے چہروں کی لٹکی ہوئی کھال اور جن کی رخساروں پر نکل آنے والی آنکھیں انہیں کائنات کی عجیب و غریب مخلوق قرار دے رہی تھیں...... لیکن یہ ان کی عمروں کا معاملہ تھا، صدیوں سے گیان دھیان میں مصروف، ایک جگہ لیٹے ہوئے وہ صرف دنیا کے آخری دن کا انتظار کر رہے تھے اور جب انہوں نے بعد میں سادھان سارتی کو پکارا تو سادھان سارتی آگے بڑھ آیا اور زوفا نے اسے دیکھا...... تب اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"تو"۔

"ہاں حسین ناگن، سارے راستے بند کر دیئے ہیں میں نے اور میرے ان محسنوں نے میرا بڑا ساتھ دیا ہے اور جو یہ کہتے ہیں وہ حقیقت ہے اور ظاہر ہے کہ صدیوں کے پیاسے ہیں ہم لوگ، صدیوں کی پیاس تھی ہمارے ہونٹوں پر اور ہمارے سینے میں کہ ہم وہ جان لیں جو آسمانوں کی تحریر ہے لیکن یہ اتنا جان سکے کہ وہ قوت جو ہم سب کو منتشر کرتی ہے جو ہماری نمود کرتی ہے اور جو ہمیں سمیٹ لیتی ہے وہی برتر و اعلیٰ ہے اور وہی حسن و جمال کی خالق اور سی نے چشمہ حیواں بنایا اور اسے ایک نام دیا اور کہا کہ تلاش کرو اور اگر اس میں سے کچھ پا جاؤ تو طویل زندگی پالو، سیفا تو نے یونان کی دیوی زیوا اس کے روپ کو اپنا کر اور نا جانے کیا کیا جتن کر کے صرف اپنی ہوس کے لئے اس دنیا کا انتخاب کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسم بوڑھے

ہو جاتے ہیں، روح بوڑھی ہو جاتی ہے، ذرا ایک بات تو بتا، کیا تیرے اندر وہی مستی، وہی امنگ موجود ہے جو اس وقت کی اُس عمر میں تھی، جب قدرتی طور پر تیری عمر اس قابل ہوئی تھی یا آج بھی تو اپنے آپ کو اتنا ہی طالب پاتی ہے، میں بتاؤں ایسا نہیں ہے، بس یوں سمجھ لے کہ ایک عادت تیرے اندر بیدار ہو گئی ہے اور میرے بھائیو، میرے دوستو، میرے محسنو سادھان سارتی پھر تمہارے درمیان موجود ہے، لیکن تم نے شاید تیرہویں تابوت پر غور نہیں کیا، جو یہاں لا کر رکھا گیا ہے، اس تیرہویں تابوت میں سیفا ہو گی اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم نے اسے جانے دیا تو وہی ہوگا، یعنی پھر بے شمار کہانیاں جنم لیں گی، وہ کہانیاں جن کا ایک طویل سفر طے کر کے ہم یہاں تک پہنچے ہیں، امیر عادل ثقفی، تمہیں اس بڑی ذات نے بہت کچھ دیا ہے، باطش خماش تم بھی اس قدر اعلیٰ شخصیت کے انسان ہو کہ تمہاری تعریف تمہاری علیت کے لئے میرے پاس الفاظ مکمل نہ ہونے پائیں اور اے شخص تو جو انہیں انتظار کرتا چھوڑ آیا ہے جن کا تو ملاح ہے اور جنہیں ان کی منزل پر پہنچانے کی ذمہ داری تجھ پر عائد ہوتی ہے، سن یہ عورت سیفا ہے۔ یہ صدیوں پرانی روح ہے، اتنی قدیم ہے یہ کہ تیری بیس نسلیں اس سے زیادہ عمر رسیدہ ہوں گی اور یہ ایک ایک کر کے سب کو فنا کرتی چلی آئی ہے، لیکن سادھان سارتی اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ یہ آج بھی اس کے حسن سے متاثر ہے اور اس کمبخت کے لئے یہی سب سے ضروری ہے کہ اسے گیان کے لئے تابوت میں لٹا دیا جائے، چلو اپنا کام کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ راہ فرار اختیار کر لے، اس نے ہر جگہ اپنی ذہانت کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی برتری تسلیم کرا لی ہے، دیکھو جانے نہ پائے اور یہی ہوا بھی تھا، زوفا یا سیفا نے ایک لمبی چھلانگ لگائی تھی اور فرار کی کوشش کی تھی، لیکن کیا ہی دلچسپ منظر تھا کہ اسے پکڑنے والا بھی کیپٹن ہیلی سینکی ہی تھا جو درحقیقت صورت حال کو سمجھ چکا تھا، زوفا لرزتی آواز میں بولی"۔

"یہ سب...... یہ سب آوارہ روحیں ہیں جو یہاں بھٹک رہی ہیں اور تم ان کے فریب میں نہ آؤ، لیکن بات صرف ایک شخص کی تو نہ تھی، سادھان سارتی، امیر عادل ثقفی، باطش خماش اور کیپٹن زیمر نے اسے اٹھا کر ایک خالی تابوت میں لٹا دیا اور اس کے بعد تابوت کے

ڈھکنے کو بند کر کے مطمئن ہو گئے کہ اس کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، تب سادھان سارتی نے باطش خماش کی طرف دیکھا اور بولا"۔

"تو نے انہی کے حصول کے لئے اپنا بہت کچھ کھویا ہے...... باطش خماش، اگر کسی شے کی حاجت ہے تو مجھے بتا امیر عادل ثقفی اور تجھ سے میں یہی بات کہتا ہوں، کیپٹن زیمر ہیلی سینکی اگر تمہیں کچھ درکار ہے تو میں اپنے علم کا سہارا لے کر تمہاری وہ خواہش پوری کر سکتا ہوں" تب امیر عادل ثقفی نے کہا"۔

"آہ، ہمیں بہت کچھ درکار ہوتا...... ہم تجھ سے بہت کچھ مانگتے اور کہتے کہ ہمیں بتا، ملنے والی چیز کہاں ہے؟ لیکن کیا کریں گے ان تمام چیزوں کا، زوفا، سیفا، زیوا سو وہ اب اس تابوت میں ہے اور کون جانے کتنی صدیاں وہ اس تابوت میں گزارے گی، ہم تو مٹی ہو چکے ہوں گے، کیوں کیپٹن تمہیں کچھ درکار ہے"۔

"نہیں"۔

"اور تم کیا کہتے ہو باطش خماش؟" باطش خماش نے ٹھنڈی سانس لی اور پھر کیپٹن زیمر بازو پکڑ کر بولا۔

"آؤ چلیں سادھان سارتی اپنی منزل پر پہنچ گیا ہے، سادھان سارتی تیرہویں تابوت میں لیٹ گیا اور اس نے خود اس کا ڈھکنا بند کر لیا، لیکن اسی وقت زمین میں کچھ لرزشیں سنائی دی تھیں، باطش خماش نے ان دونوں سے کہا"۔

"آؤ آگے چلو اب یہاں زلزلہ آئے گا اور اس کے بعد یہ راستہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا، کیونکہ یہاں وہ سب پہنچ چکے ہیں، جن کا یہ گھر تھا" اور باطش خماش کا کہنا درست نکلا، زلزلہ آیا، چٹانیں ایک دوسرے پر گرنے لگیں، ان لوگوں نے بمشکل تمام بڑی بڑی چٹانوں کی آڑ لے کر اپنے آپ کو پوشیدہ کیا تھا، تب ایک بہت بڑی چٹان نے اس غار کے سوراخ پر قبضہ جما لیا، جس سے اندر داخل ہونے کا راستہ تھا اور یوں محسوس ہوا جیسے بہت سی چٹانیں اس غار کو چاروں طرف سے ڈھک رہی ہیں تاکہ یہ مضبوط ہو جائے، یہ زلزلہ تقریباً 15/12 منٹ تک جاری رہا تھا اور پہاڑوں کا جو نقشہ تبدیل ہوا تھا وہ ناقابل یقین تھا،

انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہاں کی شکل ہی بدل گئی ہو اور اس کے بعد وہ آہستہ قدموں سے واپس چل پڑے، زندگی بچانے کے لئے کہ اس فانی دنیا کے فانی انسان تھے، ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ ایک ایسی نایاب کہانی سے روشناس ہو چکے تھے جو اگر کتابوں کی زینت بن جائے تو ایک شاندار اختراع کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہ اختیار کر پائے۔